ایک حیرت انگیز سائنسی ناول

مہرافروز

خان محبوب طرزی

A very very unless novel.

قیمت
تین روپے

ناشر

نسیم بکڈپو۔ لاٹوش روڈ۔ لکھنؤ
ٹیلیفون نمبر ۲۵۵۹

ناشر:۔ عزیز الرحمٰن
پرنٹر:۔ سرفراز قومی پریس لکھنؤ

Very nice novel
مائی ڈ اجاگر کرنے والی ناول۔

شہر افروز

129

شرابِ کہنہ در جامِ نو

زیرِ نظر ناول: شہر افروز میں میں نے ایٹمی طاقت کی تحقیق اور تجربات کو افسانے کے تانے بانے میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن سائنسی تجربات کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنے سے اسلئے گریز کیا ہے کہ ان نکات اور باریکیوں کو ہر شخص نہ تو آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے اور نہ عام فہم الفاظ میں سمجھایا جا سکتا ہے۔

ایٹم یعنی جوہر مفرد اور اسکی تحقیق و تجسس بظاہر دنیا کے لئے ایک نئی چیز ہے۔ دوسری عالمگیر جنگ کے آخری دور میں امریکہ نے ۱۹۴۵ء میں جاپان کے دو بڑے شہر ہیروشیا اور ناگاساکی ایٹم بم سے تباہ کر دیئے اس وقت دنیا کے عوام کو علم ہوا کہ کوئی ایسی طاقت بھی ہے جو چشم زدن میں لاکھوں انسانوں کو تباہ کر سکتی ہے۔ حالانکہ اسی ایٹم یا جوہر مفرد پر سائنسداں صدیوں سے تحقیق کر رہے ہیں۔

جوہر مفرد کا تخیل اور اسکی دریافت نئی نہیں ہے۔ مشہور یونانی حکیم تھلیس جو یونان کے ایک شہر ملیطوس میں ۶۴۰ چالیس قبل مسیح پیدا ہوا تھا اور جس نے یونان میں علم نجوم کا سنگ بنیاد رکھا اس کا خیال تھا کہ پانی ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے مادہ تیار ہوا اور دنیا بنی اور پورے دو سو سال بعد یونانی فلسفی حکیم دیمو کریطیس نے اپنی سالہا سال کی تحقیق کے بعد اعلان کیا کہ مادہ جوہر مفرد کا مجموعہ ہوتا ہے اور جوہر مفرد ہر وقت متحرک رہتا ہے۔

یہ تھا ایٹم کے متعلق انسان کی پہلی تحقیق کا نتیجہ جس میں آج تک کوئی ترمیم نہیں ہوئی ہے دیموکریطس کا یہ بھی خیال تھا کہ جوہر مفرد کو توڑا نہیں جا سکتا ہے اسی لئے اسکا نام ایٹم مشہور ہوا۔ لفظ ایٹم لاطینی زبان کے لفظ ایٹموس (ATOMOS) سے بنا ہے جس کے معنی ہیں غیر منقسم یا تقسیم نہ ہونے والا لیکن یہ ایک قدیم خیال تھا جسکی موجودہ سائنس نے اپنے تجربات سے تردید کر دی ہے۔

عرب سائنسدانوں نے مادہ پر یونانیوں سے زیادہ تحقیق کی ابن اسحٰق۔ موسیٰ بن صحب ابو الصلت اور عبد الغفار عباسی جیسے محققین نے جوہر مفرد پر بہت تحقیق کی اور اپنے تجربات سے دھاتوں کے خواص بدلنے میں کامیاب ہو گئے۔

اسکے بعد سترھویں صدی سے مغربی سائنسدانوں نے اس پر غور و فکر اور تحقیق و تجسس شروع کی ان میں رابرٹ بوئیل (۱۶۲۷-۹۱) جان ڈالٹن (۱۷۶۶-۱۸۴۴) کلرک میکسویل (۱۸۳۱-۷۹) سر ولیم کروکس (۱۸۳۲-۱۹۱۹) سر جوزف ٹامسن۔ انشٹائن۔ ایڈیسن۔ اور فیلمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مغربی ممالک میں ایٹم کو اسقدر زیادہ اہمیت حاصل ہو کہ گزشتہ تیس سال سے اس پر افسانے لکھے جا رہے ہیں۔ بائیس سال قبل یعنی ستمبر ۱۹۳۴ء میں میں نے بھی جوہری طاقت پر کارنامہ شباب کے نام سے ایک افسانہ لکھا تھا جو جناب شوکت تھانوی کی ادارت میں شائع ہونے والے ماہنامہ شباب لکھنؤ میں شائع ہوا تھا۔ اب میں نے اسی افسانے کو بڑھا کر مہرافروز کی صورت میں پیش کیا ہے اور امید ہے کہ قارئین پسند فرمائیں گے۔

لکھنؤ۔ ۳ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

خان محبوب طرزی

(۱) ـــــــــــــــ

"مہربانو ــــ!" حسین نلینی نے مہربانو کو مخاطب کر

ایک خطرناک کھیل کھیل رہی ہو ــــ"

مہربانو کے احمریں لب پوری وسعت تک پھیل گئے اور موتیوں جیسے سفید دانت چمکنے لگے۔ اس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"نلینی تم بھی کتنی نادان ہو ــــ اری پگلی خطرات سے مقابلہ کرنا ہی جوانی کہلاتی ہے۔"

"اگر تمہارا خیال صحیح ہے اور واقعی جوانی اسی کا نام ہے تو میں ایسی جوانی کو سات سلام کرتی ہوں ــــ"

نلینی اور زیادہ سنجیدہ ہوگئی ــ اس کا لہجہ بدل گیا اور اس نے مہربانو کو تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہربانو! معاف کرنا ــ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی تم انسانیت کا مفہوم نہ سمجھ سکیں ــــ ذرا غور تو کرو آخر ہمارے ساتھ ہاجرہ، عائشہ، ہمترا۔ رما اور بیسیوں لڑکیاں رہتی ہیں۔ ہم سب آپس میں ہنستے ہیں بولتے ہیں چہلیں کرتے ہیں اور ــــ"

ہے ہاں میلن
...پے دوستوں کو کسی قسم کی غلط فہمی

ـــــ"

"اچھا عائشہ اور احمد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ــــ؟" مہربانو نے مسکرا کر دریافت کیا۔

"وہی جو اور سب کا خیال ہے۔ جس روز بھی انجینیر کی حیثیت سے انکا تقرر ہو گیا اسی روز یا ہفتہ دو ہفتہ بعد دونوں کی شادی ہو جائے گی ــــ"

"تو پھر مجھ پر کیوں یہ پابندی لگائی جا رہی ہے کہ میں جہانگیر سے نہ ملوں ــــ" مہربانو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا عائشہ اور دیگر لڑکیوں کو خصوصیت حاصل ہے۔؟"

"نہیں ــــ میری اچھی مہر ــــ!" نلینی نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "خطرناک کھیل سے میرا یہ مقصد ہے کہ تم جہانگیر اور دین شاہ دونوں سے اس طرح گفتگو کرتی ہو کہ دونوں غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں ــ یا ہو چکے ہیں ــــ"

"جہانگیر کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔؟" مہربانو نے نلینی سے دریافت کیا۔

"وہ یونیورسٹی میں سب سے زیادہ ذہین اور سنجیدہ طالبعلم ہے۔ طلباء کا تو خیر ذکر ہی کیا یونیورسٹی کے پروفیسر اس کو وقعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یونیورسٹی کے شعبہ طبعیات کے مہتمم ڈاکٹر بوس گاہے گاہے میرے والد کے پاس آتے

رہتے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ وہ ایک روز نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیاء کا ایک نامور سائنسداں ہوگا۔"

مہربانو کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور اس نے بے پناہ مسرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔" تو پھر اگر میں اس کی قدر کرتی ہوں اور کبھی کبھی اس کے ساتھ پکچر دیکھنے چلی جاتی ہوں تو اس میں کیا برائی ہے۔"

"یہ میں کب کہتی ہوں کہ برائی ہے ـــــ" نلینی نے اس کو جواب دیا۔"میں نے تو تم سے یہ کہا ہے کہ تم ایک خطرناک کھیل کھیل رہی ہو ـــــ اگر واقعی تمہارا یہ خیال ہے کہ تم جہانگیر سے شادی کرلوگی تو تم کو دین شاہ کا خیال اپنے دل سے نکال دینا چاہیئے۔ اس سے نسائیت کی توہین ہوتی ہے۔"

مہربانو بھی سنجیدہ ہوگئی اور اس نے نلینی سے کہا۔

"نلینی میں تم سے سچ کہتی ہوں کہ میں اپنی جگہ پر ابھی کوئی فیصلہ نہیں کرسکی ہوں ـــــ" اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔

"کیا ہے ـــــ؟"

"کوئی آرہا ہے ـــــ"

"ہاجرہ ہوگی" نلینی نے کہا

"ہاں ـــــ میں ہی ہوں ـــــ" ہاجرہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔"کیا باتیں ہورہی ہیں تم دونوں میں؟"

"آؤ بیٹھو ـــــ" نلینی نے ہاجرہ کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔" وہی باتیں ہورہی ہیں جن کا میں نے کل تذکرہ کیا تھا۔"

"ہاں میری اچھی مہر بانو! میری باتوں کا برا نہ ماننا لیکن تمہاری یہ روش، ہم لوگوں کو پسند نہیں ہے۔ روشن خیال اور اعلیٰ تعلیم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم تباہی اور بربادی کے راستے پر گامزن ہو جائیں۔"

"ہاجرہ! تم بہت زیادہ قدامت پسند ہو ــــ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی ہو ــــ لڑکیوں کے ساتھ ہوسٹل میں رہتی ہو لیکن اس کے باوجود برقع استعمال کرتی ہو اور لیکچر روم میں چہرے پر نقاب ڈال کر بیٹھتی ہو لیکن میں نے تم پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔"

ہاجرہ نے کہا "اگر اس میں اعتراض کی گنجائش ہو تو ضرور اعتراض کرو ــــ"

نلینی نے دونوں کو خاموش کراتے ہوئے کہا "آپس میں بحث کی ضرورت نہیں۔ پردہ کا فلسفہ بنی نوع انسان کے لئے قابل قبول ہے اس لئے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مہر بانو! تمہاری یہ روش ہم سب کو ناپسند ہے۔ ہم تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہہ رہے ہیں۔"

ہاجرہ نے مہر بانو سے دریافت کیا "دین شاہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ــــ؟"

"مجھے ان کے اطوار بھی پسند ہیں ــــ"

نلینی فوراً بول اٹھی "ــــ تو بس اگر تمہارے والدین اجازت دیں تو تم دین شاہ سے شادی کر لو ــــ"

مہر بانو نے فوراً پوچھا "جہانگیر میں کیا عیب ہے۔"

"تم کس قدر بھولی ہو مہر ــــ" نلینی نے مسکرا کر کہا۔ "مجھ سے اس شخص کے

متعلق دریافت کررہی ہو جس کو میں جانتی بھی نہیں ــــ ہاں میں نے مسٹر جہانگیر کو دو چار بار ضرور تمہارے ساتھ دیکھا ہے یا ان کے متعلق تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سن لیا ہے ــ"

مہربانو نے فوراً پوچھا "تو پھر تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میں ان کے مقابلہ میں دین شاہ سے شادی کر لوں ــــ؟"

"تم ایک کروڑ پتی باپ کی بیٹی ہو۔ اب تک اچھے سے اچھا کھایا ہے اور اچھے سے اچھا پہنا ہے۔ دین شاہ بھی ایک متمول خاندان کا فرد ہے اور بچپن سے اب تک دولت سے کھیلتا رہتا ہے۔ تمہارے اخراجات کا وہی کفیل ہو سکتا ہے۔"

مہربانو سنجیدگی کے ساتھ اس پہلو پر غور کرنے لگی۔ ہاجرہ نے کہا۔

"میں نے جہانگیر کے متعلق سنا ہے کہ وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے باپ نے صرف ہائی اسکول تک تعلیم دلائی ــــ"

"ہاں ــــ" مہربانو بول اٹھی۔ "وہ مجھ سے اپنے متعلق سب کچھ بتا چکے ہیں۔ ان کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے اور انھوں نے لڑکوں کو پڑھا کر اپنے اخراجات پورے کئے ہیں اور تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا ہے ــ"

تلینی نے کہا "میرے چچا زاد بھائی اجیت کمار ان کے ہم جماعت ہیں ایک روز وہ کہہ رہے تھے جہانگیر نے صرف ایک گرم سوٹ پر موسم سرما گزار دیا ــ"

مہربانو نے کہا "ان معاملات میں وہ بہت لاپرواہ ہیں۔ ان کو اچھا لباس پہننے کا شوق بھی نہیں ہے۔ میں نے ان کو ایک سوٹ کا کپڑا دینا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا"

ہاجرہ نے فوراً پوچھا "تو کیا تم نے ان کے اس انکار کو ان کی بدمذاقی پر محمول کیا؟"

مہر بانو سے قبل نلینی بول اٹھی یہ یہ ان کی خودداری کا ثبوت ہے۔ جسے اپنی قوت بازو پر بھروسہ اور اعتماد ہوگا وہ کبھی ان حالات میں دوسروں کے تحائف نہ لیگا۔"

ہال سے سامنے کھانے کی گھنٹی بجی اور ہاجرہ کھڑی ہوگئی۔

"چلو ـــــ کھانا کھالیں۔ مجھے آج بارہ ایک بجے رات تک پڑھنا ہے"

وہ سب اٹھ کر ہوسٹل کے ڈائننگ ہال میں پہونچ گئیں اس ہوسٹل میں رہنے والی دیگر لڑکیاں جمع ہو چکی تھیں۔ کھانے کے بعد مہر بانو چند دوسری لڑکیوں کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی اور نلینی اور ہاجرہ باتیں کرتی ہوئی اپنی ایک ہم جماعت ہیلن کے کمرے کے سامنے پہونچ گئیں۔ ہیلن دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی ایک دوسری لڑکی سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے نلینی کو دیکھتے ہی کہا۔

"تمھاری سہیلی نے کچھ بتایا ـــــ؟"

"تم مہر بانو کے متعلق دریافت کر رہی ہو نا ـــــ؟"

"ہاں ـــــ وہ تم دونوں کی عزیز ترین سہیلی ہے ـــــ"

"ـــــ اور تمھاری ـــــ؟" ہاجرہ نے فوراً پوچھا۔

ہیلن جواب دینے کے بجائے ہنس دی اور دونوں کے شانوں پر ہاتھ رکھکر دروازے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چلو اندر بیٹھ کر باتیں کریں ـــــ"

"مجھے ابھی پڑھنا ہے ـــــ" ہاجرہ نے قدرے مزاحمت کرتے ہوئے کہا۔

"خیر چلی جانا ـــــ جلدی کیا ہے"

وہ دونوں کو دھکیلتی ہوئی اپنے کمرے میں لے گئی اور ایک صوفے پر بٹھاتے

ہوئے کہا۔

"مہر میرے پاس پانچ بجے شام کو آتی تھی۔ کل ہم لوگوں میں جو باتیں ہوئی تھیں۔ میں نے اس سے انکا تذکرہ کیا تو وہ بحث کرنے لگی لیکن جب میں نے سنجیدگی کے ساتھ سمجھایا تو خاموش ہو گئی۔"

"بہت سیدھی لڑکی ہے۔" نلینی نے کہا۔

ہاجرہ نے فوراً کہا "ایسے ہی سیدھوں کو لوگ بیوقوف کہتے ہیں ـــــ میں جانتی ہوں کہ وہ بہت شریف طبیعت اور اچھے کردار کی لڑکی ہے لیکن اس نے جو روش اختیار کی ہے وہ اس کے لئے انتہائی پریشان کن ہو سکتی ہے۔"

ہیلن بول اٹھی "یہی تو میں نے بھی اس سے کہا تھا کہ تم بیک وقت تین زندگیوں سے کھیل رہی ہو ـــــ اپنی جہانگیر اور دین شاہ کی زندگیوں سے ـــــ"

"ہاں ـــــ" نلینی نے کہا "یہی باتیں میں نے بھی سمجھائیں لیکن گفتگو نامکمل رہی ـــــ"

ہیلن نے کہا۔ "مجھے اس غریب جہانگیر پر رحم آتا ہے۔ واقعی وہ بہت سیدھا شریف سنجیدہ اور جفاکش نوجوان ہے آجکل ٹیوشن پر اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ اگر مہر بانو نے اس سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا تو وہ ایک روز کہیں کا بھی نہیں رہ جائے گا۔"

"میں مہر بانو کو کل پھر سمجھاؤں گی ـــــ" نلینی نے کہا ـــــ "مہر جہانگیر کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی ہے اس لئے کہ وہ ایک متمول باپ کی بیٹی ہے اور جہانگیر ایک بے یار و مددگار غریب نوجوان ہے۔"

ہاجرہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ وہ بیک وقت ان دونوں سے کیسے متاثر ہوئی"

"دین شاہ دولتمند ہے اور دولت میں بڑی کشش ہوتی ہے ---" ہیلن نے جواب دیا۔

نلینی بول اٹھی "---- اور جہانگیر ذہین ہے۔ اس کی ذہانت نے دین شاہ کی دولت کی کشش کو بھی کم کر دیا۔ ویسے صورت و شکل کے اعتبار سے دونوں تقریباً یکساں ہیں"

ہاجرہ کھڑی ہو گئی۔ ہیلن نے کہا۔

"تم تو آج ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو ---"

"ہاں ---- میں بھائی صاحب سے ایک کتاب لائی تھی۔ اسے آج ہی ختم کرنا ہے ---"

نلینی اور ہاجرہ ایک ساتھ کمرے سے باہر نکل آئیں اور باتیں کرتی ہوئی اپنے کمروں کی طرف چلی گئیں۔

مہر بانو نے ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھا ان کی طرف بڑھی لیکن اپنے کمرے کے سامنے پہونچکر ٹھہر گئی۔ کچھ دیر تک فرش پر نگاہیں جمائے خاموش کھڑی ہوئی کچھ سوچتی رہی اور پھر اپنے کمرے میں چلی گئی اسی کمرے میں رہنے والی دوسری لڑکی شب خوابی پہن کر اپنے بستر پر دراز ہو چکی تھی۔

مہر بانو نے لباس تبدیل کیا اور بستر پر آ کر بیٹھ گئی۔ جہانگیر اور دین شاہ دونوں اسکی نگاہوں میں یکساں حیثیت رکھتے تھے۔ وہ دونوں سے مل کر ایک گونہ مسرت

محسوس کرتی تھی لیکن ابھی تک اس نے سنجیدگی کے ساتھ اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا کہ ان ملاقاتوں اور اس بے تکلفی کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔ وہ ایک فرشتہ خصلت الھڑ دوشیزہ تھی۔ ہیلن نیلینی اور ہاجرہ کی گفتگو سے قبل اس کے ذہن میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ اس کو ان ہی دونوں میں سے ایک سے شادی کر لینا چاہیئے یا اس کی اس بے تکلفی اور روزمرہ کی ملاقاتوں سے وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

وہ بہت دیر تک ان ہی خیالات میں کھوئی ہوئی بیٹھی رہی اور جب کسی دوسرے کمرے میں کلاک نے گیارہ کے گھنٹے بجائے تو اس نے چونک کر چاروں طرف دیکھا اور اپنے بستر پر لیٹ گئی آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کی اور کچھ دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد سو گئی۔

جہانگیر کا معمول تھا کہ وہ روز یونیورسٹی سے واپسی پر یونیورسٹی کے رستوران میں کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاتا تھا۔ مہر بانو بھی اسی وقت وہاں پہونچ جاتی تھی۔ وہ کچھ دیر تک آپس میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے تھے اور کبھی کبھی پکچر دیکھنے چلے جاتے تھے مہر بانو حسب معمول وقت مقررہ پر رستوران پہونچی۔ جہانگیر ایک گوشے میں اس کے انتظار میں بیٹھا ہوا ایک ضخیم کتاب پڑھ رہا تھا۔ وہ مسکراتی بل کھاتی اور میزوں اور کرسیوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی اس کے پاس پہونچ گئی۔

جہانگیر اس کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔

"آج تم نے بہت دیر کر دی۔" جہانگیر نے اس کو کرسی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میں دین شاہ کے ساتھ جھیل کی طرف نکل گئی تھی واپسی میں دس منٹ کی

دیر ہو گئی۔"

"خیر کوئی مضائقہ نہیں ——" جہانگیر نے بیٹھتے ہوئے کہا "آج میں بھی تمام
دن بہت مصروف رہا اور شاید پانچ بجے تک مہلت نہ ملتی لیکن میں نے تم کو کل مطلع نہیں
کیا تھا اس لئے ڈاکٹر بوس سے کہہ کر چلا آیا ——"

"اس کا تمہارے تجربات پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا ——؟"

"یہ بھی ایک تجربہ ہے۔ زندگی میں بعض تجربات کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا
ہی پڑتی ہے۔"

مہر بانو مسکرا دی۔ جہانگیر نے بوائے کو چائے کا آرڈر دے کر کہا۔

"اب صرف سات ہفتہ کی بات اور ہے ——"

"اس کے بعد ——؟" مہر بانو نے دریافت کیا۔

"اس کے بعد میں اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کے لئے جرمنی چلا جاؤں گا۔" جہانگیر نے
مسکرا کر کہا۔

مہر بانو کے دل کو ایک دھکا سا لگا اور وہ جہانگیر کو حسرت سے دیکھنے لگی۔

"مہر بانو! ——" جہانگیر نے اس کو سنجیدہ لہجہ میں مخاطب کیا۔ "مجھے آزمائش
میں نہ مبتلا کرو —— میں ایک غریب آدمی ہوں۔ بے یار و مددگار —— نہ میرا کوئی گھر
ہے اور نہ کوئی عزیز یا رشتہ دار —— میری زندگی اس ریڈیائی لہر سے مشابہ ہے
—— جو فضائے بسیط میں دو اجسام کے اتصال سے پیدا ہو کر کائنات میں
چکر کاٹتی اور اجرام فلکی سے ٹکرا ٹکرا کر آواز کی لاکھوں اور کروڑوں لہریں پیدا کرتی ہوئی گردش
کرتی رہتی ہے اور بتدریج ریڈیائی اثرات زائل کرتی ہوئی کسی سیارے میں

جذب ہو جاتی ہے۔"

"تم آج کیسی باتیں کر رہے ہو جہانگیر ۔۔۔؟" مہربانو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"جیسی باتیں کرنا چاہئیں مہر ۔۔۔ انسان کو ماحول اور حالات مجبور کر دیتے ہیں۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میرا دل بیٹھنے لگتا ہے۔" مہربانو نے رقت آمیز لہجہ میں کہا۔

"دل بیٹھنے لگتا ہے ۔۔۔" جہانگیر نے بغیر کسی ارادے کے اس کا آخری فقرہ دہرایا۔ "مہربانو آہ یہ تم نے کیا کہہ دیا ۔۔۔"

اس نے کرسی کے تکیہ پر سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ مہربانو گھبرا کر کھڑی ہو گئی اور قریب پہونچکر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہا۔

"جہانگیر ۔۔۔ تم کیسے ہو ۔۔۔؟"

"اچھا ہوں مہر ۔۔۔" اس نے آنکھیں کھول کر مہربانو کی طرف دیکھا اور چاروں طرف نگاہ ڈال کر کہا "مہر! تم بیٹھ جاؤ ۔۔۔ اگر کوئی ہم کو اس طرح دیکھ لیگا تو طرح طرح کی باتیں مشہور ہو جائیں گی۔"

مہربانو کے منہ سے ایک دبی ہوئی آہ نکلی اور وہ افسردگی کے عالم میں کرسی پر بیٹھ گئی۔ جہانگیر کی پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلکنے لگے۔ اس نے مہربانو کو استفسارانہ نظروں سے دیکھا اور ایک ساعت بعد کہا۔

"مہر! تم جانتی ہو کہ میں بالکل مفلس اور قلاش ہوں۔ میرے پاس رہنے کے لئے

گھر بھی نہیں ہے۔ اور فی الحال تمہارے اخراجات کا کفیل ہو سکتا ہوں۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو جہانگیر ___" مہر بانو نے اس کو خاموش کراتے ہوئے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ کلکتہ بمبئی۔ دہلی اور حیدر آباد میں میری ایک دو نہیں دس دس بارہ بارہ کوٹھیاں ہیں ___ میں اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی ہوں اور انکے پاس دولت کی کمی نہیں ___"

"___ لیکن میں کیا ہوں یہ بھی تو سوچو ___"

"تم کیا ہو ___" مہر بانو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس سے ہم دونوں کو بحث نہیں۔ رہ گئی دنیا تو وہ جو بھی سمجھے سمجھا کرے ___"

"مہرا" جہانگیر یکایک سنجیدہ ہو گیا اور اپنے مخصوص لہجہ میں کہا۔ "کیا تم اس وقت میرے ساتھ اسپلینیڈ تک چل سکتی ہو ___ میں کسی پرسکون ریستوران میں بیٹھ کر تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"چلو" اسپلینیڈ سے کچھ اور آگے بڑھ کر فرپو کے کسی کیبن میں بیٹھیں گے ___"

دونوں ریستوران سے باہر آ گئے ایک ٹیکسی ڈرائیور انکو دیکھتے ہی ٹیکسی لے آیا دونوں پچھلی نشست پر بیٹھ گئے اور ٹیکسی رینگتی ہوئی آگے بڑھی۔ ناجیہ نلینی اور ہیلن ہوسٹل کی طرف جا رہی تھیں۔

مہر بانو ان کو دیکھ کر مسکرائی انھوں نے بھی مسکرا کر ہاتھ ہلایا۔ جہانگیر ڈرائیور کے شانوں پر نگاہیں جمائے خاموش بیٹھا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی فرپو کے سامنے پہونچ کر ٹھہری اور دونوں نیچے اترے۔ مہر بانو نے اپنا بٹوا کھولا ہی تھا کہ جہانگیر نے جیب سے نوٹ نکال کر کرایہ ادا کر دیا اور دونوں ہال میں پہونچ گئے۔ مہر بانو نے

گوشے والے ایک کیبن کی طرف اشارہ کیا اور دونوں میزوں اور کرسیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کیبن میں پہونچ گئے۔

جہانگیر نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر چائے کا آرڈر دیا اور اس کے جانے کے بعد مہربانو سے کہا۔

"ہاں مہر — اب کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو —؟"

"کیا اب بھی مجھکو کچھ کہنے کی ضرورت ہے —؟" مہربانو نے جہانگیر سے دریافت کیا۔

"ایک بار پھر سنجیدگی کے ساتھ اس پہلو پر غور کر لو۔ میں ایک خشک طینت اور تنہائی پسند سائنسداں ہوں میرے پاس دولت بھی نہیں ہے اور نہ مجھے اسکی پرواہ ہے —"

"مجھے ان باتوں کا علم ہے —" مہربانو نے متین لہجہ میں جواب دیا۔

"ونی شاہ ایک متمول خاندان کا فرد ہے۔ سوسائٹی میں وقعت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر وقت ہنستا اور دوسروں کو ہنساتا رہتا ہے۔ بہت شریف سیدھا اور خلیق نوجوان ہے —"

"ہاں یہ باتیں میں بھی جانتی ہوں —"

"وہ ہر اعتبار سے تمھارے لئے بہت موزوں اور مناسب ہے —"

"میں تمہاری رائے کی قدر کرتی ہوں لیکن اسے اپنے خیالات اور اپنے ارادوں پر ترجیح نہیں دے سکتی —"

جہانگیر نے کچھ سوچ کر کہا "میں تم سے بتا چکا ہوں کہ بہت جلد جرمنی چلا جاؤنگا۔"

"میں تمہارا انتظار کرونگی ــــ"

"مہربانو ایک بار پھر سوچ لو ایسا نہ ہو کہ بعد میں ہماری زندگیاں تلخ ہو جائیں"۔

"جہانگیر!" مہربانو نے ملتجیانہ لہجہ میں کہا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ تم مجھ سے دور بھاگنے کی کیوں کوشش کر رہے ہو ــــ؟"

جہانگیر جواب دینے کے بجائے اس کے چہرے کی طرف تکتا رہا۔ مہربانو نے عزم مستحکم کے ساتھ کہا۔

"تم خواہ کوئی روش اختیار کرو۔ میرے عزائم میں فرق نہیں آئیگا۔ میں نے جملہ پہلوؤں پر بہت سنجیدگی کے ساتھ غور کیا ہے اور اسی نتیجہ پر پہونچی ہوں کہ میں صرف تمہارے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں۔ اگر تم نے مجکو ٹھکرا دیا تو میری زندگی بے کیف ہو جائیگی اور ــــ"

اسکی آواز حلق میں پھنسنے لگی اور آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"مہر ــــ اپنی حالت سنبھالو ــــ تم میری اور اپنی زندگی کے ساتھ ایک خطرناک کھیل کھیل رہی ہو ــــ ابھی تمہارے یہ خیالات ہیں ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد انمیں انقلاب آجائے"

"وہ انقلاب صرف موت ہی لا سکے گی ــــ"

ویٹر چائے کی ٹرے لے کر آگیا۔ مہربانو نے چائے تیار کی اور جہانگیر کو پیالہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"جہانگیر! تم جانتے ہو کہ نہ تو مجھے سوسائٹی سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ میں دولت کی بھوکی ہوں۔ جہاں تک دین شاہ کا تعلق ہے وہ واقعی بہت شریف اور ملنسار ہیں

مجھے اسکی بزلہ سنجی بھی پسند ہے اور اسی لئے میں اس کو دوستی کے قابل سمجھتی ہوں لیکن رفیق زندگی نہیں بنا سکتی ــــ"

"میں جرمنی سے تین سال بعد واپس آؤنگا ــــ"

"میں تمام عمر تمھارا انتظار کر سکتی ہوں اور کرونگی ــــ"

"تمھارے والدین کو تو کبھی اعتراض نہ ہوگا۔؟"

"نہیں ــــ وہ تم کو جانتے ہیں۔"

"کیا ان کو اس کا بھی علم ہے کہ میں مفلس اور قلاش ہوں۔؟"

"انھوں نے آج تک کسی کو اس کی دولت اور حشمت سے نہیں پہچانا ہے ــــ انکو اس کا علم ہے کہ تم دولت علم سے مالا مال ہو ــــ"

دونوں نے چائے ختم کی۔ اور بل ادا کر کے باہر آگئے۔

"اب تم کہاں جاؤگی ــــ؟"

"ہوسٹل ــــ" مہر بانو نے کہا۔ "آئندہ ماہ میرے والدین یہاں آجائینگے اور میں ہوسٹل چھوڑ دونگی ــــ"

"اس وقت میں جانے کی تیاریوں میں مصروف ہوں گا ــــ"

مہر بانو نے کہا۔ "اور میں آئندہ سال موسم گرما سوئٹزرلینڈ میں گزارونگی ــــ تاکہ تم سے ملاقات ہو سکے ــــ"

دونوں باتیں کرتے ہوئے اسپلینیڈ کی طرف بڑھے راستہ میں مہر بانو نے اس سے کہا۔

"میں اپنے والد سے کہونگی کہ وہ تمھارے لئے ایک وظیفہ مقرر کر دیں۔"

"نہیں ـــــ میرے اخراجات کے لئے سرکاری وظیفہ کافی ہو گا۔"

"اگر میں تم کو مجبور کر دوں ـــــ؟"

مہر بانو نے جہانگیر کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"نہیں مہر ـــــ مجھے امید ہے کہ تم مجھے مجبور نہ کرو گی ـــــ"

مہر بانو کی آنکھیں کسی وقتی جذبہ کے ماتحت چمک اٹھیں اور اس کے رخسار کانوں کی لو تک سرخ ہو گئے۔ جہانگیر نے اس کو ایک ٹیکسی پر بٹھا کر کہا۔

"تم ہوسٹل جاؤ ـــــ میں لائبریری جا رہا ہوں۔"

"میں کل رسٹوران میں انتظار کروں گی ـــــ"

"میں آؤں گا ـــــ"

جہانگیر نے مسکرا کر ہاتھ اٹھایا اور ٹیکسی رینگ کر کاروں کی قطار میں شامل ہو گئی

(۲)

دین شاہ کی خوبصورت ماسٹر بیوک ہوسٹل کے سامنے پہونچ کر ٹھہری اور مہر بانو اور دین شاہ اتر کر کار کے قریب فٹ پاتھ پر کھڑے ہو گئے۔ مہر بانو کا چہرہ مغموم تھا اور آنکھیں سرخ اور متورم نظر آ رہی تھیں دین شاہ نے اسکو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہر! اپنی حالت سنبھالو ـــــ تمہاری ہم جماعت لڑکیاں تم کو اس حالت میں دیکھ کر کیا کہیں گی ـــــ"

مہر بانو نے اسکی طرف دیکھا اور کار کے پہیئے کی طرف دیکھنے لگی۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں ـــــ؟" دین شاہ نے اسکو پھر مخاطب کیا "تم سن رہی

ہو ۔۔۔؟"

"ہاں اس نے گرفتہ آواز میں کہا۔

"دوست ایک دوسرے سے جدا ہونے پر اس قدر مغموم اور متاثر نہیں ہوتے۔"

مہربانو نے دین شاہ کی طرف دیکھا اور اسی طرح خاموش کھڑی رہی۔

"آئینہ میں اپنی صورت دیکھو معلوم ہوتا ہے کہ تم تمام رات روتی رہی ہو۔ تمہاری یہ حالت دیکھکر دوسروں کو تمہارا مذاق اڑانے کا موقع مل جائے گا۔ اور طرح طرح کی باتیں مشہور ہوجائیں گی۔ ہر شخص تمہاری طرح معصوم اور نیک دل تو نہیں ہوتا۔"

"میں اس وقت ہاجرہ اور للینی کے پاس نہ جاؤنگی۔ مجھے میرے مکان پہونچا دو۔۔۔"

"ہاں یہی میں بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں اور پپوٹے بھاری ہو چکے ہیں۔۔۔ آؤ۔۔۔ کار میں بیٹھو۔۔۔"

دین شاہ نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور مہربانو کار میں بیٹھ گئی۔ وہ بھی اسکے پاس بیٹھ گیا اور شوفر سے کہا۔

"مہربانو کی کوٹھی کی طرف چلو۔۔۔"

کار آہستہ آہستہ رینگ کر فراٹے بھرنے لگی۔ مہربانو اپنے خیالات میں کھوئی ہوئی سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ دین شاہ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہم کو خوش ہونا چاہئے کہ ہمارا ایک دوست اعلیٰ تعلیم اور تحقیق کے لئے

جرمنی گیا ہے۔ جہانگیر غالباً پہلا ایشیائی ہے جو جوہر مفرد کی قوت پر تحقیق کریگا۔
ابھی تک یورپ اور امریکہ میں بھی اس پر باقاعدہ تحقیق نہیں شروع ہوئی ہے۔"

"وہ تین سال کے لئے ہم سے جدا ہوئے ہیں ۔" مہربانو نے کچھ سوچ کر
سامنے لگے ہوئے شیشے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ اس دنیا میں بے یارو
مددگار ہیں خدا انکی مدد کرے ۔"

"۔۔۔ لیکن یہ بھی تو سوچو کہ اگر ان کے ماں باپ اور بھائی بہن ہوتے تو
اس وقت ان کو کس درجہ خوشی ہوتی۔ اس لئے ہم کو بھی خوش ہونا چاہیئے ۔"

"اسٹرانڈ روڈ کی طرف چلو۔ میں کچھ دیر دریا کے کنارے بیٹھنا چاہتی ہوں۔"
دین شاہ کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ اس نے اپنے شوفر کو اسٹرانڈ روڈ
کی طرف چلنے کی ہدایت کی اور کچھ دیر بعد کار دریا کے کنارے پہونچ گئی دین شاہ
دروازہ کھول کر اترا مہربانو کو اتارا اور دونوں کچھ دور چل کر لب جو بیٹھ گئے۔

ہگلی کی سطح پر موٹر لنچ اور دخانی کشتیاں ادھر سے ادھر دوڑ رہی تھیں بہت
دور پر ایک بڑا جہاز کھڑا ہوا پانی کے تھپیڑوں سے مست ہاتھی کی طرح آہستہ آہستہ
جھوم رہا تھا۔ دوسرے کنارے پر ہاوڑہ کے کارخانوں کی فلک بوس چمنیوں سے
دھوئیں کے سیاہ لچھے نکل کر فضا میں پھیل رہے تھے۔

مہربانو نے پانی کی سطح پر نگاہیں جما دیں اور اپنے خیالات میں کھو گئی۔
دین شاہ خاموش بیٹھا ہوا اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا اور دس بارہ منٹ
بعد خاموشی سے اکتا کر کہا۔

"تم کیا سوچ رہی ہو ۔۔۔ کیا تم نے اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کر لیا ہے؟"

مہر بانو نے اس کی طرف دیکھا اور پھر دریا کی سمت دیکھنے لگی۔ دین شاہ نے جھک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کھسک کر اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا

"مہر! میری طرف دیکھو ــــ"

مہر نے آہستہ سے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ دین شاہ نے دوستانہ لہجہ میں کہا۔

"میرے اور تمہارے تعلقات اسکول یا کالج کے نہیں بلکہ خاندانی ہیں میرے والدین تمہارے والدین سے عزیزوں اور رشتہ داروں کی طرح ملتے رہے ہیں۔ اور غالباً ہمارے تعلقات بھی ایسے ہی رہے ہیں۔ میں نے اپنا کوئی راز تم سے راز نہیں رکھا ہے۔"

وہ یکایک خاموش ہو گیا اور دریا کی طرف دیکھنے لگا۔ مہر بانو نے پوچھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو ــــ"

"میں کچھ کہنا نہیں بلکہ یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تم اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کر چکی ہو۔؟"

مہر بانو نے اس کو بغور دیکھ کر کہا۔

"نہیں ــــ"

دین شاہ کے چہرے پر رونق آگئی لیکن مہر بانو کا ضمیر اس جھوٹ پر اس کو ملامت کرنے لگا۔ اور اس نے سر جھکا لیا۔ دین شاہ نے جھک کر مسکراتی ہوئی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ مہر بانو کھڑی ہو گئی اور اس سے کہا

"اب مجھے میرے مکان پہونچا دو ــــ"

"آج تم کو وحشت کیوں ہو رہی ہے ــــ؟" دین شاہ نے اس کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہا یہ اس سے قبل میں نے تم کو کبھی اس قدر پریشان اور متفکر نہیں دیکھا تھا۔"

"اب شام کو باتیں کر لینا۔ اس وقت مجھکو مکان پہونچا دو ــــ"

دونوں آکر کار پر بیٹھے اور مہر بانو کچھ دیر بعد اپنی کوٹھی پر پہونچ گئی۔ اس کی والدہ ایک معمر یوروپین خاتون کے ساتھ چمن میں چہل قدمی کر رہی تھیں انھوں نے مہر بانو کو دیکھتے ہی کہا۔

"بیٹی تم جہانگیر کو رخصت کر کے کہاں چلی گئی تھیں ــــ ابھی ہیلن اور نلینی تم کو تلاش کرتی ہوئی آئی تھیں ــــ وہ ہوسٹل گئی ہیں۔"

"اب میں شام تک کہیں نہ جاؤں گی ــــ"

مہر بانو نے اپنی والدہ کو جواب دیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کو اس بات کا افسوس تھا کہ اس نے دین شاہ سے غلط بیانی کیوں کی۔ اس کو اسی وقت صاف صاف کہہ دینا چاہیئے تھا کہ وہ اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کر چکی ہے اور جہانگیر کو اس فیصلہ سے آگاہ بھی کر چکی ہے۔

اپنے کمرے میں پہونچ کر وہ گوشے میں پڑے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گئی اور اس پہلو پر غور کرنے لگی کہ وہ دین شاہ پر کس طرح یہ حقیقت ظاہر کرے کہ وہ جہانگیر سے شادی کا وعدہ کر چکی ہے۔ ایک گھنٹہ تک اسی ادھیڑ بن میں مصروف رہنے کے بعد وہ اٹھی اور دوسرے کمرے میں پہونچ کر ہوسٹل سے ٹیلیفون کا سلسلہ ملایا اور نلینی سے باتیں کرنے لگی۔

"میں ابھی تمہارے یہاں گئی تھی ــــ تم کہاں تھیں ــــ؟"

"دریا کے کنارے ــــ" مہربانو نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا خودکشی کرنے گئی تھیں ــــ؟"

"ایسے پایاب دریا میں کود کر جان دینے سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا بدرجہا بہتر ہے۔"

"اچھا ــ اب اس موت اور زندگی کی کشمکش سے نکل کر یہاں آؤ گی یا نہیں ــــ؟"

"ہاں ــــ" ــ مہر نے کہا۔" خیال تو ہے لیکن اگر تم ہیلن اور ہاجرہ یہیں آ جاؤ تو لطف آ جائے۔ یہاں سے چائے پی کر پکچر دیکھنے چلیں گے۔"

"اچھا ــــ" نلینی نے ٹیلیفون کے دوسرے سرے سے کہا۔" میں ان دونوں کو لے کر آ رہی ہوں۔"

نلینی نے ٹیلیفون رکھ دیا اور ہیلن کے کمرے میں پہنچی۔ وہ آئینہ کے سامنے بیٹھی ہوئی بال سنوار رہی تھی۔ نلینی نے کہا۔

"جلد تیار ہو جاؤ ــــ ہم اس وقت مہر کے یہاں جائیں گے۔ میں ہاجرہ کو بلانے جا رہی ہوں۔"

"میں خود ہی آ گئی ــــ" ہاجرہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

نلینی نے مڑ کر اس کو دیکھا اور مسکرا کر کہا۔

"تم تو اس طرح بن سنور کر آئی ہو گویا نمائش میں جا رہی ہو ــــ"

"نمائش میں تو نہیں لیکن ہاں پکچر دیکھنے ضرور جا رہی ہوں ــــ"

"تنہا ــــ؟" ہیلن نے پوچھا۔

"تمہارے جائیں میرے دشمن ـــــ" ہاجرہ نے منہ بنا کر کہا۔" میں اگر جہنم میں گئی تو وہاں بھی تم لوگوں کو اپنے ساتھ لیجاؤنگی۔"

نلینی نے کہا۔" اچھا تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔ مہر نے بلایا ہے۔ وہاں سے ہم پکچر دیکھنے جائیں گے۔"

نصف گھنٹہ بعد نلینی ہاجرہ اور ہیلن ہوسٹل سے نکلیں اور ٹیکسی پر بیٹھ کر مہربانو کے یہاں پہونچیں اور چائے پی کر پکچر دیکھنے چلی گئیں۔ واپسی میں مہربانو ان کو اپنی کار پر ہوسٹل تک پہونچانے آئی اور انکو پھاٹک پر چھوڑ کر چلی گئی۔ نلینی نے پھاٹک میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"کیوں ہاجرہ! ـــــ تم نے مہربانو کی باتوں سے کیا اندازہ لگایا ـــ"

"وہ جہانگیر سے بہت زیادہ متاثر ہے۔"

"جہانگیر کی ذہانت سے ـــــ" نلینی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔" لیکن یہ تاثرات وقتی ہیں۔"

ہیلن نے کہا۔" تمہارا یہ مطلب ہے کہ وہ بہت جلد اسکو بھول جائیگی ـــ"

"ہاں ـــ" نلینی نے جواب دیا۔" دین شاہ کا تمول ان تاثرات پر غالب آجائے گا۔"

ہاجرہ نے کہا۔" مجھے شک ہے۔ جہانگیر نے اس سے نہیں بلکہ اس نے جہانگیر سے وعدہ کیا ہے ـــ"

"یہی میرا بھی خیال ہے۔" ہیلن نے اپنا خیال ظاہر کیا۔" وہ بہت سیدھی اور نیک لڑکی ہے ـــ"

"اس دنیائے رنگ و بو میں سیدھے اور نیک انسان بھی گمراہ ہو سکتے ہیں۔"
نلینی نے برآمدے کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے کہا۔ "گمراہ ہوتے دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ رمولا کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔"

وہ آپس میں باتیں کرتی ہوئی ہیلن کے کمرے کے سامنے پہونچیں اور اسکو شب بخیر کہہ کر اپنے کمروں کی طرف چلیں۔ راستہ میں ہاجرہ نے کہا۔

نلینی! مجھے اب بھی شک ہے۔ مہر بانو فرشتہ خصلت ہے۔"

"انسان فرشتوں کو بھی گمراہ کر سکتے ہیں ___"

"میں اس موضوع پر تم سے کل گفتگو کروں گی ___" ہاجرہ نے اس کو اس کے کمرے کے دروازے پر چھوڑتے ہوئے کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ ایک روز تمہارا خیال غلط ثابت ہو ___"

نلینی مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کو یقین تھا کہ دولت مند والدین کی اکلوتی لڑکی ایک مفلس اور نادار نوجوان سے کسی حالت میں بھی شادی نہیں کر سکتی ہے اور اسکا خیال صحیح نکلا اور جہانگیر کی روانگی کے دو ماہ بعد مہر بانو نے اس سے کہا۔

"کل دین شاہ کی والدہ میرے یہاں آئی تھیں۔"

"وہ تو اکثر آتی رہتی ہیں۔ تم ہی نے تو شاید ایک بار مجھ سے کہا تھا کہ دین شاہ کے خاندان سے تمہارے خاندان کے دیرینہ تعلقات ہیں۔"

"___ لیکن وہ کل کسی خاص مقصد سے آئی تھیں ___" مہر بانو نے مغموم لہجہ میں کہا۔ "اور وہ مقصد ___"

"تمھاری شادی کا پیغام ہوگا ـــــ"

نلینی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ مہر بانو نے سر جھکا لیا اور اپنے ہاتھ کی انگلیوں کے پالش کئے ہوئے ناخن دیکھنے لگی۔

نلینی نے کہا "مجھے یہی خوف تھا"

"خوف ـــــ؟" مہر بانو نے کہا "میں تمھارا مطلب نہیں سمجھی۔؟"

"مطلب یہ ہے کہ جہانگیر کے مستقبل کی شاہراہ بدل جائے گی ـــــ"

"اچھی نلینی ـــــ" مہر بانو نے بےچین ہو کر نلینی کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ دیئے اور ملتجیانہ لہجہ میں کہا "ایسی باتیں نہ کرو۔ میرا دل ڈوبنے لگتا ہے۔"

"اس لئے کہ ابھی وہ اسقدر ہلکا نہیں ہوا ہے کہ سطح پر تیر سکے۔ لیکن بتدریج ـــــ"

"بس نلینی ـــــ" مہر بانو نے اس کے منھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"اب خاموش ہو جاؤ ـــــ"

نلینی نے اس کا ہاتھ ہٹا کر اس کو اپنے قریب کھینچ لیا اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اپنے گرد و پیش کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کرو مہر۔ اب ہم زندگی کے اس دور میں داخل ہو چکے ہیں جہاں ہمارے فیصلے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لئے ہم کو زندگی کے ہر معاملہ میں کسی نتیجے پر پہونچنے سے قبل اس کی اچھائی اور برائی پر غور کر لینا چاہئے۔"

"کسی دوسرے موضوع پہ گفتگو کرو ـــــ" مہر بانو نے اس سے التجا کی۔

"آج کشتی رانی کا مقابلہ ہے۔ چلو گی ۔۔۔؟"

"ہاجرہ کہاں ہے ۔۔۔؟"

"اپنے کمرے میں ۔۔۔" نلینی نے جواب دیا۔ "اگر چلو تو ہاجرہ اور ہیلین کو بھی بلا لوں۔"

"چلو۔ طبیعت بہل جائے گی ۔۔۔"

اسی طرح دن گزرتے رہے۔ مہربانو کے یہاں دین شاہ کے والدین کی آمد و رفت بڑھ گئی اور خود دین شاہ بھی اسکو کبھی روزانہ اور کبھی دوسرے روز سیر و تفریح کے لیے لیجانے لگا۔ موسم گرما کی تعطیلات قریب آتی جا رہی تھیں۔ ہیلین اپنی خالہ کے پاس کالمپانگ جانے کا پروگرام بنا چکی تھی ہاجرہ اور اس کی والدہ ہر سال موسم گرما میں ڈیڑھ دو ماہ کے لئے رانچی چلے جاتے تھے۔

مہربانو موسم گرما عموماً بمبئی میں گزارتی تھی اور دو چار ہفتوں کے لئے ماونٹ آبو پنچگنی یا اوٹاکمنڈ چلی جاتی تھی لیکن اس سال اسکے والدین نے دین شاہ کے والدین کے مشورے پر دارجلنگ جانے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں دارجلنگ میں دین شاہ کے والد کے دوکان کی ایک شاخ اور ایک دو منزلہ عمارت بھی تھی وہ لوگ ہر سال وہاں پہونچکر اسی میں ٹھہرتے تھے۔

نلینی کو ابھی تک دارجلنگ جانے کا اتفاق نہ ہوا تھا مہربانو نے اس سے کہا "نلینی! تم بھی ہم لوگوں کے ساتھ دارجلنگ چلو ۔۔۔ اگر تم ساتھ ہو گی تو اچھی تفریح رہے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے مہر ۔۔۔" نلینی نے ہنس کر کہا "ہم لوگ یعنی مغربی بنگال کے برہمو سماج آزاد خیال ضرور ہیں لیکن ہم نے مغربی تہذیب کو نہیں اپنایا ہے

اور نہ اس کو اچھا سمجھتے ہیں۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی ۔۔۔؟" مہر بانو نے اس کو استفسارانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

نلینی مسکرادی۔ "تم آج کل بہت کھوئی ہوئی رہتی ہو ۔۔۔" اس نے مہر بانو سے کہا۔ "رات دن کا یہ انہماک رنگ لاکر رہے گا ۔۔۔"

مہر بانو کے دل میں چور تھا اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور وہ نلینی کو متوحش نظروں سے دیکھنے لگی۔ نلینی اسی طرح مسکراتی رہی اور چند ساعت بعد کہا

"میرا مطلب یہ ہے کہ میں والدین کے بغیر کیسے جا سکتی ہوں۔؟"

"میرے والدین چل رہے ہیں ۔۔۔"

"ہاں لیکن تمہارے ساتھ دین شاہ بھی ہوں گے اور ہم لوگوں میں غیر مردوں کے ساتھ سیر و تفریح کرنا معیوب خیال کیا جاتا ہے۔"

"دین شاہ میرے اور تمہارے ساتھ سیر و تفریح کو نہیں جائیں گے۔"

"یہ چیز میرے لئے اور زیادہ تکلیف دہ ہوگی۔" نلینی نے کہا۔ "میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے تم اپنے منگیتر کے ساتھ سیر و تفریح نہ کرسکو ۔۔۔"

مہر بانو متحیر ہوکر نلینی کو دیکھنے لگی۔ نلینی نے مسکرا کر کہا۔

"غالباً تم کو لفظ منگیتر پر کچھ اعتراض ہے ۔۔۔ کیوں یہی بات ہے نا ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔" مہر بانو نے بغیر کسی ارادے کے جواب دیا۔ "ابھی میرے والدین نے دین شاہ کا پیغام منظور نہیں کیا ہے اس لئے تم کو یہ لفظ نہ استعمال کرنا چاہیئے۔"

"تم پھر حقیقت کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔" نلینی نے اسکو تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ عادت ٹھیک نہیں پہلے تو تم ہم لوگوں سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھیں۔"

"واقعی میں نے غلطی کی۔ مجھے اس کا احساس ہے۔" مہر بانو نے ندامت آمیز لہجہ میں کہا۔ "ایک بار میں نے دین شاہ سے غلط بیانی کی تھی اسکا خمیازہ اس پیغام کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ اگر میں دین شاہ سے کہہ دیتی کہ میں اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کر چکی ہوں اور میں نے جہانگیر کو یقین دلا دیا ہے کہ اسی سے شادی کرونگی تو دین شاہ کبھی اپنی والدہ سے میرے متعلق تذکرہ نہ کرتے ـــ اور آج ـــ آج میں نے پھر غلط بیانی سے کام لینے کی کوشش کی ـــ"

اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی اور وہ نلینی سے لپٹ گئی۔

"مہر! ہمت سے کام لو ـــ اگر تم میں اخلاقی جراءت ہے تو دین شاہ سے کہہ دو کہ تم اس کے ساتھ خوش نہ رہ سکو گی وہ بہت شریف اور روشن خیال نوجوان ہے"

مہر بانو کچھ کہنے کے بجائے نلینی سے لپٹی ہوئی سسکیاں لیتی رہی۔ نلینی نے اس کو بدقت تمام خاموش کرایا اور دونوں اُٹھ کر ہوسٹل کے صحن میں آ گئیں۔ ہیلن ہاجرہ اور عائشہ چند دیگر لڑکیوں کے ساتھ کہیں گئی ہوئی تھیں مہر بانو نے کہا۔

"تم میرے یہاں چلو ـــ"

"ابھی دو بجے ہیں۔" نلینی نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہاجرہ اور ہیلن ڈھائی بجے تک واپس آ جائیں گی۔"

دونوں مولسری کے درخت کے سائے میں سبزہ پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں

ڈھائی بجے ہاجرہ اور ہیلن آگئیں اور نصف گھنٹہ بعد وہ سب مہربانو کے مکان پر پہنچ گئیں۔ دین شاہ اس کی والدہ اور مہربانو کے والدین ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ ہاجرہ ہیلن اور نلینی مہربانو کے ساتھ اس کے کمرے میں چلی گئیں۔

مہربانو نے کہا "اگر پکچر دیکھنے کا ارادہ ہو تو فوراً چلو ـــ ورنہ میں چائے منگواؤں ـــ"

"چائے منگواؤ ـــ" ہیلن نے کہا "آج ہم شام تک آزاد ہیں اس لئے ساڑھے چھ بجے کا شو دیکھ سکتے ہیں"

مہر چلی گئی۔ نلینی نے ہاجرہ اور ہیلن سے کہا۔

"میں نے تم لوگوں سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مہر کی شادی دین شاہ سے ہو کر رہے گی ـــ"

"کیا آج کوئی نئی بات معلوم ہوئی ـ ؟" ہاجرہ نے دریافت کیا۔

"ہاں ـــ میرے خیال میں دین شاہ کا پیغام منظور کر لیا گیا ہے"

ہاجرہ نے کہا "مہر گمراہ ہو گئی۔ دولت کی چمک نے اس کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا"

"خاموش ہو جاؤ ـــ" نلینی نے کہا "ہم کو دوسروں کے ذاتی معاملات میں صرف اسی حد تک دخل دینا چاہیے جس حد تک صاحب معاملہ اجازت دے"

"تم ٹھیک کہتی ہو ـــ" ہاجرہ نے نلینی سے کہا "وہ اپنے معاملات ہم سے بہتر طریقہ پر سمجھ سکتی ہے"

مہر بانو واپس آگئی۔ ہیلن نے اس سے دریافت کیا۔

"ہماری وجہ سے تمہارا کوئی پروگرام تو نہیں منسوخ ہوا۔؟"

"اس وقت میرا کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ دین شاہ کا خیال تھا کہ میں انکے ساتھ سینما دیکھنے جاؤں گی لیکن میں نے کہدیا کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جارہی ہوں۔"

دوسرے کمرے میں جاکر سب نے چائے پی اور کچھ دیر بیٹھکر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد پکچر دیکھنے چلی گئیں۔

اسی ہفتہ برلن سے جہانگیر کا خط آیا اس نے وہاں اپنا کام شروع کردیا تھا اور بہت خوش تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر مہر بانو موسم گرما میں سوئٹزرلینڈ آجائے تو وہ بھی ڈیڑھ ماہ کی رخصت پر وہاں آسکتا ہے۔ مہر بانو نے وہ خط اپنی سہیلیوں کو دکھایا۔

ماجرہ نے کہا "ان کو لکھ دو کہ میری منگنی ہوچکی ہے اس لئے فی الحال نہ آسکوں گی۔"

مہر بانو نے کہا "وہ پردیس میں ہیں۔ میں انکو یہ تو نہ لکھونگی ـــــ"

نلینی نے پوچھا "تو کیا پھر غلط بیانی سے کام لوگی۔؟"

"ہاں ـــــ خواہ مجھے اسکی قیمت اپنی جان کی صورت ہی میں کیوں نہ ادا کرنا پڑے ـــــ" مہر بانو نے عزم مستحکم کے ساتھ کہا "میں کسی حالت میں بھی یہ نہ گوارا کروں گی کہ یہ منحوس خبر وہاں ان کے کانوں میں پڑے ـــــ"

"ـــــ لیکن یہاں اگر تو معلوم ہوجائے گا ـــــ" ہیلن نے کہا "اس وقت تم کیا کروگی اور ان کو کیا جواب دوگی ـــــ"

مہر بانو نے حسرتناک لہجہ میں کہا۔" خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میرا انجام کیا ہوگا۔"

ہاجرہ بول اٹھی۔" مہر! اگر تم دین شاہ کو حقیقت سے آگاہ کر دیتیں تو وہ کبھی اپنا پیغام نہ بھجواتے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ بہت شریف اور سلجھی ہوئی طبیعت کے انسان ہیں۔"

" واقعی میں نے غلطی کی ہے۔" مہر بانو نے کہا۔" میں نے وہ گناہ کیا ہے کہ خدا بھی مجھکو نہ معاف کرے گا۔ کاش مجھکو موت آجاتی۔"

" بدعہدی کے دھبے کو موت بھی نہیں دھو سکتی۔" ہاجرہ نے ملامت آمیز لہجہ میں کہا۔" مہر! تم نے بہت برا کیا ہے۔"

مہر بانو نے سر جھکا لیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ نلینی نے ہاجرہ سے کہا۔

" خیر اب اس قسم کی باتیں نہ کرو۔ غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے۔ مہر کو اپنی غلطی کا احساس ہے اور یہی احساس انکی تندرستی پر اثر انداز ہو رہا ہے۔"

ہیلن نے مہر کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا۔" اب تم ان باتوں کو بھول کر اپنی صحت کی فکر کرو ــــ تمہارے چہرے پر وہ شگفتگی اور ترو تازگی نہیں ہے جو آج سے دو ماہ قبل تھی۔"

نلینی نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہا۔" چلو منہ ہاتھ دھو کر کنگھی کرو۔ ذرا اپنے بالوں کی لٹیں دیکھو کس بے ترتیبی کے ساتھ ادھر ادھر بکھری ہوئی ہیں۔"

مہر بانو اٹھ کر نلینی کے ساتھ چلی گئی۔ ہاجرہ نے ہیلن سے کہا۔

" مجھے ڈر ہے کہ اسکو دق نہ ہو جائے ــــ"

"یہ بیوقوف ہے۔ اپنے والدین سے کہدے کہ میں دین شاہ سے شادی نہیں کرونگی —— میری خالہ زاد بہن کا بھی بالکل یہی قصہ تھا لیکن جب حالات بگڑنے لگے تو انھوں نے انکار کر دیا۔"

"—— ہاں وہ کر سکتی تھیں" باجرو نے ہیلن کو جواب دیا۔ "اس لئے کہ وہ اینگلو انڈین ہیں اور تمھاری تہذیب اس کی اجازت دیتی ہے لیکن وہ ایک مشرقی لڑکی ہے —— ٹھیٹھ مشرقی —— وہ مرجائے گی لیکن والدین کی مرضی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کریگی۔"

کمرے کے دروازے پر ایک لڑکی نظر آئی اور دونوں خاموش ہو گئیں۔

(۳)

مہر بانو نے جہانگیر سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا لیکن اس پر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اس کی زندگی میں کیسے کیسے انقلابات آ چکے ہیں۔ بی اے کی سند حاصل کرنے کے بعد دین شاہ سے اسکی شادی ہو گئی اور وہ اس کے ساتھ رہنے لگی اور جہانگیر جب پورے تین سال بعد جرمنی سے واپس آیا تو مہر بانو کی گود میں آٹھ ماہ کی ایک بچی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہوائی اڈے پر اس کے خیر مقدم کے لئے پہونچی۔ اس کے ساتھ دین شاہ بھی تھا۔ ایک پہاڑی آیا ننھی نرگس کو گود میں لئے دونوں کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

جہانگیر نے ہوائی جہاز سے اترتے ہی دین شاہ اور مہر بانو کو دیکھا لیکن پہلی نظر میں وہ اس کو نہ پہچان سکا۔ مہر بانو کے چہرے کی شادابی اور شگفتگی رخصت ہو چکی تھی۔ آنکھیں قدرے اندر دھنس گئی تھیں اور رخساروں کی ہڈیاں ضرورت سے

زیادہ ابھر آئی تھیں چہرے کی سرخی زردی میں تبدیل ہو گئی تھی اور اسمیں تیرگی جھلکنے لگی تھی۔ موتی جیسے دانت قدرے بڑے معلوم ہونے لگے تھے۔

مہربانو کے قریب پہونچتے ہی جہانگیر کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور مہربانو بھی اپنے شوہر کی موجودگی کو فراموش کر کے محویت کے عالم میں اس کو حسرت کے ساتھ دیکھنے لگی۔

دین شاہ نے بڑھ کر جہانگیر سے ہاتھ ملایا اور وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"— اوہ دین شاہ! تم — اور —" اس نے دین شاہ سے مصافحہ کرتے ہوئے مہربانو کی طرف دیکھ کر کہا۔" مہربانو! تم نے مجکو خبر بھی نہ کی — خیر یہ نئی زندگی مبارک ہو —"

جہانگیر کے الفاظ ایک آتشیں تیر کی طرح مہربانو کے دل کی گہرائیوں میں اترتے ہوئے چلے گئے۔

"خوش آمدید جہانگیر —" مہربانو نے بدقت تمام کہا اور اس کو حسرت سے دیکھنے لگی۔

جہانگیر نے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"مجھ کو اپنی شادی کی بھی خبر نہ کی —"

مہربانو نے کچھ کہنا چاہا لیکن آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی اور وہ گھبرا کر اسکو دیکھنے لگی۔

جہانگیر کے لبوں پر ایک تبسم رقص کرتا ہوا نظر آیا اور غائب ہوگیا۔ طیارے کے دیگر مسافر اتر کر ادھر ادھر جمع ہونے لگے تھے۔ جہانگیر نے افسروں کو اپنے ضروری کاغذات دکھائے اور دین شاہ اور مہربانو کے ساتھ باہر آگیا۔ قلی سامان لئے ہوئے پیچھے آرہے تھے۔ مہربانو نے اپنی بیوک کی طرف دیکھ کر دین شاہ سے کہا۔

"— دوسری کار کہاں ہے —؟"

"— وہ سامنے اس ٹرک کے عقب میں کھڑی ہوئی ہے —"

جہانگیر نے کہا "میں یہاں سے براہ راست نیشنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جانا چاہتا ہوں —"

"— لیکن تم ہمارے یہاں قیام کروگے —"

جہانگیر نے مسکرا کر کہا۔ "شکریہ — مہر — لیکن میں فی الحال کوئی وعدہ نہیں کرسکتا —"

"کیوں —؟" مہربانو نے دریافت کیا۔

"روانگی سے قبل ہی مجھ کو مطلع کردیا گیا تھا کہ میں کلکتہ پہونچتے ہی براہ راست وہاں پہونچوں —"

"— اور اس کے بعد —؟" دین شاہ نے دریافت کیا۔

"اسکے بعد جہاں بھیجا جائے گا وہاں جاؤں گا —"

ایک طرف سے ایک اسٹیشن ویگن آکر اس کے پاس کھڑا ہوگیا اور ایک شخص دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ جہانگیر مہربانو اور دین شاہ اس طرف متوجہ ہوچکے تھے جہانگیر نے اس شخص کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور "ڈاکٹر رائے" کہتا ہوا اسکی طرف

بڑھا۔

ڈاکٹر رائے نے بڑھ کر مصافحہ کرنے کے بجائے اسکو لپٹا لیا اور رسمی گفتگو کے بعد کہا۔

"میں دس منٹ تاخیر سے پہونچا۔ اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ بہر حال زیادہ دیر نہیں ہوئی۔"

"مجھے بھی تعجب تھا" جہانگیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مہر بانو اور دین شاہ ان دونوں سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے جہانگیر نے دونوں سے ڈاکٹر رائے کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

"مہر! یہ میرے ہم جماعت ڈاکٹر رائے ہیں اور اسی ماہ امریکہ سے واپس آئے ہیں ۔۔"

مہر بانو نے مسکرا کر ڈاکٹر رائے سے مصافحہ کیا اور جہانگیر سے کہا۔

"ڈاکٹر رائے انسٹی ٹیوٹ میں تمہاری آمد کی اطلاع کر دیں گے تم ہمارے ساتھ چلو ۔۔؟"

"نہیں مہر ۔۔" جہانگیر نے لجاجت کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"میں بالکل مجبور ہوں لیکن یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جس وقت بھی فرصت ملی تمہارے یہاں آؤں گا۔"

ڈاکٹر رائے مہر بانو کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ کھوئی ہوئی نظروں سے کبھی جہانگیر کبھی دین شاہ اور کبھی اس پہاڑی آیا کی طرف دیکھ رہی تھی جو ننھی نرگس کو گود میں لئے ہوئے ان سے دور کھڑی تھی۔

قلی سامان لئے ہوئے کار کے پاس پہونچ گئے۔

"تو کیا واقعی تم انسٹی ٹیوٹ جاؤ گے ۔۔۔" مہر بانو نے جہانگیر سے دریافت کیا

"ہاں ۔۔۔" جہانگیر نے جواب دیا "لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے

یہاں ضرور آؤں گا ۔۔۔"

ڈاکٹر رائے نے جہانگیر سے پوچھا "۔۔۔ کیا وہ آپ کا سامان ہے ۔؟"

"ہاں ۔۔۔"

ڈاکٹر رائے کے اشارے پر قلیوں نے جہانگیر کا سامان اسٹیشن ویگن میں رکھدیا

جہانگیر نے آیا کے پاس پہونچکر ننھی نرگس کو دیکھا اور اپنے کوٹ کی جیب سے ایک

خوبصورت گھڑی نکال کر اس کے اونی شال میں رکھ دی۔

مہر بانو نے کہا "کیا اس کی ضرورت تھی ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔" جہانگیر نے کہا "تاکہ یہ بھی تمھاری طرح وقت کی قدر کر سکے"۔

مہر بانو کے منھ سے ایک دبی ہوئی چیخ نکل گئی اور جہانگیر اسٹیشن ویگن کے پاس

پہونچ گیا۔ دین شاہ اور ڈاکٹر رائے قریب ہی کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

دین شاہ نے جہانگیر کو دیکھتے ہی پوچھا۔

"تم ہمارے یہاں کب آرہے ہو ۔۔۔"

"میں فون پر بتا دونگا ۔۔۔" جہانگیر نے اسکی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ

بڑھاتے ہوئے کہا "آج تو شاید وقت نہ مل سکے گا لیکن کل کوشش کرونگا ۔۔۔"

وہ مصافحہ کر کے اسٹیشن ویگن میں بیٹھ گیا اور مہر بانو کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی

تک آیا کے پاس کھڑی ہوئی جہانگیر کی طرف دیکھ رہی تھی نگاہیں چار ہوتے ہی

جہانگیر نے مسکرا کر ہاتھ اٹھایا۔ ڈاکٹر رائے بھی اسکے پاس بیٹھ گئے اور اسٹیشن ویگن ایک لطیف جھٹکے کے ساتھ روانہ ہوگیا جہانگیر نے ڈرائیور کے سامنے لگے ہوئے شفاف شیشے پر نگاہیں جما دیں اور کچھ سوچنے لگا۔ ڈاکٹر رائے نے اسکو بغور دیکھا اور اسکے چہرے کے حزن وملال سے اسکی دلی کیفیات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر جہانگیر ۔۔۔ بساط زندگی میں ایسی شہ اور مات ہوتی ہی رہتی ہیں لیکن جیت اسی کی ہوتی ہے جو ہر مات کو شے سمجھ کر نئی امیدوں نئے جوش اور نئے ولولوں کے ساتھ نئی بساط بچھاتا ہے"

جہانگیر نے ڈاکٹر رائے کو پرمعنی نگاہوں سے دیکھا اور ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اپنی جگہ پر پہلو بدل کر کہا۔

"۔۔۔ لیکن بعض بساطیں ایسی ہوتی ہیں جو زندگی میں صرف ایک ہی بار بچھائی جاتی ہیں"

"تم کو بنی نوع انسان کے لئے بہت کچھ کرنا ہے" ڈاکٹر رائے نے جہانگیر کو سمجھاتے ہوئے کہا "اگر ہم اپنی زندگی سے اپنی صلاحیتیں نکال لیں تو باقی ہی کیا رہ جاتا ہے ۔۔۔ میرے خیال میں تو ہمارا عدم وجود برابر ہو جاتا ہے اور ہم میں اور عام انسانوں میں کوئی امتیاز نہیں باقی رہ جاتا ہے"

"مجھے فلسفہ سے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہے۔ سائنس کے جدید نظریات کی باتیں باتیں کرو ۔۔۔ تازہ ترین تحقیقات اور تجربات کے متعلق کچھ بتاؤ ۔۔۔"

"زندہ باش جہانگیر ۔۔۔" ڈاکٹر رائے نے اسکی پشت تھپتھپاتے ہوئے کہا "تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگے ۔۔۔"

جہانگیر کے استفسار پر ڈاکٹر رائے امریکہ کے حالات سنانے لگا اور

نصف گھنٹہ بعد اسٹیشن ویگن مضافات کلکتہ میں دریائے ہگلی کے کنارے ایک سہ منزلہ عمارت کے احاطہ میں داخل ہوا۔ پورٹیکو کے باہر سبزے پر ستر اسی آدمی کھڑے ہوئے تھے۔ اسٹیشن ویگن پورٹیکو میں پہونچکر ٹھہرا اور ایک معمر شخص بڑھ کر اسٹیشن ویگن کے پاس پہونچ گیا۔ جہانگیر نے اتر کر اس سے مصافحہ کیا اور دونوں باتیں کرتے ہوئے سبزے پر کھڑے آدمیوں کے پاس پہونچ گئے۔

انسٹی ٹیوٹ کے ہر فرد نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور کچھ دیر بعد وہ ڈاکٹر اور انسٹی ٹیوٹ کے مہتمم ڈاکٹر آئنگر کے ساتھ ان کے کمرے میں پہونچ گیا۔

انیسویں صدی کی ابتدا ہی سے جوہر مفرد کی پوشیدہ قوت سائنسدانوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ ۱۸۷۲ء میں ایک جرمن سائنسداں نے تیس سال کی تحقیق اور تجسس کے بعد قدرت کا یہ پوشیدہ راز معلوم کر لیا تھا کہ ذرہ میں لامحدود برقی قوت پنہاں ہے اور وہ برانگیختہ کی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ کس طرح برانگیختہ کی جا سکتی ہے اس کا راز نہیں دریافت کیا جا سکا تھا۔ اور گزشتہ ساٹھ سال سے دنیا کے چند سائنسداں اسی پر تحقیق کر رہے تھے۔

ڈاکٹر آئنگر نے جہانگیر سے اپنے کمرے میں کچھ دیر تک اسی موضوع پر گفتگو کی۔ اپنے ساتھ لنچ کھلایا اور لنچ کے بعد جب جہانگیر جانے لگا تو انھوں نے کہا "ڈاکٹر جہانگیر! اب آپ کو بہت محتاط اور عوام سے الگ تھلگ رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں ہمیشہ کا تنہائی پسند ہوں۔" جہانگیر نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے اور اسی لئے ڈاکٹر بوس نے آپ کو اس تحقیق کے لئے

منتخب کیا تھا اس کام میں رازداری پہلی شرط ہے ورنہ ہماری کوششیں رائیگاں جائینگی
آپ جس طاقت کا راز معلوم کر رہے ہیں اس سے دنیا کی تعمیر بھی ہو سکتی ہے اور
چشم زدن میں کرہ ارض پہ بادھی کیا جا سکتا ہے۔ ابھی تک ہم اس برقی طاقت کا
اندازہ نہیں لگا سکے ہیں لیکن بعض سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اس طاقت کی مدد سے
دنیا کو جنت بھی بنایا جا سکتا ہے اور دوزخ بھی ۔"

"جی ہاں مجھے اس کا احساس ہے" جہانگیر نے کہا "طاقت اچھے ہاتھوں
میں پڑکر بنی نوع انسان کی خدمت بھی کر سکتی ہے اور حریص اور لالچی انسان اسکو
بروئے کار لاکر انسانیت کو تباہ اور برباد بھی کر سکتے ہیں"

"ہندستانی سائنس اکیڈمی اور سائنس کی نیشنل کاونسل کے ہر رکن کو
آپ پر اعتماد ہے اسی لئے یہ فرائض آپ کو تفویض کئے گئے ہیں" ڈاکٹر آئنگر
نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا "اب آپ جاکر آرام کریں۔ کل دس بجے
ہندستانی سائنس اکیڈمی کے اراکین کلکتہ پہونچ جائیں گے اور بارہ بجے
اسی عمارت میں آپ سے ملاقات کریں گے ۔ دو بجے آپ کے اعزاز میں لنچ
ہوگا اور اس کے بعد ہم اس مسئلہ پر غور کریں گے کہ یہ تحقیق کس جگہ شروع کی جائے
اور آپ کو کس قسم کے آلات اور مشینوں کی ضرورت ہوگی ۔"

"میری رپورٹ تیار ہے۔ میں ابھی آپ کی خدمت میں حاضر کردونگا تاکہ
آپ اس کی نقل کل جمع ہونے والے سائنس دانوں میں تقسیم کرادیں ۔"

"میں آپ سے ابھی یہی کہنے والا تھا"
دونوں ایک ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اور ڈاکٹر آئنگر نے اس کے ساتھ چلتے

ہوئے کہا۔

"آپ کا سامان سرکاری اقامت گاہ میں پہونچا دیا گیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو کسی اچھے ہوٹل میں بھی آپ کے لئے ایک کمرہ لیا جا سکتا ہے لیکن محض رازداری کے خیال سے اس جگہ کو ترجیح دی گئی ہے۔"

"فی الحال میں یہیں رہونگا بعد میں دیکھا جائے گا۔"

ڈاکٹر آئنگر جہانگیر کے ساتھ دروازے تک گئے اور وہاں سے وہ ایک ملازم کے ساتھ اقامت گاہ کی طرف چلا گیا۔

کمرے میں پہونچکر اس نے ٹائپ کی ہوئی رپورٹ کا لفافہ نکالا اور ملازم کو دے کر ہدایت کردی کہ وہ یہ لفافہ ڈاکٹر آئنگر ہی کو دے ملازم کے جانے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا اور بستر پہ لیٹتے ہی سو گیا۔ شام کو ایک ملازم نے اس کو جگایا۔ اس نے غسل کر کے کپڑے پہنے اور چائے پی کر کمرے سے باہر نکلا ڈاکٹر رائے بالکنی کے وسط میں کھڑے ہوئے ایک معمر بنگالی سے باتیں کر رہے تھے۔ جہانگیر کو دیکھتے ہی وہ بنگالی کو رخصت کر کے اس کے پاس آ گئے۔

"کہاں چلے ——؟" انھوں نے قریب پہونچکر دریافت کیا۔

"مسٹر دین شاہ کے یہاں جانے کا ارادہ تھا۔"

"سرکاری کار لیجاؤ۔ ڈائرکٹر آئنگر نے گیرج سپرنٹنڈنٹ کو ہدایت کردی ہے کہ وہ ایک کار تمہارے لئے مخصوص کردے ——"

دونوں برآمدے سے گزرتے ہوئے گیرج کے سامنے پہونچ گئے ڈاکٹر رائے نے گیرج سپرنٹنڈنٹ کو بلا کر جہانگیر سے متعارف کرایا اور اس نے ایک ڈرائیور کو

بلا کر کہا۔

"شکور! سیڈن ۳۲ صاحب کے پاس رہے گا۔"

شکور نے گیرج سے ایک خوبصورت سیڈن کار نکال کر برآمدے کے سامنے کھڑی کر دی سپرنٹنڈنٹ نے جہانگیر سے کہا۔

"یہ کار آپ کے لئے مخصوص کر دی گئی ہے۔"

جہانگیر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کار پر بیٹھ کر دین شاہ کی کوٹھی پہونچا۔ مہربانو چمن میں فوارے کے پاس بید کی کرسی پر بیٹھی ہوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اپنی کوٹھی کے پھاٹک میں ایک شاندار کار داخل ہوتے ہوئے دیکھتے ہی وہ اس طرف متوجہ ہو گئی۔ کار پورٹیکو کے پاس پہونچ کر ٹھہری اور جہانگیر نیچے اُتر آیا۔ مہربانو اس کو دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اور اس کے چہرے پر رونق آگئی۔

"جہانگیر ـــ" اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

جہانگیر پھولوں کے پودوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس کے قریب پہونچ گیا۔

"جہانگیر ـــ تم آگئے ـــ" اس نے حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں مہر! ـــ پہلے میرا خیال کل آنے کا تھا لیکن کل میں بہت زیادہ مصروف رہوں گا اس لئے آج ہی آگیا ـــ میرے آنے سے تمہارے کسی پروگرام میں تو خلل نہ پڑے گا ـــ؟"

"نہیں ـــ تم کیسی باتیں کر رہے ہو ـــ" مہربانو نے کہا "آؤ بیٹھو ـــ"

اس نے اسکی طرف کرسی بڑھا دی اور دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جہانگیر نے چاروں طرف دیکھ کر پوچھا۔

"دین شاہ کہاں ہیں ۔۔۔؟"

"وہ چار بجے کلب چلے جاتے ہیں۔"

"۔۔۔ اور تم ۔۔۔؟" جہانگیر نے پوچھا "کیا تم کلب نہیں جاتی ہو۔؟"

"نہیں ۔۔۔" مہر بانو نے مغموم لہجہ میں جواب دیا "میں کمتر ہی کوٹھی سے باہر جاتی ہوں۔"

"۔۔۔ اور ننھی نرگس کہاں ہے ۔۔۔؟" جہانگیر نے پورٹیکو سے پھاٹک تک طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے پوچھا "۔۔۔ تم نے غالباً اس کا یہی نام بتایا تھا ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔" مہر بانو نے نگاہیں نیچی کر کے جواب دیا "وہ آیا کے ساتھ سیر کرنے گئی ہے ۔۔۔"

"تم بھی سیر و تفریح کے لئے جایا کرو۔" جہانگیر نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔ "تمھاری صحت خراب ہو چکی ہے۔"

مہر بانو اسی طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔ جہانگیر نے چند ساعت بعد کہا۔ "مجھے تمھاری والدہ کے انتقال کی خبر سن کر واقعی بہت دکھ ہوا تھا اور میں نے اسی روز تم کو تعزیتی خط لکھا تھا ۔۔۔"

"ہاں جہانگیر ۔۔۔ میرا گھر تو تباہ ہو گیا۔ والدہ کی اچانک موت نے والد صاحب کا دل توڑ دیا ہے اور ان کی صحت بھی روز بروز گرتی جا رہی ہے۔

آجکل وہ بمبئی کے ایک اسپتال میں زیر علاج ہیں۔"

"مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا اگر موقع ملا تو میں ضرور بمبئی جاؤنگا۔"

مہربانو نے پھر سر جھکا لیا اور کچھ سوچنے لگی۔ اس نے جہانگیر سے شادی کا وعدہ کیا تھا لیکن اس کے جانے کے بعد دین شاہ سے شادی کر لی تھی اسلئے جہانگیر کو اس سے نفرت ہو جانا چاہیئے تھی لیکن اس کے برعکس اسکی حالت دیکھ کر جہانگیر کو اس سے ہمدردی ہو گئی تھی اور اس وقت اسکو مغموم اور افسردہ دیکھ کر وہ اس سے بھی زیادہ مغموم اور افسردہ ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک اسی عالم میں بیٹھے رہنے کے بعد مہربانو نے جہانگیر کی طرف دیکھا وہ بھی اسی کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نگاہیں چار ہوئیں اور مہربانو نے پھنسی ہوئی آواز میں انکو مخاطب کیا۔

"جہانگیر ——!"

"ہاں —— مہر —— کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو ——؟"

"چلو ڈرائنگ روم میں چل کر بیٹھیں ——"

مہربانو کھڑی ہو گئی۔ جہانگیر بھی اٹھا اور دونوں خاموشی کے ساتھ سبزے پر سے گزرتے ہوئے برآمدے میں پہونچ گئے۔ ایک ملازم نے بڑھ کر ڈرائنگ روم کا دبیز پردہ اٹھایا اور مہربانو جہانگیر کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ ——" مہربانو نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

جہانگیر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"چائے منگاؤں یا پی کر آئے ہو ——؟"

"میں چائے پی کر آیا ہوں ۔" جہانگیر نے آہستہ سے جواب دیا۔

مہربانو اس کے قریب ایک دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی اور اس سے کہا۔

"آج شب کو تم میرے ساتھ کھانا کھاؤ گے ۔۔۔"

"میں سرکاری اقامت گاہ میں ٹھہرا ہوا ہوں لیکن خیر کوئی مضائقہ نہیں ۔۔"

مہربانو اٹھ کر باہر چلی گئی اور دس منٹ بعد واپس آ گئی ۔

"میرے لئے کسی خاص انتظام کی ضرورت نہیں ۔" جہانگیر نے اس سے کہا۔ "تم جانتی ہو کہ مجھے سادہ غذا پسند ہے ۔۔۔ میرے معمولات میں ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا ہے ۔۔"

"۔۔۔ لیکن میری تو دنیا بدل گئی ۔۔۔" مہربانو نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے حسرت کے ساتھ کہا۔

"خدا کا شکر ادا کرو کہ بدلی ہوئی سہی لیکن ہے تو ۔۔۔"

جہانگیر نے کہا ۔ "میری تو دنیا ہی لٹ گئی ۔۔۔" الٹ

"جہانگیر!" مہربانو نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ۔ "ان رستے ہوئے ناسور کو نہ چھیڑو ۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔

"مہرا" جہانگیر نے گھبرا کر کہا "مجھے معاف کرو ۔ کسی وقتی جذبہ کے ماتحت میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے تھے ۔۔۔ میں واقعی بہت شرمندہ ہوں ۔"

"معافی تو مجھ کو مانگنا چاہیئے ۔۔۔" مہربانو نے رندھی ہوئی آواز سے کہا۔

"بدعہدی میں نے کی ہے گنہگار میں ہوں جہانگیر ۔۔۔ تمہاری گنہگار ۔۔۔"

مہربانو نے برقی سرعت کے ساتھ گھٹنوں کے بل جھک کر جہانگیر کے دونوں
ہاتھ پکڑ لئے اور ان پر اپنی آنکھیں ملتے ہوئے سسکیاں لینے لگی۔

"مہر ۔۔۔ مہر ۔۔۔ ہوش میں آؤ ۔۔۔ یہ کیا کر رہی ہو ۔۔۔؟" جہانگیر
نے گھبرا کر کہا۔

"مجھے معاف کر دو جہانگیر ۔۔۔" مہربانو بدقت تمام کہہ سکی اور پھر سسکیاں
لینے لگی۔

"میں نے معاف کر دیا مہر ۔۔۔ تم اپنی حالت سنبھالو ۔۔۔ اٹھو ۔۔۔"
جہانگیر نے مہر کو اٹھا کر صوفے پر بٹھا دیا اور اسکو سمجھاتے ہوئے کہا۔
"آخر ان باتوں سے کیا حاصل۔ جو ہونا تھا ہو چکا ۔۔۔ انسان کو اپنی موجودہ
حالت پر قانع رہنا چاہیئے ۔۔۔"

وہ کچھ دیر بعد خاموش ہو گئی۔

"جاؤ ۔۔۔ منہ دھو ڈالو ۔۔۔ ورنہ طبیعت کسلمند ہو جائے گی" جہانگیر
نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہا "تم کو دیو شاہ کے جذبات اور احساسات کا بھی
خیال رکھنا چاہیئے ۔۔۔"

اس نے مہربانو کو ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہونچا دیا۔ اور واپس
آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اس کو اس بات کا افسوس تھا کہ اسکی زبان سے ایسا جملہ
کیوں نکل گیا جس نے مہربانو کو بیچین کر دیا اور اس نے اپنی نسائیت اور خودداری
کو بالائے طاق رکھ کر اس کے ہاتھ پکڑ لئے اور رو کر معافی مانگنے لگی۔

کچھ دیر بعد مہربانو پھر ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ اس کے پیچھے آیا بھی نرگس کو

گود میں لیٹے ہوئے تھی۔ جہانگیر نے اٹھ کر آیا سے نرگس کو لے لیا اور اس کو کچھ دیر کھلا کر آیا کو دیتے ہوئے مہربانو سے کہا۔

"مہر ـــ تم کو اپنی اس ننھی معصوم بچی کا خیال کرنا چاہیئے۔"

مہربانو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آیا بچی کو لے کر باہر چلی گئی۔ جہانگیر نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"دین شاہ کے والدین کہاں ہیں ـــ"

"گزشتہ سال دونوں کا انتقال ہوگیا۔"

"تم نے مجھ کو ان کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا ـــ"

"جہانگیر! ـــ" مہربانو نے اپنی آواز صاف کرتے ہوئے کہا۔ "شادی کے بعد سے اب تک میرا ضمیر مجھکو برابر ملامت کرتا رہا ہے۔ میں تم کو یقین دلاتی ہوں کہ اس بدعہدی میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"تم نے پھر وہی باتیں شروع کردیں۔" جہانگیر نے اس کو خاموش کرانے کی غرض سے کہا۔

"ہاں ـــ اس وقت میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں مجھ کو کہہ لینے دو ـــ مجھ سے یہ غلطی ضرور ہوئی کہ میں دین شاہ سے یہ نہ کہہ سکی کہ میں کسی کی تمناؤں کا مرکز بن چکی ہوں اور کسی سے شادی کا وعدہ کر چکی ہوں ـــ اور ـــ اور مجھے اپنی اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔"

"ان باتوں کو بھول جاؤ ـــ" جہانگیر نے کہا۔ "ایسے اتفاقات زندگی میں پیش آتے ہی رہتے ہیں اور ان ہی کا نام زندگی ہے۔"

ان کے تجربات کی مکمل تفصیل ایک خفیہ نشرگاہ سے کسی دوسرے ملک کے لئے نشر کی جارہی ہے اس لئے انھوں نے فرینک فرٹ کے قریب ایک جنگل میں اپنا دارالتجارب بنایا اور حکومت کی طرف سے اس جنگل میں جا بجا چوکیاں قائم کردی گئیں تاکہ کوئی شخص وہاں نہ پہونچ سکے۔"

ڈاکٹر بوس نے کہا "اگر آبادی سے دور ہی دارالتجارب بنانا ضروری ہے تو کلکتہ کے قریب دریا کے دہانے پر بیسیوں چھوٹے بڑے جزیرے ہیں۔ ان میں سے ایک جزیرہ منتخب کرلیا جائے۔"

جہانگیر نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور حکومت کو تجاویز روانہ کردی گئیں۔ جہانگیر کو ذاتی تحقیق کے لئے جن آلات کی ضرورت تھی انکے متعلق بھی حکومت کو مطلع کردیا گیا اور تین روز بعد جہانگیر کو انسٹی ٹیوٹ کی عمارت سے باہر نکلنے کا موقع ملا اور وہ کلکتہ جانے کے لئے اپنے کمرے سے باہر نکلا۔

ڈاکٹر رائے نے اسکو آواز دے کر پوچھا۔

"کیا کلکتہ جارہے ہو ـــــ؟"

"ہاں ـــــ"

"میں بھی چلوں گا ـــــ"

"آؤ ـــــ" جہانگیر نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

شکور نے کار کا دروازہ کھولا اور دونوں اندر بیٹھ گئے۔

"مہربانو سے ملاقات ہوئی ـــــ؟" ڈاکٹر رائے نے دریافت کیا۔

کار کلکتہ کی طرف روانہ ہوچکی تھی۔ جہانگیر نے لاپرواہی کے ساتھ کہا۔

دوسرے کمرے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ مہر بانو اُٹھ کر چلی گئی اور کچھ دیر بعد آ کر کہا "دین شاہ نے کلب سے ٹیلیفون کیا تھا۔ میں نے تمھاری آمد کی اطلاع کر دی ہے۔ وہ آ رہے ہیں"

دونوں دین شاہ کے کاروبار کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ نصف گھنٹہ بعد دین شاہ بھی آگیا۔ آٹھ بجے جہانگیر نے دونوں کے ساتھ کھانا کھایا اور نو بجے اپنی قیامگاہ پر پہونچ گیا۔

(۲)

دوسرے روز جہانگیر نے ہندستانی سائنس اکیڈمی کے اراکین کو اختصار کے ساتھ اپنے تجربات کی رپورٹ سنائی ہر رکن کے سوال کا جواب دیا اور جوہر مفرد پر تحقیق کے لئے کسی مناسب جگہ کے انتخاب کی تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر بوس اور ڈاکٹر اُنگر کا خیال تھا کہ یہ تحقیق اسی دارالتجارب میں کی جائے لیکن جہانگیر اور اکیڈمی کے بیشتر اراکین اس کے لئے ایک علیحدہ دارالتجارب کے تعمیر کئے جانے کے حق میں تھے۔ ایک رکن نے کہا۔

"ایسی تحقیق آبادی سے کم از کم دو سو میل کے فاصلہ پر ہونا چاہئے تاکہ ذرہ کی طاقت سے پیدا ہونے والی ریڈیائی لہریں انسانی زندگی کو نہ متاثر کر سکیں۔"

جہانگیر نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "اسی کے ساتھ ہم کو رازداری کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اس وقت آٹھ ممالک کے سائنداں جوہری طاقت کا راز معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جرمنی میں پہلے اس کی تحقیق برلن کے ایک دارالتجارب میں شروع ہوئی تھی لیکن جرمنی سائنسدانوں کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ

"ہاں اسی روز میں صرف چند گھنٹوں کے لئے انکے یہاں گیا تھا۔"

"اس نے جو غلطی کی ہے اس کا اس کو بھی احساس ہے۔" ڈاکٹر رائے نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"۔۔ لیکن اس احساس سے حاصل کیا ہوگا ۔۔؟"

"ہر شخص اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔" ڈاکٹر رائے نے کہا۔ "تم اس کو سمجھاؤ ورنہ وہ بہت جلد کسی مہلک مرض کا شکار ہو جائیگی۔"

جہانگیر کھڑکی سے باہر مضافاتی کارخانوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ڈاکٹر رائے نے اسکو خاموش دیکھ کر کہا۔

"بہرحال تم ان باتوں کا اثر نہ لینا۔ ابھی تم کو بہت کچھ کرنا ہے۔"

"میں یہاں پہونچنے کے بعد سے ابتک اسی پہلو پر غور کرتا رہا ہوں کہ مجھے اپنا کام کس طرح شروع کرنا چاہئے ۔۔۔"

"اسکے متعلق تو تم ہی کوئی فیصلہ کر سکتے ہو۔ میں نے تو آج سے نیم کی پتی کا تجزیہ شروع کر دیا ہے۔"

دونوں اپنی مصروفیات کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ کلکتہ پہونچ کر جہانگیر نے ڈاکٹر رائے کو چورنگی پر اتار دیا اور مہر بانو کی کوٹھی پر پہونچا۔ مہر بانو اور دین شاہ اپنے چند مہمانوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور مہر بانو نے مہمانوں سے تعارف کرایا۔

"ڈاکٹر جہانگیر مجھے آپ سے مل کر بہت مسرت ہوئی۔" مہمانوں میں سے ایک لڑکی نے کہا "میں نے ایک ہفتہ قبل کسی اخبار میں آپ کے متعلق پڑھا تھا

کہ آپ جوہری طاقت پر تحقیق شروع کرنے والے ہیں۔"

"جی ہاں خیال تو یہی ہے ۔۔۔" جہانگیر نے محض اخلاقاً جواب دیا۔

دین شاہ بول اٹھا۔ "فیروزہ! تم بے مطلب باتیں بہت زیادہ کرتی ہو۔"

لڑکی ہنسنے لگی۔ مہربانو نے جہانگیر سے کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم چائے پی کر آئے ہو گے لیکن اس وقت تم کو ہم لوگوں کے ساتھ چائے پینا ہو گی۔"

جہانگیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "دراصل میں آج چائے پینا ہی بھول گیا۔"

دین شاہ نے متحیر ہو کر کہا۔ "تعجب ہے ۔۔۔ یعنی تم چائے پینا بھول گئے۔"

"۔۔۔ ہاں ۔۔۔ میں کبھی کبھی کھانا بھول جاتا ہوں۔ کل ایک مشاورت تھی۔ ہم ایک بجے لنچ کے لئے اٹھے۔ سب ڈائننگ ہال کی طرف چلے گئے اور میں اپنے کمرے میں پہونچ کر آرام کرسی پر دراز ہو گیا ۔۔۔"

"۔۔۔ اور بھوکے لیٹے رہے ۔۔۔؟" مہربانو نے پوچھا۔

"لیٹا رہا لیکن میرے ساتھیوں میں سے کسی کو یاد آگیا اور اس نے ویٹر کو بھیجا۔ اس وقت مجھ کو خیال آیا کہ واقعی یہ لنچ کا وقت ہے۔"

مہربانو اسکو ہمدردانہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ فیروزہ کے پاس بیٹھی ہوئی ایک معمر خاتون نے کہا۔

"شاعر۔ فلاسفر۔ ادیب اور سائنسدان کچھ ہوتے ہی ہیں لاأبالی ۔۔۔ انھیں کھانے پینے تک کا ہوش نہیں رہتا ہے۔"

ایک تیسری مہمان خاتون ایک شاعر شوہر کا قصہ سنانے لگی۔ مہربانو اٹھ کر

ڈرائنگ روم سے باہر گئی اور فوراً واپس آکر کہا۔

"چائے کی میز چنی جا چکی ہے ——"

وہ سب دوسرے کمرے میں پہونچے اور مہمان چائے پی کر رخصت ہو گئے

مہربانو نے جہانگیر سے کہا۔

"آج تم ہمارے ساتھ پکچر دیکھنے چلو گے ——"

"ایک ہفتہ تک بالکل آزاد ہوں ——"

"اسکے بعد ——؟" دین شاہ نے دریافت کیا۔

"کام شروع ہوتے ہی مجھے دارالتجارب سے باہر نکلنے کی مہلت نہ ملیگی۔"

"دماغی کام کرنے والوں کے لئے سیر و تفریح ضروری ہے ——" مہربانو نے جہانگیر سے کہا۔ "تم کو سیر و تفریح کے لئے وقت نکالنا ہوگا۔"

جہانگیر نے کہا۔ "ابھی میں وثوق کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا ہوں۔"

دین شاہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو پھر اپنا ضروری کام ختم کر آؤں۔ ہم پہلا شو دیکھنے چلیں گے۔"

مہربانو بول اٹھی۔ "—— اور واپسی پر جہانگیر ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے"

دین شاہ چلا گیا۔ مہربانو اور جہانگیر چمن میں آکر بید کی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ مہربانو نے کہا۔

"جہانگیر! مجھکو یہ معلوم ہو کر بہت رنج ہوا کہ تم کھانا کھانا بھول جاتے ہو۔"

جہانگیر نے ہنس کر کہا۔ "روز تو ایسا نہیں ہوتا ہے۔ ہاں جب مصروفیت زیادہ ہوتی ہے تو بھوک نہیں معلوم ہوتی ہے۔"

"— لیکن یہ عادت ٹھیک نہیں۔ اس طرح تم بتدریج اپنی تندرستی کھو بیٹھو گے۔"

"مہر! مجھ سے زیادہ تم کو اپنی تندرستی کا خیال کرنا چاہئے — تم بتدریج گھلتی جارہی ہو۔"

"اب میری حالت سنبھل جائے گی —" وہ مسکرا دی۔

جہانگیر نے کہا "تمھاری یہ سہیلی بہت بیباک معلوم ہوتی ہے —"

"تم فیروزہ کے متعلق کہہ رہے ہو۔ فیروزہ خسرو عادل —"

"ہاں — میں ایسے لوگوں سے گھبراتا ہوں جو پہلی ہی ملاقات میں غیر متعلق باتیں شروع کر دیتے ہیں۔"

"وہ پرسوں بھی تمھارے متعلق مجھ سے دریافت کر رہی تھی —"

"کیا اس کو اس کا علم تھا کہ تم مجھکو جانتی ہو۔؟"

"ہاں —" مہر بانو نے کہا "تمھارے آنے سے قبل ایک روز وہ یہاں آئی تھی۔ اس وقت میں مادام آغا بائر سے تمھارا ہی ذکر کر رہی تھی۔"

"خیر — اب تم میرے متعلق اس سے اور کچھ نہ بتانا۔ ایسی لڑکیاں بہت جلد بے تکلف ہونے کی کوشش کرتی ہیں۔"

"تم اقامت گاہ میں کب تک رہو گے —؟"

"جب تک کوئی فیصلہ نہ ہو جائے کہ مجھکو کہاں کام کرنا ہے اس وقت تک مجھکو وہیں رہنا ہوگا۔"

"تم یہاں کیوں نہیں آجاتے ہو —؟" مہر بانو نے کہا "یہاں تم بہت سکون کے ساتھ رہ سکتے ہو۔"

"ہاں — لیکن شاید مجھ کو بہت جلد کلکتہ سے باہر جانا پڑے —"

"کیا تم یہاں نہیں رہو گے —؟" مہربانو نے جہانگیر کو حسرت کے ساتھ دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں —" جہانگیر نے جواب دیا "لیکن کلکتہ سے قریب ہی کہیں رہونگا اور کبھی کبھی یہاں آتا رہونگا —"

مہربانو نے اپنی کرسی کے تکیہ پر سر ٹکا لیا اور کھوئی ہوئی نظروں سے ہرسنگار کے درخت کی طرف دیکھنے لگی۔

"مہر! —" جہانگیر نے اس کو ہمدردانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے مخاطب کیا "انسان کی زندگی میں فرائض بہت اہمیت رکھتے ہیں اور اگر ان سے غفلت برتی جائے تو زندگی کی راہیں بدل جاتی ہیں —"

مہربانو نے آسمان کی طرف دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ جہانگیر نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"تم کو بھی اپنے فرائض پر نظر رکھنا چاہیئے اب تم زین شاہ کی رفیقۂ حیات ہی نہیں بلکہ ننھی نرگس کی ماں بھی ہو — ماں کے فرائض بہت مقدس ہوتے ہیں — ان سے روگردانی نہیں کی جا سکتی —"

مہربانو نے ایک طویل ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تمہارا خیال صحیح ہے — میں کوشش کرونگی کہ حسن و خوبی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کر سکوں —"

"میری باتوں کا برا نہ ماننا —" جہانگیر نے دوستانہ لہجہ میں کہا "تمہاری

حالت دیکھ کر مجکو دکھ ہوتا ہے "

" میرا وجود بھی کتنا نامبارک ہے کہ اپنی زندگی میں کسی کو بھی خوش نہ رکھ سکی "

جہانگیر نے فلسفیانہ انداز میں کہا " اگر انسان اپنی زندگی سے مطمئن نہ ہو تو اس کو اپنے اصول بدل دینا چاہئیں "

دین شاہ کی کار پھاٹک میں داخل ہوئی اور دونوں اس طرف دیکھنے لگے کار پورٹیکو میں پہونچ کر ٹھہر گئی اور دین شاہ کے ساتھ فیروزہ بھی اتری۔ جہانگیر نے اس کو دیکھتے ہی مہربانو سے کہا۔

" دیکھو یہ لڑکی پھر آگئی "

" آجانے دو ــــ تم اس سے اس قدر گھبرا کیوں رہے ہو ــ ؟ "

جہانگیر کے جواب سے قبل وہ دونوں ان کے قریب پہونچ گئے اور فیروزہ نے دور ہی سے جہانگیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

" ڈاکٹر جہانگیر! دیکھئے میں پھر آگئی۔ اگر مجکو معلوم ہوتا کہ آپ ابھی یہاں ٹھہریں گے تو میں نہ جاتی ــــ "

جہانگیر اور مہربانو کھڑے ہو گئے۔ دین شاہ نے مہربانو کے قریب پہونچکر کہا " یہ بھی ایک عجیب اتفاق تھا کہ یہ دوکان پر مل گئیں "

مہربانو نے کہا " ان کو سیر و تفریح کے علاوہ اور کام ہی کیا ہے "

" اسی کا نام زندگی ہے ــــ " فیروزہ نے ہنستے ہوئے کہا " میں مردنگی بھی چلتی پھرتی ہوئی ــــ "

" بیٹھو بیٹھو ــــ تم کھڑے کیوں ہو گئے ــــ ؟ " دین شاہ نے جہانگیر

کو بٹھاتے ہوئے کہا۔

مہر بھی بیٹھ گئی۔ دین شاہ نے ایک کرسی فیروزہ کی طرف بڑھائی اور دوسری کرسی پر خود بیٹھ گیا۔ مہر بانو نے اس سے پوچھا۔

"ہم آج کہاں چلیں گے ۔۔۔؟"

"مٹرو ۔۔۔" دین شاہ نے کہا۔

"کہیں بھی چلو ۔۔۔" مہر بانو نے کہا۔ "پکچر اچھا ہونا چاہیئے اور المیہ نہ ہو۔"

فیروزہ نے جہانگیر سے پوچھا "آپ کس قسم کے پکچرس پسند کرتے ہیں۔؟"

"مجھے فلمس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔" جہانگیر نے بے دلی کے ساتھ جواب دیا۔

مہر بانو نے کہا۔ "اچھا اب ہم کو اٹھنا چاہیئے ۔۔۔"

وہ سب اُٹھے اور باتیں کرتے ہوئے پورٹیکو میں پہنچ گئے۔ مہر بانو نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے جہانگیر سے کہا

"۔۔۔ جہانگیر آؤ تم میرے ساتھ بیٹھو ۔۔۔"

دین شاہ نے اسٹیرنگ کے سامنے جگہ سنبھالی اور فیروزہ اس کے سامنے بیٹھ گئی لیکن پیچھا پاؤس پہونچ کر جہانگیر کو مجبوراً فیروزہ کے پاس اس طرح بیٹھنا پڑا کہ وہ اسکے بائیں جانب بیٹھے اور مہر بانو دائیں جانب اور اس کے پاس دائیں جانب دین شاہ بیٹھ گیا۔

فیروزہ نے حسب عادت جہانگیر سے باتیں شروع کر دیں اور اس سے پوچھا۔

"برلن میں آپ نے کیسی زندگی گزاری ۔۔۔؟"

"جس طرح یہاں گزار رہا ہوں ــــ"

"کیا وہاں بھی آپ لڑکیوں کے ساتھ پکچر دیکھنے جاتے تھے ــ؟" فیروزہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی نہیں ــــ" جہانگیر نے جواب دیا "اور نہ یہاں میں لڑکیوں کے ساتھ پکچر یا سیر و تفریح کے لئے جاتا ہوں ــــ"

فیروزہ نے ہنسکر کہا "لیکن اس وقت تو آپ دو نوجوان عورتوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں ــــ"

"یہ بھی ایک اتفاق ہے ــــ" جہانگیر نے کہا "اور اس کے لئے میں دین شاہ کا شکر گذار ہوں ــــ"

فیروزہ جہانگیر کے اس لطیف طنز کو نہ سمجھ سکی اور مسکرا دی۔ مہر بانو نے اس سے کہا۔

"فیروزہ! زیادہ باتیں نہ کرو ورنہ یہ اکتا جائیں گے ــــ"

"اوہ! ــــ" اس نے جہانگیر سے معذرت کرتے ہوئے کہا "معاف فرمائیے گا میں یہ بھول ہی گئی تھی کہ آپ بہت کم سخن ہیں ــــ"

دو چار منٹ بعد دین شاہ نے جہانگیر سے دریافت کیا۔

"یہاں واپس آکر تمہاری طبیعت تو نہیں گھبرائی ــــ؟"

"نہیں ــــ" جہانگیر نے کہا "جمبئی میں بھی میرا زیادہ وقت محل میں گزرتا تھا اور یہاں بھی یہی ہوگا ــــ"

مہر بانو نے کہا "جہانگیر تم بھی خود پر زیادتی کر رہے ہو۔ ایک بند کمرے میں

زندگی گزار دینے سے کیا حاصل ہے ـــــ؟"

"ہاں، جہانگیر" دین شاہ بول اٹھا "آخر اس سے تمہارا کیا مقصد ہے ــــ؟"

بنی نوع انسان کی خدمت ـ" جہانگیر نے جواب دیا اور کچھ سوچ کر عمداً گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا "ہم سب کسی نہ کسی صورت میں بنی نوع انسان کی خدمت کرتے رہتے ہیں ــــ"

فیروزہ نے کہا "واقعی اگر آپ نے جوہری طاقت کو برانگیختہ کرنے کا راز معلوم کر لیا تو یہ بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت ہوگی ـ"

جہانگیر پردہ سیمیں کی طرف دیکھنے لگا۔ دین شاہ نے مہربانو سے آہستہ آہستہ باتیں شروع کر دیں۔ کچھ دیر بعد فیروزہ نے جہانگیر سے کہا۔

"آپ میری موجودگی سے اجنبیت تو نہیں محسوس کرتے ہیں ـ؟"

"قطعی نہیں ہے ــــ" جہانگیر نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "ــــ لیکن ہاں مجھے اپنی اس کمزوری کا اعتراف ہے کہ میں بہت جلد بے تکلف بھی نہیں ہوتا ہوں ـ"

"زندگی نے آپ کو تنہائی پسند بنا دیا ہے ـ"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو ــــ" جہانگیر نے پردہ سیمیں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دونوں خاموش ہو گئے۔ دین شاہ ابھی تک مہربانو سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا اور وہ پردہ سیمیں پر نگاہیں جمائے خاموش بیٹھی ہوئی اس کی باتیں سن رہی تھی جہانگیر نے اس کی طرف دیکھا اور پہلو بدل کر پھر پردہ سیمیں کی طرف دیکھنے لگا۔

فیروزہ نے اس کو آنکھوں کے گوشوں سے دیکھا اور ایک ساعت بعد اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر جہانگیر! کیا کل آپ میرے مکان پر چائے پی سکتے ہیں۔؟"

"کل ــــــ؟"

"جی ہاں۔" فیروزہ نے کہا۔ "میں مہربانو اور دین شاہ کو بھی بلالونگی۔"

دین شاہ نے اپنا نام سن کر کہا۔ "میں تو نہ آسکونگا۔ مجھے کل صبح بیرک پور جانا ہے اور وہاں سے شام تک واپس آؤنگا ــــــ"

"خیر کوئی مضائقہ نہیں ــــــ" فیروزہ نے کہا۔ "مہربانو تو نہیں جارہی ہیں۔؟"

جہانگیر نے کہا۔ "بہتر ہے میں تین بجے ان کے یہاں پہونچ جاؤنگا ــــــ"

"مہر تم ڈاکٹر جہانگیر کو لے کر میرے یہاں آجانا ــــــ"

مہربانو نے فیروزہ سے دریافت کیا۔ "کیا کسی اور کو بھی بلاؤگی ــــــ؟"

فیروزہ نے کہا۔ "اگر مس وائیلٹ مارشل کو وقت ملا تو وہ بھی آجائینگی۔"

"ان کے علاوہ اور کسی کو نہ بلانا۔" مہربانو نے کہا۔ "کیوں جہانگیر ــــــ!"

"ہاں ــــــ" جہانگیر نے فوراً جواب دیا۔ "میں سوسائٹی سے دور رہنا چاہتا ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھئے۔" فیروزہ نے اسکو یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "مس وائیلٹ مارشل کے علاوہ میں کسی اور کو نہ مدعو کرونگی۔ وائیلٹ میری عزیز ترین سہیلی ہے ــــــ"

گھنٹی بجی سب خاموش ہوگئے اور روشنیاں گل ہوتے ہی پردہ سیمیں کی طرف

دیکھنے لگے۔ انٹرول میں جہانگیر اٹھ کر کچھ دیر کے لئے باہر چلا گیا۔ مہر بانو نے چاروں طرف دیکھ کر فیروزہ کو جہانگیر کی نشست پر بلا لیا اور جھک کر اس کے کان میں کہا۔

"فیروزہ ۔۔۔ جہانگیر سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرو ورنہ وہ ہم لوگوں سے بھی کنارہ کش ہو جائیں گے ۔۔۔"

"کیوں ۔۔۔"

"وہ عورتوں کے قرب سے ہمیشہ بھاگتے رہے ہیں"

دین شاہ نے بھی مہر بانو کی تائید کی۔ فیروزہ نے ہنسکر کہا۔

"اچھا ۔۔۔ اور اگر میں ان کا یہ حجاب ختم کرا دوں تو ۔۔۔؟"

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو فیروزہ ۔۔۔" مہر بانو نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"میں ان کو آٹھ دس سال سے جانتی ہوں ۔۔۔"

"خیر ۔۔۔ تم کہتی ہو تو میں تسلیم کئے لیتی ہوں" فیروزہ نے کہا "میں پھر کہتی ہوں کہ انکا حجاب دور ہو سکتا ہے"

"تم بحث کرنے کی عادی ہو گئی ہو ۔۔۔" مہر بانو نے منھ بنا کر کہا "۔۔۔ انسان کو اسکی گفتگو اور اس کے اطوار سے پہچاننے کی کوشش کیا کرو"

دین شاہ بول اٹھا "واقعی وہ عجیب طبیعت کا انسان ہے"

جہانگیر کو دیکھ کر مہر بانو نے آہستہ سے کہا۔

"اچھا اب خاموش ہو جاؤ ۔۔۔ وہ آ رہے ہیں ۔۔۔"

فیروزہ اپنی جگہ پر چلی گئی اور جہانگیر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ مہر بانو نے اس سے کہا

"میں تم سے کہنا بھول گئی کل ہاجرہ اور نلینی آئی تھیں ۔۔"

"اچھا تمھاری وہ سہیلیاں جو تمہاری ہم جماعت تھیں ۔۔"

"ہاں ۔۔ تمھارے متعلق دریافت کر رہی تھیں۔ اگر اب کسی روز آئیں تو میں تم کو ٹیلیفون پر مطلع کر دونگی ۔۔"

کچھ دیر بعد پکچر شروع ہوگیا۔ دین شاہ اور مہر بانو پھر آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے۔ فیروزہ خاموش بیٹھی ہوئی پردہ سیمیں کی طرف دیکھتی رہی۔ پکچر ختم ہونے کے بعد چاروں باہر آئے۔ دین شاہ نے مہر بانو سے دریافت کیا۔

"کیا تم نے فیروزہ سے کھانے کے لئے کہہ دیا ہے۔؟"

"نہیں ۔۔ لیکن اس کو ہمارے ساتھ چلنے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

دین شاہ نے فیروزہ سے کھانے کے لئے کہا اور وہ تیار ہوگئی سب نے کوٹھی پر پہونچکر کھانا کھایا اور جہانگیر اپنی قیامگاہ کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد فیروزہ بھی چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد مہر بانو نے دین شاہ سے کہا۔

"مجھے تمہاری رائے سے قطعی اتفاق نہیں ہے۔ جہانگیر شادی نہیں کرینگے۔"

"خیر ۔۔ میں وثوق کے ساتھ تو نہیں کہہ سکتا لیکن اگر فیروزہ اور جہانگیر کی ملاقاتیں ہوتی رہیں تو جہانگیر اسکی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

"دین شاہ! تم صرف کاروباری باتیں سمجھ سکتے ہو۔" مہر بانو نے پورے یقین سے کہا "انسان کو پہچاننا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔"

وہ ساری کا آنچل درست کرتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

(۵)

فیروزہ نے جیسے ہی اپنے کمرے کا پردہ اٹھایا سامنے صوفے پر وائیلٹ بیٹھی ہوئی نظر آئی۔ وہ ہاتھ میں ایک انگریزی ناول لئے ہوئے پردے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ فیروزہ نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم میرے انتظار میں بیٹھی ہوگی ——"

"کہو —— کچھ کامیابی ہوئی ——؟" وائیلٹ نے دریافت کیا۔

"ہاں ——" فیروزہ اس کے قریب ہوتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور سینڈل کا تسمہ کھولتے ہوئے کہا "کل شام کو چائے پر آئیں گے ——"

"کوئی نئی بات معلوم ہوئی ——؟"

"نہیں —— جب بھی تحقیق اور تجربات کا ذکر آیا وہ خاموش ہو گئے" فیروزہ نے اٹھتے ہوئے کہا "میں لباس تبدیل کر لوں ابھی سب باتیں تفصیل کے ساتھ بتاتی ہوں"

وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی اور چند منٹ بعد لباس تبدیل کر کے واپس آگئی۔

"—— آؤ ادھر بیٹھ جاؤ اور مجکو تفصیل کے ساتھ سب باتیں بتاؤ ——" وائیلٹ نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

فیروزہ اس کے پاس بیٹھ گئی اور چہرے سے بالوں کی لٹیں ہٹاتے ہوئے کہا "وہ عورتوں کے قرب سے بھاگتے ہیں اور سوسائٹی سے بھی دور رہنا چاہتے ہیں"

"مجھے اس کا علم ہے۔" وائیلٹ نے کتاب میز پر رکھ کر کہا۔

فیروزہ نے کہا۔ "میں نے آج تک اس طبیعت کا نوجوان ہی نہیں دیکھا ہے۔ ان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی میں نے ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ ایک بار بھی نہیں مسکرائے۔"

"خیر تم کو ہمت نہ ہارنا چاہیئے ـــ لیکن ہاں ـــ دیکھو پھسل نہ جانا ـــ وہ بہت وجیہہ اور شکیل جوان ہیں ـــ"

"ہاں ہیں تو ـــ" فیروزہ نے مسکرانے کے بجائے بہت سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"فیروزہ! اگر تم ڈاکٹر جہانگیر پر ریجھ گئیں تو ہم اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔"

فیروزہ نے فرش پر نگاہیں جما دیں اور کچھ سوچنے لگی۔ وائیلٹ نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا۔

"اپنے والد کے وعدہ کا خیال کرو۔ انھوں نے سرناٹنگھم سے وعدہ کیا ہے کہ جوہری طاقت کی تحقیق کی تفصیل سے ان کو آگاہ کرتے رہیں گے۔"

"ہاں ـــ اور آج صبح تک میرا بھی یہی خیال تھا لیکن ڈاکٹر جہانگیر سے ملاقات کے بعد سے کامیابی کی امید کم ہوتی جا رہی ہے۔"

"تعجب ہے کہ ڈاکٹر جہانگیر تمہارے حسن و شباب سے متاثر نہ ہو سکے۔"

فیروزہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ ان کو کسی ایسی لڑکی سے محبت ہو جو بہت زیادہ حسین اور خوبصورت ہو ـــ"

تم بھی کم حسین نہیں ہو ـــــ"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" فیروزہ نے کہا "کل ڈاکٹر جہانگیر کے ساتھ مہربانو اور عرفان شاہ بھی آئیں گے۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ میری ایک سہیلی وائیلٹ بھی ہوگی۔"

وائیلٹ نے کچھ سوچ کر دریافت کیا۔ "وہ تمہاری طرف سے مشکوک تو نہیں ہوگئے ہیں؟"

"نہیں ـــــ" فیروزہ نے کہا۔ "وہ بہت سیدھے معلوم ہوتے ہیں۔"

وائیلٹ دو چار باتیں دریافت کر کے کھڑی ہوگئی اور فیروزہ سے کہا۔

"اچھا میں جاتی ہوں ـــــ"

فیروزہ اپنے بستر پر دراز ہوگئی اور بہت دیر تک جہانگیر کے متعلق سوچتی رہی۔ اس کی اس مختصر سی زندگی میں جہانگیر پہلا نوجوان تھا جس نے اس کے حسن اور اسکی جوانی کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی اور یہ چیز اس کے لئے ناقابل برداشت تھی ان ہی خیالات میں اس کو نیند آگئی۔

دوسرے روز وائیلٹ نے اس کو جگایا۔

"اب تم بہت دیر تک سوتی ہو ـــــ؟" اس نے اسکو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "آٹھ بجنے والے ہیں۔"

وہ انگڑائی لے کر اٹھی اور آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

"مجھے کل رات کو بہت دیر میں نیند آئی ـــــ"

"میں ابھی ڈاکٹر رائے کے پاس سے آرہی ہوں ـــ"

"کچھ معلوم ہوا ان سے" فیروزہ نے دریافت کیا۔

"نہیں ـــــ ڈاکٹر رانے کو کسی فیصلہ سے آگاہ نہیں کیا گیا ہے۔"

فیروزہ نے کہا "اس سلسلہ میں بہت رازداری سے کام لیا جا رہا ہے۔"

ایک گھنٹہ بعد وائیلیٹ چلی گئی اور شام کو چائے کے وقت آگئی۔ مہربانو اور جہانگیر فیروزہ کے یہاں پہونچ چکے تھے۔ فیروزہ نے جہانگیر سے اس کا تعارف کرایا اور وہ سب بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ وائیلیٹ نے جہانگیر سے کہا۔

"میں بھی حال ہی میں جرمنی سے واپس آرہی ہوں میری ایک خالہ آج کل فرینک فرٹ میں ہیں۔"

دونوں جرمنی کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ دوران گفتگو میں جوہری طاقت کا ذکر آگیا۔

وائیلٹ نے کہا "انگلستان میں بھی اس پر تحقیق شروع ہو چکی ہے۔ ہندستان آنے سے قبل میں اپنے بھائی کے ساتھ اس دارالتجارب میں گئی تھی ـــــ"

ڈاکٹر جہانگیر نے پوچھا "کیا وہاں عوام کو جانے کی اجازت ہے ـــ؟"

"ہر شخص تو نہیں جا سکتا ہے لیکن وہاں کام کرنے والے اپنے عزیزوں اور دوستوں کو ضرور بلا سکتے ہیں۔"

فیروزہ نے جہانگیر سے کہا "آپ بھی تو یہاں جوہری طاقت پر ریسرچ شروع کرنے والے ہیں۔"

"ہاں ـــــ" جہانگیر نے کہا "لیکن آپ لوگ اس کو اس قدر اہمیت کیوں دے رہی ہیں۔ دنیا میں تحقیقات ہوتی ہی رہتی ہیں۔"

فیروزہ مسکرا دی۔ وائیلیٹ نے کہا۔

"جوہری قوت بنی نوع انسان کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہے۔"

جہانگیر نے اس مسئلہ پر بحث کرنے کے بجائے گفتگو کا موضوع بدل دیا اور مہربانو سے باتیں کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد سب نے چائے پی اور غروب آفتاب سے قبل جہانگیر مہربانو کے ساتھ اس کی کوٹھی پر آگیا اور دونوں برآمدے میں بیٹھکر باتیں کرنے لگے جہانگیر نے مہربانو سے کہا

"مس وائیلیٹ جاسوسہ ہے۔"

"جاسوسہ ہے۔؟" مہربانو نے متحیر ہو کر دریافت کیا۔

"ہاں۔ جوہری طاقت کا راز معلوم کرنے کے لئے برطانیہ امریکہ اور فرانس نے ہر ملک میں اپنے جاسوس بھیجے ہیں۔"

"۔۔۔ لیکن فیروزہ تو کہتی ہے کہ وہ ایک انجینئر مسٹر فلپس مارشل کی لڑکی ہے اور انگلینڈ سے اپنے والدین کے پاس آئی ہے۔"

"فیروزہ بھی اس کی شریک کار ہے" جہانگیر نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"۔۔۔ لیکن اس کے والد خان بہادر سید نذیر عادل تو ایک مشہور بنکر ہیں۔"

"اب اپنی لڑکی کی کارگذاری سے سر کا خطاب حاصل کر لیں گے" جہانگیر نے مسکرا کر کہا۔۔۔ "اور انگلستان کے کسی بین الاقوامی بنک کے بورڈ آف ڈائرکٹرز میں لے لئے جائیں گے۔"

"شاید ایسا ہی ہو۔۔۔" مہربانو نے اس انکشاف کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے کہا۔

جہانگیر جرمنی کے متعلق باتیں کرنے لگا۔ اس نے کہا۔

"میری روانگی کے وقت ایک جرمن افسر نے مجھکو مطلع کر دیا تھا کہ میرے پیچھے ایک خوبصورت لڑکی لگی ہوئی ہے۔ وہ انگلستان کی جاسوسہ ہے ـــــ اور غالباً وہ یہی مس وائیلٹ مارشل ہے ـــ"

"کیا میں فیروزہ سے ان باتوں کا تذکرہ کروں ـــــ؟"

"قطعی نہیں ـــــ ہاں یہ بتاؤ تم اس لڑکی کو کب سے جانتی ہو ـــ؟"

"یہ گزشتہ سال مجھے بمبئی میں ملی تھی۔"

جہانگیر نے کہا "خیر ـــــ تم ان باتوں کا اس سے یا کسی سے بھی تذکرہ نہ کرنا۔ بلکہ اگر مناسب سمجھنا تو دین شاہ سے بھی نہ کہنا ـــــ"

"بہتر ہے ـــــ میں کسی سے نہ کہونگی۔"

جہانگیر نے اٹھنے کا ارادہ کیا اسی وقت دین شاہ آگیا اور اس نے اسکو ٹھہراتے ہوئے کہا۔

"اب ہمارے ساتھ کھانا کھا کر جانا۔"

"مجھے آج نو بجے تک پہونچ جانا چاہئے ـــ" جہانگیر نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں سے ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہو جانا۔ ہم قبل از وقت کھانا کھا لینگے میں دس منٹ میں آیا ـــــ ہیرا ـــ" اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تم کھانے کی میز چنواؤ ـــــ"

دین شاہ ایک کمرے میں چلا گیا۔ ہیرا بھی اٹھ کر چلی گئی اور دس منٹ بعد دونوں ساتھ واپس آئے۔ دین شاہ نے جہانگیر کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جہانگیر ـــ ایک بات پوچھوں بتاؤ گے ـ؟"

"ہاں ہاں ـــ ضرور پوچھو ـــ"

"آخر تم نے ابتک شادی کیوں نہیں کی ـــ؟"

جہانگیر نے ہنس کر کہا "ـــ میں جرمنی شادی کرنے تو نہیں گیا تھا ـ؟"

"یہ تو ٹھیک ہے " دین شاہ بھی ہنس دیا "ـــ لیکن اب تو ہندوستان واپس آ گئے ہو ـــ"

"ہاں ـــ"

"تو پھر اب شادی کر لو ـــ گھریلو زندگی کا کچھ لطف ہی اور ہوتا ہے انسان کی خانہ بدوشی ختم ہو جاتی ہے ـ اس کی ذمہ داریاں ضرور بڑھ جاتی ہیں لیکن وہ بردبار ہو جاتا ہے اور اس میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے "

جہانگیر کے لبوں پر ایک تلخ تبسم رقص کرتا ہوا نظر آیا اور غائب ہو گیا اور مہربانو کی آنکھیں خود بخود جھک گئیں لیکن دین شاہ اپنے جذبات کی رو میں کہتا رہا

"جہانگیر! شادی کے بعد انسان یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ یہ دنیا اور اسکی ہر چیز اسی کے لئے پیدا کی گئی ہے "

جہانگیر نے اسکو بغور دیکھ کر بہت سنجیدگی کے ساتھ دریافت کیا ـ

"ـــ آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو ـــ؟"

"یہی کہ تم شادی کر لو ـــ" دین شاہ نے کہا " تمہارے لئے لڑکیوں کی کمی نہیں اور ـــ میرے خیال میں فیروزہ تمہارے لئے بہترین رفیقہ حیات ثابت ہو گی "

"رفیقہ اس آسانی سے نہیں مل جاتی ہے۔" جہانگیر نے دین شاہ سے کہا "یہ ایک روحانی رشتہ ہوتا ہے۔"

مہر بانو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "خدا کیلئے اس بحث کو بند کرو۔ ایسی باتوں سے مجکو الجھن ہونے لگتی ہے۔ چلو اٹھو۔ کھانے کی میز لگ چکی ہے۔"

جہانگیر اور دین شاہ ایک ساتھ کھڑے ہو گئے مہر بانو نے جہانگیر سے کہا۔

"میں نے آج پہلی بار تم کو اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے سنا ہے۔"

"ہاں ۔۔۔ دراصل مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" جہانگیر نے کہا "دین شاہ نے ذکر چھیڑ دیا تو مجبوراً ان کو جواب دینا پڑا ۔۔۔"

وہ تینوں باتیں کرتے ہوئے کھانے کے کمرے میں پہونچ گئے۔ جہانگیر نے مہر بانو اور دین شاہ کے ساتھ کھانا کھایا اور ساڑھے آٹھ بجے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد مہر بانو نے دین شاہ سے کہا

"میں نے تم کو کل ہی منع کیا تھا کہ جہانگیر سے اس موضوع پر گفتگو نہ کرنا۔"

"میں نے تو صرف دوستانہ مشورہ دیا ہے۔"

"یہ صحیح ہے۔ لیکن ہر شخص اپنے حالات کو خود ہی بہتر سمجھ سکتا ہے۔" مہر بانو نے دین شاہ کو سمجھاتے ہوئے کہا "علاوہ ازیں تم فیروزہ سے بخوبی واقف ہو۔ وہ بہت آزاد خیال اور با توفی لڑکی ہے اور جہانگیر انتہائی کم سخن اور سنجیدہ ۔۔۔"

"واقعی تمہارا خیال صحیح ہے۔" دین شاہ نے کہا "فیروزہ جہانگیر کی ضد ہے ۔۔۔"

مہربانو نے کہا " مجھے تعجب ہے کہ انھوں نے اسکی چائے کی دعوت کیوں قبول کرلی — ؟ "

" محض اخلاقاً —— "

دونوں باتیں کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ ایک گھنٹہ بعد جہانگیر کا ٹیلیفون آیا۔ دین شاہ اس سے باتیں کرنے لگا۔ مہربانو بھی اپنے شوہر کے پاس پہونچ گئی دین شاہ نے اسکو ٹیلیفون دیتے ہوئے کہا

" لو باتیں کرو —— جہانگیر تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔"

مہربانو جہانگیر سے باتیں کرنے لگی جہانگیر نے اسکی آواز پہچان کر کہا۔

" مہر —— میں کل صبح کلکتہ سے باہر جارہا ہوں اور دو چار روز بعد واپس آؤں گا —"

" کہاں جارہے ہو —— ؟ "

" اسکا ابھی مجھے بھی علم نہیں ہوا ہے —"

مہربانو کے چہرے پر مایوسی کی جھلک آگئی۔ دین شاہ نے پوچھا۔

" کیا بات ہے ۔ ؟ "

" جہانگیر کل صبح کہیں جارہے ہیں ۔"

مہربانو نے ٹیلیفون رکھتے ہوئے کہا اور اپنی خوابگاہ کی طرف چلی گئی۔

پندرہ منٹ بعد دین شاہ نے جہانگیر سے ٹیلیفون کا سلسلہ ملایا اور اس سے دریافت کیا۔

" جہانگیر ! تم کہاں جارہے ہو ۔ ؟ "

"مجھے ابھی تک نہیں معلوم ہو سکا ہے"

"کس وقت روانہ ہو گے ــــــ؟"

"یہ بھی نہیں بتا سکتا ــــــ"

"اچھا جاؤ ــــ آرام کرو ــــ" دین شاہ نے کہا۔

جہانگیر اس وقت تک انسٹی ٹیوٹ کے استقبالیہ کمرے ہی میں تھا۔ اس نے ٹیلیفون رکھ دیا اور اپنے قریب کھڑے ہوئے ایک خوش پوش نوجوان سے کہا۔

"میں ساڑھے تین بجے بھی تیار ہو سکتا ہوں"

"آپ جا کر آرام کریں ــــ میں چار بجے تک آپ کو بیدار کر دونگا"

جہانگیر نوجوان سے مصافحہ کر کے اپنے کمرے میں آیا اور لباس تبدیل کر کے خوابگاہ میں چلا گیا۔ وہ چار بجے گھنٹی بجتے ہی اُٹھا اور نصف گھنٹہ بعد پہلی منزل کے ایک بڑے کمرے میں پہونچا۔ ڈاکٹر آئنگر اور دیگر سائنسدان اور خوش پوش نوجوان کمرے کے وسط میں کھڑے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ سب نے مسکرا کر اس کا خیر مقدم کیا اور ڈاکٹر آئنگر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ہم کو ناشتہ کر کے فوراً روانہ ہو جانا چاہیئے ــــــ"

سب نے دوسرے کمرے میں جا کر ناشتہ کیا اور مختصر سا سامان لے کر ایک اسٹیشن ویگن پر روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ڈاکٹر آئنگر نے جہانگیر سے کہا۔

"گنگا کے دہانے پر بے شمار غیر آباد جزیرے ہیں ہم ان ہی میں سے ایک جزیرہ کو جوہری طاقت کی تحقیق کے لئے منتخب کر لیں گے۔ کلکتہ سے

چالیس میل دور ایک گاؤں فی الحال ہماری سرگرمیوں کا مرکز ہوگا۔ اس گاؤں میں محکمہ زراعت کا ایک ڈاک بنگلہ ہے ہم اس میں قیام کریں گے۔ اور ایک طیارے پر پرواز کر کے ان جزائر کو دیکھیں گے۔ کیوں مسٹر شعیب! —— ہم دو تین ہفتوں میں اپنا کام ختم کرلیں گے۔؟"

ڈاکٹر آنگر نے خوش رو نوجوان سے پوچھا۔

"جی ہاں ——" شعیب نے کہا"—— اور ہو سکتا ہے کہ ہم کو آج ہی کوئی ایسا مناسب جزیرہ نظر آجائے —— فوادیپ کے قریب تیس میل کے دائرہ میں ایسے ترسٹھ جزیرے ہیں" وہ ایک ساعت کے لئے خاموش ہوگیا اور پھر کہا۔

"آپ ان میں سے کوئی جزیرہ ضرور پسند کرلیں گے ——"

جہانگیر نے شعیب سے دریافت کیا۔"آب و ہوا کے اعتبار سے یہ جزیرے کیسے ہیں ——"

"فوادیپ مجموعہ الجزائر کے ہر جزیرے کی آب و ہوا صحت بخش ہے۔ اور ان میں سے بعض آباد ہیں"

ساڑھے چھ بجے وہ لوگ اس گاؤں کے ڈاک بنگلے میں پہنچ گئے سرکاری ملازموں کو ان کی آمد کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اور وہ پھاٹک پر ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔

سب اسٹیشن ویگن سے اتر کر عمارت میں داخل ہوئے۔ شعیب نے ڈاک بنگلے کے نگراں کو بلا کر گفتگو کی اور ڈاکٹر آنگر کے پاس پہونچکر کہا۔

"محکمہ پیمائش اراضیات کا ایک طیارہ یہاں پہونچ چکا ہے۔ تین ماہ قبل

طیارہ اترنے کے لئے اس گاؤں کے قریب ایک میدان ہموار کرلیا گیا تھا۔ وہ طیارہ اسی میدان میں موجود ہے اور وہاں تک اسٹیشن ویگن جا سکتا ہے۔"

نصف گھنٹہ بعد وہ سب میدان میں پہونچ گئے اور ٹھیک ساڑھے سات بجے طیارہ زمین سے اٹھا۔ کرسیوں کے پاس روشن کھلے ہوئے تھے۔ شعیب نے ایک بٹن دبا کر فرش پر ایک کھڑکی کھول دی اور جہانگیر سے کہا۔

" وقت ضرورت آپ اس کھڑکی سے بھی دیکھ سکتے ہیں لیکن میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں پیش آئے گی ۔"

اس نے بٹن دبایا اور کھڑکی پھر بند ہو گئی۔ ڈاکٹر آنگر نے جھک کر جہانگیر سے کہا۔

" تمہارے ہی انتخاب پر ہم سب غور کریں گے۔ اس جہاز میں ان جزیروں کا نقشہ موجود ہے۔ تم دیکھ سکتے ہو۔"

" اگر ضرورت پیش آئی تو ضرور دیکھوں گا۔"

شعیب نے کہا۔" میری نظر میں ایک ایسا جزیرہ ہے وہ نواویپ سے تقریباً پندرہ میل جنوب مغرب میں ہے۔ اس کا رقبہ تقریباً چار مربع میل ہے کنارے پر پہاڑیاں ہیں وسطی میدان بھی سطح سمندر سے آٹھ سو فیٹ بلند ہے۔ بہت شاداب جزیرہ ہے اور میدان میں میٹھے پانی کی ایک چھوٹی جھیل بھی ہے۔"

ڈاکٹر آنگر نے کہا۔" تعجب ہے کہ ایسے جزیرے میں آبادی نہیں ہے۔"

شعیب نے کہا۔" اسکا ساحل بالکل ڈھلوان اور سطح سمندر سے بہت

بلند ہے اس لئے گردو نواح کے جزیروں کے باشندوں نے وہاں تک پہنچنے کی کوشش نہیں کی۔ علاوہ ازیں ان میں یہ بھی مشہور ہے کہ یہ دیوتاؤں کی تفریح گاہ ہے اس لئے ملاح اس سے دور ہی رہتے ہیں۔"

جہانگیر نے کہا "تو بس پھر ہم کو بلا وجہ ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہم اس کی سطح پر پہنچیں گے کیسے ——؟"

"اگر آپ اس کو منتخب کر لیں تو ایک جگہ اس کا ساحل ہموار کیا جا سکتا ہے۔"

جہانگیر نے کہا "ہم پہلے اسی جزیرے کو دیکھیں گے۔"

"میں نے پائلٹ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا" شعیب نے کہا "ہم اسی طرف پرواز کر رہے ہیں۔ وہ دیکھیے سامنے خشکی ختم ہو رہی ہے۔ یہ علاقہ سندر بن کہلاتا ہے۔ اور محض اسلئے غیر آباد ہے کہ موسم برسات میں بیشتر جزیرے انسانوں کے رہنے کے قابل نہیں رہ جاتے ہیں۔ مچھروں کی کثرت سے زندگی محال ہو جاتی ہے۔"

سب روزنوں سے زمین کی طرف دیکھنے لگے۔ ہلکی نیلگوں سطح پر جا بجا چھوٹے بڑے سبز اور مٹیالے رنگ کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ شعیب نے جہانگیر سے کہا۔

"دیکھیے یہ سب جزیرے ہیں ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جو ستمبر تک غائب ہو جائیں گے اور جنوری تک نئے جزیرے سطح پر ابھر آئیں گے۔"

جہانگیر نے کہا "ہم بہت بلندی پر پرواز کر رہے ہیں۔"

شعیب نے پائلٹ کو اشارہ کیا اور طیارہ سطح زمین کی طرف جھکنے لگا۔

Read by:
G.M. Janbaz
3/1979

شعیب نے کہا۔

"وہ دیکھئے سامنے جزیروں کا جو جھنڈ نظر آرہا ہے اس کے قریب ہی جزیرہ ٹراویپ ہے اگر ہم قدرے بلندی پر ہوتے تو اسکو دیکھ لیتے ۔۔۔"

جہانگیر نے کہا: "اسکا یہ مطلب ہوا کہ ہم اس جزیرے سے پرواز کر کے نصف گھنٹے میں کلکتہ پہونچ سکتے ہیں۔"

"ہاں ہم چکر کاٹتے ہوئے اس طرف چل رہے ہیں۔" شعیب نے ہاتھ سے ہوا میں دائرہ بناتے ہوئے کہا۔ "اور نہ براہ راست ڈم ڈم سے پینتیس یا چالیس منٹ میں اس جزیرے تک پہونچ سکتے ہیں۔"

دونوں سطح زمین کی طرف دیکھنے لگے۔ طیارہ بتدریج نیچا ہوتا جا رہا تھا اور حد نگاہ تک پھیلے ہوئے جزیروں کی ہر چیز صاف نظر آنے لگی تھی شعیب نے ایک جزیرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ دیکھئے ۔۔۔ وہ جزیرہ جس کا میں نے ابھی آپ سے ذکر کیا ہے۔"

طیارہ سطح زمین سے صرف چھ سو فیٹ کی بلندی پر اڑ رہا تھا اور ڈاکٹر آشکر جہانگیر اور ان کے ساتھی اس جزیرے کی سطح کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ شعیب جہانگیر کو تفصیل کے ساتھ اس جزیرے کا جغرافیہ سمجھا رہا تھا اور طیارہ اس پر چکر کاٹ رہا تھا وہ کبھی دو ہزار فیٹ کی بلندی تک پہونچ جاتا تھا اور کبھی سطح کے بالکل قریب آجاتا تھا۔ نصف گھنٹہ تک اس جزیرے پر پرواز کرنے کے بعد وہ لوگ دس بجے کے قریب واپس آگئے۔ دوپہر تک ڈاک بنگلے میں بیٹھ کر آپس میں تبادلہ خیال کرتے رہے اور لنچ کھا کر کلکتہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

"یہ ہے نواویپ ـــ" شعیب نے میز پر پھیلے ہوئے نقشے پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔ "ـــ اور یہ ہے مجموعہ الجزائر ـــ"

جہانگیر نے ایک چھوٹے جزیرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ـــ اور غالباً یہ ہے وہ جزیرہ ـــ"

"جی ہاں ـــ" شعیب نے کہا "ڈاکٹر آئنگر اور ڈاکٹر ڈیسائی کو بھی اس کا مقام و قوع پسند ہے۔ اگر آپ یہاں اپنا دارالتجارب بنانا چاہتے ہیں تو ہم کو اس جزیرے کے لئے ایک مناسب نام تجویز کرنا پڑے گا۔"

"یہ نام کون تجویز کریگا ـــ؟" جہانگیر نے دریافت کیا۔

"تجویز تو آپ ہی کو کرنا چاہئے ـــ" شعیب نے کہا "اور آپ ہی مناسب نام تجویز بھی کر سکتے ہیں۔"

جہانگیر مسکرا دیا۔ شعیب نے کہا۔

"نام آپ کی تحقیق کی مناسبت سے ہونا چاہئے۔"

"میں وہاں جوہری قوت پر تحقیق کرونگا۔"

"یعنی ذرہ پر ـــ؟"

"جی ہاں ـــ" جہانگیر نے کہا۔

شعیب نے ایک سگریٹ سلگا کر کہا "ذرہ کے خواص کیا ہیں ـــ"

"مختصر طور پر یہ سمجھ لیجئے کہ آفتاب اس سے طاقت حاصل کرتا ہے ـــ"

جہانگیر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

شعیب نے ایک کش لے کر کہا۔ "یعنی ذرہ مہرافروز ہے ——"

"مہرافروز —— !" جہانگیر نے بغیر کسی ارادے کے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

"مہرافروز —— آفتاب کو روشن کرنے والا —— بیشک —— مسٹر شعیب —— آپ نے بہت اچھا نام تجویز کیا ہے ——"

اس نے بڑھ کر شعیب سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"اس نام کی تجویز پر میری طرف سے ہدیہ تہنیت قبول فرمائیے ——"

دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ شعیب نے کہا۔

"واقعی یہ نام بہت مناسب رہے گا حالانکہ میں نے یوں ہی روا روی میں کہہ دیا تھا ——"

جہانگیر نے اٹھ کر جیب سے فاؤنٹن پن نکالا اور اس جزیرے پر "مہرافروز" لکھ دیا۔

شعیب نے کہا "ڈاکٹر آئنگر نصف گھنٹہ بعد آجائیں گے ان کو بھی اس نام کے متعلق بتا دیا جائے ——"

"—— اور کل آپ وہاں کے لئے روانہ ہو جائیں۔ میں کسی ایسی ہی جگہ اپنا کام شروع کرنا چاہتا تھا جہاں کوئی نہ پہونچ سکے۔"

"یہ جزیرہ بہت محفوظ ہے" شعیب نے کہا "اب مجھے صرف یہ دیکھنا ہے کہ جزیرہ کے اندر پہونچنے کے لئے کس جگہ راستہ بنایا جائے۔"

اس نے اٹھ کر نقشہ تہہ کیا اور اسے ہاتھ میں لے کر کہا۔

"میں جا رہا ہوں —— آپ ڈاکٹر آئنگر سے مل کر نام کے متعلق طے کر لیں

اب میں شام تک حاضر ہونگا ۔۔۔"

شعیب کے جانے کے بعد جہانگیر کمرے میں ٹہلنے لگے ۔ اور پھر سے سلسلہ ملانے کے لیئے ٹیلیفون کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ڈاکٹر آئنگر آ گئے ۔ جہانگیر نے ان سے جزیرے کے نام کے متعلق تذکرہ کیا ۔ انھوں نے کہا۔

" ہاں ابھی مسٹر شعیب مجھکو ملے تھے ۔ واقعی مہرافروز اچھا نام ہے ۔ کل وہ ایک انجینئر اور اسکے چند معاونین کے ساتھ جزیرہ مہرافروز کے لیئے روانہ ہو جائینگے ضروری آلات کے لیئے آج میں نے کاغذات روانہ کر دیئے ہیں اس وقت انسٹی ٹیوٹ میں جو آلات ہیں وہ تم لے سکتے ہو اور جدید آلات اپنی مرضی کے مطابق تیار کرا سکتے ہو ۔۔۔ انسٹی ٹیوٹ کے کارخانہ میں بہترین ماہرین فن موجود ہیں وہ نازک سے نازک آلہ اور پرزہ تیار کر سکتے ہیں ۔"

جہانگیر نے کہا ۔ "ہم کو وزنی مشینیں بھی نصب کرنی پڑیں گی ۔۔۔"

" راستہ تیار ہوتے ہی دارالتجارب کی تعمیر شروع ہو جائے گی اور مشینیں اور دیگر ضروری سامان وہاں پہونچا دیا جائے گا ۔"

" میں آج ہی سے اپنی ضرورت کے آلات کی فراہمی شروع کر دونگا لیکن اس میں بھی رازداری کی ضرورت ہے ۔"

" میں نے خفیہ پولیس کے افسر اعلیٰ کو بلا کر خاص طور پر ہدایت کر دی ہے اور انھوں نے پوری ذمہ داری لے لی ہے ۔"

" خیر یہ آپ نے بہت اچھا کیا ہے لیکن اسکی بھی ضرورت ہے کہ ہم آپ آپس میں ایک دوسرے پر نظر رکھیں ۔۔۔"

ڈاکٹر آئنگر نے جہانگیر کو پرمعنی نگاہوں سے دیکھ کر پوچھا۔

"کیا تم کو یہاں کسی پر شک ہے۔۔؟"

"مجھے خود پر بھی شک ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر آئنگر جہانگیر کو بغور دیکھنے لگے وہ اس کے چہرے سے اس کے خیالات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جہانگیر نے ایک ساعت تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"جوہری طاقت کی تحقیق میں جملہ متمدن ممالک ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور میں نے برلن اور فرینک فرٹ میں اپنے گرد بھی غیر ملکی جاسوس منڈلاتے دیکھے تھے۔"

ڈاکٹر آئنگر نے کچھ سوچ کر ٹیلیفون اٹھایا اور سلسلہ ملا کر کسی سے گفتگو کرنے کے بعد پھر جہانگیر کے پاس آ گئے اور اس سے کہا۔

"کرنل گھوش نصف گھنٹہ بعد یہاں پہونچ جائیں گے۔ وہ محکمہ سراغرسانی کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ تم بھی ان سے گفتگو کر لو۔"

"میں نے ایک فہرست تیار کر لی ہے۔" جہانگیر نے کہا۔ "آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔۔۔"

اس نے دراز سے ایک کاغذ نکال کر ڈاکٹر آئنگر کی طرف بڑھایا۔ انھوں نے فہرست پڑھ کر کہا۔

"اس میں لکھی ہوئی ہر چیز تم کو اسٹور سے مل جائے گی۔ شاید دو یا تین دھاتیں اور چند دیگر چیزیں تیار کرانا پڑیں۔۔۔"

جہانگیر نے ڈاکٹر آئنگر کو دوسرا کاغذ دیتے ہوئے کہا۔

"یہ اس سامان کی فہرست ہے جو مجھے کل تک مل جانا چاہئے تاکہ میں اسی کمرے میں ان سے اپنی ضرورت کے آلات تیار کرنا شروع کردوں۔"

فہرست پڑھ کر ڈاکٹر آئنگر نے کہا۔

"کرنل گھوش دس پندرہ منٹ میں آجائیں گے۔ ان کے جانے کے بعد تم اسٹور روم سے یہ سامان لے لو۔"

جہانگیر چند آلات کے متعلق ڈاکٹر آئنگر سے تبادلہ خیال کرنے لگا۔ پندرہ منٹ بعد کمرے کے ایک گوشے میں ایک سرخ قمقمہ جلنے اور بجھنے لگا۔ ڈاکٹر آئنگر نے کہا

"غالباً کرنل گھوش آگئے ہیں۔"

انھوں نے بڑھ کر ٹیلیفون اٹھایا اور اپنے استقبالیہ کمرے سے ملا کر دریافت کیا۔

"کون آیا ہے۔۔۔؟"

"کرنل گھوش ۔۔۔۔" کمرے سے کسی نے کہا۔

"ان کو ڈاکٹر جہانگیر کے عارضی معمل میں لے آؤ ۔۔۔" انھوں نے ٹیلیفون رکھ دیا۔

جہانگیر نے میز سے کاغذات اٹھا کر دراز میں رکھ دیئے۔ گوشے میں لگا ہوا ایک سبز قمقمہ دو بار روشن ہوا اور بجھ گیا۔ ڈاکٹر آئنگر نے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ادھیڑ عمر کا ایک طویل القامت اور قوی الجثہ شخص بھورے رنگ کا سوٹ پہنے

اور منہ میں پائپ دبائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

"اوہ کرنل گھوش ——"

ڈاکٹر آئنگر نے بڑھ کر کرنل گھوش سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کی اس زحمت کا شکریہ ——"

"یہ زحمت نہیں بلکہ فرض کی ادائیگی ہے۔"

کرنل گھوش ڈاکٹر آئنگر کے ساتھ میز کے پاس آگیا۔

"آپ سے ملئے۔" ڈاکٹر آئنگر نے جہانگیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کرنل گھوش سے کہا۔ "آپ ڈاکٹر جہانگیر ہیں۔"

"ڈاکٹر جہانگیر —— آپ سے مل کر بہت مسرت ہوئی ——"

کرنل گھوش نے جہانگیر کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

جہانگیر نے بڑھ کر مصافحہ کیا اور ان کو کرسی پیش کرتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھئے ——"

وہ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر آئنگر نے کرنل گھوش سے کہا۔

"میں نے آپ سے جس تحقیق کا تذکرہ کیا تھا اس کی ابتدائی تیاریاں آج سے شروع ہو جائیں گی۔"

"ڈاکٹر جہانگیر میں آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ خدا آپکو اس تحقیق میں کامیاب کرے۔"

"میری کامیابی آپ حضرات کے تعاون کا نتیجہ ہوگی ——"

ڈاکٹر آئنگر نے کہا۔ "میں نے آپ سے کہا تھا کہ اس تحقیق میں رازداری کی

ضرورت ہے ——"

"میں نے چند سراغ رساں متعین کر دیئے ہیں۔"

جہانگیر نے برلن اور فرینک فرٹ کے واقعات سناتے ہوئے کہا۔

"غیر ملکی جاسوس اسی کی تربیت حاصل کر کے آئے ہیں۔ برلن میں ایک دار التجارب کے پہریدار کو سراغ رسانوں نے گرفتار کیا۔ وہ خود کو جرمن کہتا تھا حالانکہ وہ انگریز تھا وہ اصل پہریدار کا ہم شکل تھا اور پہریدار کو قتل کر کے اسکی جگہ کام کر رہا تھا۔ ایک روز پہریدار کی بیوی کو شک ہو گیا کہ وہ اس کا شوہر نہیں ہے اور اس طرح یہ راز کھلا۔"

کرنل گھوش نے دریافت کیا "اور وہ کبتک سب کو دھوکا دیتا رہا ——؟"

"چار ماہ تک ——" جہانگیر نے کہا "پورے چار ماہ تک —— اس نے اصل پہریدار کی ایسی تمثیل پیش کی کہ پہریدار کی بیوی چار ماہ تک نہ بھانپ سکی کہ وہ اس کا شوہر نہیں ہے۔"

"واقعی یہ کمال ہے۔" کرنل گھوش نے کہا "—— لیکن آپ مطمئن رہیں میرے سراغ رساں بھی آفت کے پر کالے ہیں —— ہاں اسقدر اور بتا دیجیئے کہ آپ کو کسی پر شک تو نہیں ہے۔"

"ابھی حال ہی میں کلکتہ میں مجھے ایک انگریز لڑکی مس وائیلٹ مارشل ملی تھی۔ مجھے اس پر شک ہے۔ وہ غالباً انگریز یا امریکی جاسوسہ ہے۔"

"وہ لڑکی آپ کو کہاں ملی تھی۔؟" کرنل گھوش نے دریافت کیا۔

"مس فیروزہ کے مکان پر ——" جہانگیر نے کہا۔ "انھوں نے مجھ کو

چائے پر مدعو کیا تھا"
"مس وائیلیٹ مارشل رہتی کہاں ہے۔؟"
"یہ میں نہیں بتا سکتا ــــ مس فیروزہ کو اس کا پتہ معلوم ہوگا ــــ"
کرنل گھوش کے استفسار پر اس نے کہا۔
"میں فیروزہ کے حالات سے بھی زیادہ واقف نہیں ہوں۔ وہ مجھے مسٹر دین شاہ کے یہاں ملی تھیں۔ مسٹر دین شاہ اور انکی اہلیہ انکو جانتی ہیں"
"خیر آپ فکر نہ کریں میں ان دونوں کے متعلق جملہ معلومات فراہم کر لوں گا۔ میں مسٹر دین شاہ کو جانتا ہوں اور ان سے اس طرح دریافت کروں گا کہ انکو شبہ بھی نہ ہوگا ــــ"
ڈاکٹر آننگ نے جریدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔
"وہاں بھی کل سے کام شروع ہو جائیگا ــــ"
کرنل گھوش جریدہ جہاں فروزہ کے متعلق چند باتیں معلوم کرنے کے بعد چلے گئے جہانگیر شام کو مہر بانو کے پاس پہونچا۔ وہ ڈرائنگ روم میں فیروزہ کے پاس بیٹھی ہوئی اس سے گفتگو کر رہی تھی۔ دونوں نے اٹھ کر اس کا خیر مقدم کیا اور وہ بھی انکے قریب بیٹھ کر ان سے باتیں کرنے لگا۔
فیروزہ نے کہا "میں کئی بار یہاں آئی لیکن آپ سے ملاقات ہی نہیں ہوئی"
"جی ہاں۔ آج کل میں بہت مصروف ہوں اور اب شاید ہفتوں ملاقات نہ ہو سکے گی"
"ایسا تو نہ ہونا چاہیئے" فیروزہ نے کہا "آپ شام کو تو ضرور سیر و تفریح

کے لئے نکالا کیجئے۔"

جہانگیر نے مسکرا کر کہا۔ "محترمہ مجھے سیر و تفریح سے کبھی دلچسپی نہیں رہی ہے۔ میرے لئے دلچسپ ترین مشغلہ سائنسی تجربات ہیں۔"

مہربانو نے کہا۔ "فی الحال کلکتہ سے باہر تو نہیں جاؤ گے ۔۔۔؟"

"نہیں مجھے تین ماہ اسی انسٹی ٹیوٹ میں رہنا ہے۔"

"۔۔۔ اگر تم آج نہ آتے تو میں کل وہاں پہونچتی ۔۔۔"

"تم وہاں آسکتی ہو ۔۔۔" جہانگیر نے مہربانو سے کہا "۔۔۔ میں صبح سے شام تک اپنے عمل ہی میں رہتا ہوں۔ شام کو صرف ایک گھنٹے کے لئے باہر چمن میں آتا ہوں اور پھر اپنے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔"

فیروزہ نے کہا۔ "میں بھی کسی روز حاضر ہوں گی ۔۔۔"

"۔۔۔ لیکن آنے سے پہلے ٹیلیفون پر مجھکو مطلع کر دیجئے گا ورنہ آپ مجھ تک نہ پہونچ سکیں گی ۔۔۔"

مہربانو بول اٹھی "اسمیں تو بہت زحمت ہوگی۔"

"تم کو کوئی زحمت نہ ہوگی۔ ڈاکٹر ٹائنگر سے میں نے تمھارے اور دین شاہ کے متعلق کہہ دیا ہے۔"

فیروزہ کے چہرے پر مایوسی کی جھلک آگئی اور اس نے سر جھکا لیا۔ مہربانو نے اس کی طرف حقارت آمیز نظروں سے دیکھا اور جہانگیر سے پوچھا۔

"کیا تم کل دوپہر کو آسکتے ہو ۔۔۔؟"

"اگر کوئی خاص کام ہو تو آجاؤں ۔۔۔"

مہر بانو نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا لیکن فیروزہ کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ وہ دیوار پر لٹکی ہوئی ایک تصویر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جہانگیر نے بھی اسکی طرف دیکھا اور مہر بانو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ تم مجھ سے ٹیلیفون پر گفتگو کر لینا۔"

"ہاں ـــــ یہی میرا بھی خیال ہے۔ خیر دیکھا جائیگا۔"

جہانگیر کو فیروزہ کی موجودگی سے الجھن ہو رہی تھی اس لئے اس نے اپنی جگہ پہ پہلو بدل کر کہا۔

"اب مجھے جانا چاہئے۔ اگر وقت ملا تو شام کو آؤنگا۔"

"کچھ دیر اور بیٹھو ـــــ" مہر بانو نے کہا "دین شاہ آتے ہی ہونگے۔"

"ایک گھنٹہ بعد آؤں گا۔ اس وقت تھیٹر روڈ تک جانا چاہتا ہوں۔"

وہ مہر بانو کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ فیروزہ بھی کھڑی ہو گئی۔

"تم لوگ بیٹھو ـــــ"

اس نے مہر بانو کو بٹھا دیا۔ فیروزہ بھی اس کے پاس بیٹھ گئی اور جہانگیر کے جانے کے بعد مہر بانو سے پوچھا۔

"کیا محبت میں ناکامی کے بعد یہ دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔؟"

مہر بانو اور جہانگیر کی محبت کا علم صرف اسکی چند ہم جماعت لڑکیوں ہی کو تھا فیروزہ سے اسکی ملاقات حال ہی میں ہوئی تھی اور وہ اس سے اس قدر بے تکلف بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے اس کے اس سوال پر گھبرا گئی لیکن فوراً اپنی حالت کو سنبھال لیا اور اس سے کہا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی ——؟"

"مطلب یہ ہے کہ ان کو کسی لڑکی سے محبت تھی۔ یا تو اس نے ان سے بیوفائی کی ہے یا وہ مرگئی اور انکا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا۔

"فیروزہ ——!" مہربانو نے سنجیدہ لہجہ میں اسکو سمجھاتے ہوئے کہا۔" انسان کو دوسروں کے بھی معاملات میں دخل نہ دینا چاہیئے اور نہ ایسی باتیں دریافت کرنا چاہیئے جن سے اسکا کوئی تعلق نہ ہو۔——"

فیروزہ نے کہا۔" میں نے کسی خاص وجہ سے یہ بات دریافت کی تھی۔"

"کیا میں وہ وجہ دریافت کرسکتی ہوں ——؟"

فیروزہ مہربانو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک منٹ تک دیکھتی رہی پھر آہستہ سے کہا۔

"مجھے ان کے اطوار بہت پسند ہیں۔ ان کا طرز تکلم دلنشیں ہے۔ ان کی چال میں ایک مستانہ پن ہے۔ مہرا —— وہ مجسم کشش ہیں۔"

مہربانو نے کہا"—— تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم کو ان سے محبت ہوگئی ہے۔؟"

"میں وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتی ——" فیروزہ نے کہا"—— لیکن ہاں —— اگر میں انکو اپنا سکی تو اپنے مقدر پر فخر کرونگی ——"

"کیا میں تم کو دوستانہ مشورہ دے سکتی ہوں ——؟" مہربانو نے اس سے دریافت کیا۔

"میں تمہارے مشورے پر عمل کرونگی ——"

"جہانگیر کا خیال دل سے نکال دو —— پتھر میں جونک لگ سکتی ہے آفتاب

مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے لیکن جہانگیر کسی سے محبت نہیں کر سکتے ـــــ"

"مجھے ان کی محبت کی ضرورت نہیں ـــــ" فیروزہ نے کہا۔ "میں اپنے ارمانوں کی پرستش کرونگی۔ میں ایک کنیز کی طرح انکی خدمت کرونگی ـــــ"

"وہ ان نوجوانوں میں سے بھی نہیں ہے جو محض تفریحاً عورت سے بے تکلف ہو جاتے ہیں۔"

"کیا وہ تمام عمر کنوارے رہیں گے ـــــ؟"

"ہاں ـــــ" مہربانو نے پورے یقین کے ساتھ کہا۔

"کیا وہ تم سے کہہ چکے ہیں ـــــ؟"

"تمھارا یہ سوال غیر متعلق ہے ـــــ"

فیروزہ خاموش ہو گئی۔ پورٹیکو میں ایک کار آکر ٹھہری۔ مہربانو نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"دین شاہ آ گئے ـــــ"

وہ کھڑی ہو گئی اور دروازے کی طرف بڑھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ دین شاہ آگیا۔

"میری اچھی مہر مجھے معاف کرنا۔ آج واقعی مجھے کچھ دیر ہو گئی۔" دین شاہ نے اسکی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "واقعی میں انتہائی شرمندہ ہوں ـــــ"

اس نے مہربانو کے قریب پہونچ کر فیروزہ کو دیکھا اور اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"فیروزہ ـــــ تم بھی بیٹھی ہوئی ہو ـــــ معاف کرنا۔ روشنی سے تاریکی میں آنے کی وجہ سے میں تم کو نہ دیکھ سکا۔"

"آج واقعی تم پندرہ منٹ تاخیر سے پہونچے۔" فیروزہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ابھی ڈاکٹر جہانگیر بھی آئے تھے ـــ"

"کیوں مہر ـــ؟" دین شاہ نے اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "ـــ خیر کوئی مضائقہ نہیں اگر تم انتظار کرلو تو ہم ان کو بھی شریک کرلیں گے۔"

"یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمارے ساتھ لنچ میں شریک ہوں ـــ" فیروزہ نے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شاید ڈاکٹر جہانگیر آگئے ہیں۔"

تینوں دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ برآمدے میں جہانگیر کی جھلک نظر آئی اور مہر بانو کے چہرے پر رونق آگئی۔ فیروزہ نے اسکو بغور دیکھا اور سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ دین شاہ دروازے پر پہونچ گیا اور پردہ اٹھا کر برآمدے کی طرف دیکھا۔

جہانگیر اپنی کار کی طرف واپس جارہا تھا۔

"جہانگیر ـــ!" اس نے آواز دے کر کہا "کہاں جا رہے ہو ـــ؟"

"ابھی آیا ـــ" اس نے جواب دیا اور کار کے پاس پہونچ کر اپنے شوفر کو اشارہ کیا۔

شوفر نے کار کی پچھلی نشست سے ایک بنڈل نکال کر اسکو دیا اور وہ اس کو بغل میں دبائے ہوئے برآمدے میں آگیا۔ مہر بانو اور فیروزہ بھی ڈرائنگ روم سے

باہر آگئی تھیں۔ اس نے مہر بانو کے قریب پہونچکر اسکو بنڈل دیتے ہوئے کہا۔
"یہ تحفہ برلن سے نرگس کے لیئے آیا ہے۔ تفصیل پھر کسی وقت پوچھ لینا۔"
مہر نے بنڈل لیتے ہوئے کہا: "دوپہر کا کھانا کھا چکے ہو یا ابھی نہیں ——؟"
"ابھی نہیں ——" جہانگیر نے جواب دیا۔
"تو پھر آؤ ——" مہر بانو نے کہا۔ "ہم تمہارے ہی منتظر تھے۔"

(۷)

چورنگی کے ایک شاندار رسٹوران کے سامنے ایک خوبصورت کار آکر ٹھہری اور مس وائیلٹ مارشل ایک وجیہہ و شکیل انگریز کے ساتھ اتر کر رسٹوران میں داخل ہوئی۔ ہال میں میزوں کے گرد جوان بخت و جواں سال جوڑے بیٹھے ہوئے آپس میں خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ویٹر نقرئی تھالیوں میں جام و مینا لئے ہوئے ادھر ادھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ وائیلٹ نے پروقار انداز میں ہال کے مجمع پر نظر ڈالی اور اپنے ساتھی سے کہا۔

"ڈک! یہاں تو گنجائش ہے نہیں ——"

"کیبن میں چلو ——" ڈک نے ایک کیبن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ سامنے والا کیبن خالی ہے۔"

دونوں میزوں اور کرسیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک کیبن میں پہونچ گئے۔ وائیلٹ نے اندر پہونچکر اپنا بٹوا میز پر رکھا اور دوسرے کیبن کی طرف مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔

"اطمینان کے ساتھ بیٹھو اور آزادی کے ساتھ گفتگو کرو۔" ڈک نے اسکو

اور دونوں میں شادی کا عہد و پیمان ہو چکا تھا لیکن جہانگیر جرمنی چلا گیا اور مہر بانو کے والدین نے اس کی شادی وین شاہ سے کر دی۔"

"تم کو اگر کچھ حالات معلوم ہو سکتے ہیں تو مہر بانو کے ذریعہ ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔"

"ہاں ۔۔۔ لیکن فیروزہ نے بھی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی ہے۔"

"وہ بہرصورت ایک ہندستانی لڑکی ہے۔" ڈلک نے مدبرانہ انداز میں کہا۔" اسلئے اس پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ وہ جہانگیر کی قابلیت۔ ذہنی صلاحیت اور اسکی شخصیت سے متاثر ہو سکتی ہے۔"

ویٹر ایک نقرئی تھالی میں جن اور لیمن اسکواش کی بوتلیں اور گلاس لیکر آگیا دونوں خاموش ہو گئے۔ اس نے بوتلیں اور گلاس میز پر رکھے واپس ادھر چلا گیا وائیلٹ نے دونوں گلاس بھرے اور ایک گلاس ڈک کو پیش کرتے ہوئے کہا

"ہم آج پورے ایک سال بعد ایک ساتھ پی رہے ہیں ۔۔۔"

"ہاں وائیلٹ!" ڈک نے گلاس ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔" تم مجھے ہر ایسے موقع پر یاد آتی رہی ہو ۔۔۔"

وائیلٹ نے ایک دلنواز تبسم کے ساتھ اس کے گلاس سے گلاس ملا کر کامیابی کا جام تجویز کیا اور دونوں شراب پینے لگے۔

ہال کے ایک گوشے میں رہی سازندے بیٹھے ہوئے ایک مغربی دھن بجا رہے تھے۔ وائیلٹ اور ڈک نے خاموشی کے ساتھ دو دو پیگ پیئے اور تیسرے دور میں پھر آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ڈک نے کہا۔

کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں نے پہلے ہی اس کا انتظام کر لیا تھا۔"

وہ وائیلیٹ کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ وائیلیٹ نے اس کو مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔

ایک ویٹر پردے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں بتاؤ کیا پیو گی ——؟" ڈک نے وائیلیٹ سے دریافت کیا۔

"لیمن اسکواش کے ساتھ جن ——" وائیلیٹ نے کہا۔ "اور اگر تم دونوں دار سوتھ پسند کرو تو میرے لئے بھی وہی منگالو۔"

ڈک نے ویٹر کو آرڈر دیا اور وہ چلا گیا۔ ڈک نے وائیلیٹ سے کہا۔

"ہاں —— اب بتاؤ —— تم نے اب تک کیا کیا ہے۔؟"

"بہت کچھ کیا ہے اور کچھ بھی نہیں کیا ہے۔" وائیلیٹ نے مسکرا کر کہا۔ "میں ڈاکٹر جہانگیر سے مل چکی ہوں لیکن کوئی بات نہیں معلوم ہو سکی۔"

"—— تعجب ہے۔"

صرف چند سطحی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔" وائیلیٹ نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔ "ڈاکٹر جہانگیر کلکتہ کے قریب کسی جزیرے میں اپنا کام شروع کرے گا۔ لیکن ابھی تک اس جزیرہ کے متعلق بھی کچھ نہیں معلوم ہو سکا ہے۔ جہانگیر —— جس عمارت میں مقیم ہے اس کے گرد ہر وقت ہندستانی سراغرساں منڈلاتے رہتے ہیں ——"

"وہ کہیں آتا جاتا بھی ہے۔؟"

"ہاں۔ ایک متمول تاجر دین شاہ کی کوٹھی پر آتا ہے دونوں میاں، بیوی اس کے گہرے دوست ہیں —— مہر بانو یعنی مسز دین شاہ پہلے جہانگیر سے محبت کرتی تھی

"وائیلیٹ تم کو ہر قیمت پر یہ راز معلوم کرنا ہے۔"

"مجھے کامیابی کی پوری امید ہے۔"

"میں فیروزہ سے بھی ملنا چاہتا ہوں۔" ڈک نے سگریٹ سلگا کر ایک کش لیتے ہوئے کہا

"وہ کیسی لڑکی ہے۔؟"

"بہت باتونی ہے۔"

"خیر۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد مجھ کو اندازہ ہو جائیگا کہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔"

وائیلیٹ نے پوچھا۔ "اب تمھارا کیا پروگرام ہے۔"

"ابھی مجھے متعدد افراد سے ملنا ہے میں گریٹ ایسٹرن ہوٹل کے کمرہ نمبر ۱۱ میں ڈگلس تھمیس کے نام سے ٹھہرا ہوا ہوں۔"

"کل بارہ بجے میں اسی رسٹوران میں ملونگی۔"

"فیروزہ کو بھی لانا۔"

"ہاں۔" وائیلیٹ نے کہا۔ "وہ بھی میرے ساتھ آئیگی۔"

ڈک نے بل ادا کیا اور دونوں باہر آ گئے۔ سڑک پر پہونچکر وائیلیٹ نے کہا

"وہ مفلوک الحال بنگالی ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔"

"وہ ابھی چلا جائیگا۔ ہمارے آدمی ابھی اسکے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" ڈک نے جیب سے سگریٹ کیس نکالتے ہوئے کہا۔ "ہم جس کیبن میں جاکر بیٹھے تھے اسکے برابر والے کیبنوں میں میرے آدمی پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور یہ بڈھا ہوٹل سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔"

دونوں نے ایک ایک سگریٹ سلگایا اور باتیں کرتے ہوئے پارک اسٹریٹ کے چوراہے پر پہنچ گئے۔ اور وہاں سے وائیلٹ فیروزہ کے پاس پہنچی وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی اپنی ساریاں دیکھ رہی تھی وہ وائیلٹ کو دیکھ کر کھڑی ہوگئی اور اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔

"مجکو ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے۔"

"کیا بات معلوم ہوئی ہے۔؟"

"مہربانو جہانگیر سے محبت کرتی ہے۔ جہانگیر کو بھی اس سے محبت ہے اور دین شاہ بیوقوف بن رہا ہے۔"

"مجھے اس کا علم ہے۔" وائیلٹ نے کہا۔ "لیکن مہربانو بہت شریف اور اچھے کردار کی معزز خاتون ہے۔"

فیروزہ نے کہا۔ "معزز ہونا ایک دوسری بات ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کو جہانگیر سے محبت ہے۔"

"محبت کرنا جرم نہیں ہے۔" وائیلٹ نے کہا۔ "تمھاری باتوں سے تنگ نظری ظاہر ہوتی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم اس پر کیوں معترض ہو۔"

فیروزہ نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر تک کسی پہلو پر غور کرنے کے بعد وائیلٹ سے کہا۔

"مجکو ڈاکٹر جہانگیر سے ہمدردی ہے۔ اگر وہ مہربانو سے محبت کرتے ہیں تو سایہ کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ آخر اس سے کیا حاصل ہوگا۔؟"

"قلبی سکون۔ روحانی مسرت۔" وائیلٹ نے فوراً جواب دیا۔

"مہر بانو محبت میں گھل گھل کر مر جائیگی لیکن اپنے شوہر سے بیوفائی نہ کرے گی"

"—— اور ڈاکٹر جہانگیر —— ؟"

"وہ آہنی عزائم کا انسان ہے اس نے اپنی تمناؤں کی دنیا محدود کرلی ہے وہ سائنسی تجربات میں اپنی زندگی گزار دیگا ——"

فیروزہ دیوار پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی ۔ وائیلٹ کے خاموش ہوتے ہی اس نے کہا ۔

"—— اور میری تمنائیں دل کی دل ہی میں رہ جائیں گی ——"

"تم اپنی تمنائیں ڈاکٹر جہانگیر سے نہ وابستہ کرو ——"

فیروزہ نے کرسی کے تکیہ پر سر ٹکا لیا اور چھت کی طرف دیکھنے لگی ۔ وائیلٹ نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا ۔

"میں کل اپنے ایک دوست سے تمہارا تعارف کراؤں گی —— وہ کل ہی لندن سے آئے ہیں"

"انگریز ہیں —— ؟"

"ہاں —— ایک بیرن کے لڑکے ہیں اور ہندستان کی سیاحت کیلئے آئے ہیں ۔ یہاں نیل کا کاروبار شروع کرنے کا ارادہ ہے"

"میں کل تمہارے ساتھ چلونگی ۔ لیکن مجھکو یہ بتاؤ کہ اب میں کیا کروں میرے والد نے کل رات کو بھی تاکید کی ہے کہ میں جلد از جلد اس راز کو معلوم کرنے کی کوشش کروں اور جہانگیر کے ساتھ سائے کی طرح لگی رہوں ——"

"تم مہر بانو سے پینگ بڑھاؤ ——"

"اب وہ بھی مجھ سے قدرے کشیدہ نظر آرہی ہے۔"

"غالباً تم نے اس پر یہ ظاہر کر دیا ہوگا کہ تم کو ڈاکٹر جہانگیر سے انسیت ہے۔"

"میں نے یہ الفاظ تو نہیں استعمال کئے تھے لیکن ہاں ــــ جو کچھ کہا تھا اسکا مفہوم یہی ہو سکتا ہے۔"

"اب اپنے رویہ سے اسکی تردید کر دو۔"

"کوشش کرونگی ــــ"

"میں کل شام کو چھ بجے آؤں گی اس وقت کلکتہ کلب کے ڈنر میں شریک ہونا ہے اگر دل چاہے تو چلو ــــ"

"میں اس وقت کہیں نہ جاؤں گی ــــ"

وائیلٹ شب بخیر کہہ کر چلی گئی۔ فیروزہ نے اپنی ساریاں اٹھا کر الماری میں رکھیں اور اپنے کمرے سے نکل کر برآمدے میں آگئی۔ ڈرائنگ روم کے سامنے دین شاہ کھڑا ہوا اسکے والد سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ اسکے پاس پہونچ گئی اور باتیں کرنے لگی۔ فیروزہ کا والد دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

دین شاہ نے کہا۔ "میں اس وقت ایک خاص ضرورت سے آیا ہوں ــــ"

"آؤ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

دونوں ڈرائنگ روم میں پہونچکر صوفوں پہ بیٹھ گئے۔ دین شاہ نے چاروں طرف دیکھکر رازدارانہ لہجہ میں کہا

"آج محکمہ سراغرساں کے مہتمم کرنل گھوش دوکان پہ آئے تھے۔ باتوں باتوں میں تمھارا ذکر آگیا تو انھوں نے مجھ سے تمھارے متعلق چند باتیں دریافت کرنے

کے بعد کہا کہ تم جس انگریز لڑکی کے ساتھ سیر و تفریح کو جاتی ہو وہ انگلستان کی ایک مشہور جاسوسہ ہے۔"

"یہ لوگ ہر شخص کو مشتبہ نظروں سے دیکھتے ہیں ——" فیروزہ نے برا مانتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھکو موقع ملے تو میں ان لوگوں کو گولیوں سے اڑادوں ——"

"بہر حال تم سوچ سمجھ لو ——" دین شاہ نے اسکو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اگر مس وائیلٹ مارشل واقعی جاسوسہ ہے تو بہت جلد گرفتار کرلی جائے گی۔"

"غیر ملکیوں کو گرفتار کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"خیر —— میں ان باتوں کو تو جانتا نہیں۔ مجھے ابھی یہ بات معلوم ہوئی اور میں تمھارے پاس آگیا۔"

"شکریہ ——" فیروزہ نے کہا۔ "تم نے اچھا کیا جو قبل از وقت بتادیا۔"

دین شاہ نے کہا۔ "وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ فیروزہ ڈاکٹر جہانگیر میں بہت دلچسپی لے رہی ہے۔"

"ہوں ——" فیروزہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور کچھ دیر بعد دین شاہ سے پوچھا۔ "انھوں نے یہ بات کس بنیاد پر کہی۔؟"

"یہ تو میں نے نہیں دریافت کیا۔"

فیروزہ نے کہا۔ "تمھارے یا مہربانو کے علاوہ اس کا کسی کو بھی علم نہیں ہے کہ میں ڈاکٹر جہانگیر کو جانتی ہوں —— تم کو بھی معلوم ہے کہ میری ملاقات انسے تمھاری ہی کوٹھی پر ہوئی تھی۔"

دین شاہ نے کہا۔ "ہاں —— اور جب بھی ملاقات ہوتی ہے میرے ہی

یہاں ہوتی ہے۔"

"تو پھر یا تو تم نے ان سے یہ بات کہی ہے اور یا مہر بانو نے ۔۔۔" فیروزہ نے کہا۔ "بہرحال جس کسی نے بھی کہا ہے اچھا نہیں کیا ہے ۔۔۔"

"فیروزہ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو ۔۔۔" دین شاہ نے اسکو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "تم ہم دونوں کی طبیعت سے واقف ہو۔ میں اپنے دشمنوں کی بھی کسی سے برائی نہیں کرتا ہوں اور مہر نے کرنل گھوش کو آج تک دیکھا بھی نہیں ہے۔"

فیروزہ کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر مسکرا کر کہا۔

"خیر چھوڑو ان قصوں کو ۔۔۔ کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ آج ہمارے ساتھ کھانا کھا لو ۔۔۔"

"نہیں فیروزہ! میں اس وقت تمھارے ساتھ کھانا نہ کھا سکوں گا۔ مہر میری منتظر ہوگی ۔۔۔"

وہ اٹھا اور اسکے ساتھ فیروزہ بھی کھڑی ہو گئی۔ دین شاہ نے کہا۔

"مس وائیلٹ مارشل کی طرف سے محتاط رہنا۔ کرنل گھوش کا خیال ہے کہ وہ جاسوسہ ہے تو وہ یقیناً جاسوسہ ہی ہوگی ۔۔۔"

دونوں باہر آئے اور دین شاہ کار پر بیٹھ کر چلا گیا۔ فیروزہ نے اپنے والد کے ساتھ کھانا کھایا اور کچھ دیر تک برآمدے میں ٹہل کر اپنی خوابگاہ میں آ گئی۔ اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کرنل گھوش کو اس بات کا کس طرح علم ہوا کہ وہ ڈاکٹر جہانگیر میں دلچسپی لے رہی ہے۔ وہ اپنی خوابگاہ میں آ کر بہت دیر تک اسی پہلو پر غور کرتی رہی لیکن کوئی بات اسکی سمجھ میں نہیں آئی۔ اسی ادھیڑ بن میں اس کو

وائیلٹ کے متعلق بھی غور کرنے کا موقع نہ ملا۔

صبح اسکی والدہ بمبئی سے آگئیں اس لئے وہ شام تک کہیں نہ جاسکی اور اسے یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس نے وائیلٹ سے وعدہ کرلیا ہے۔ آفتاب غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے وائیلٹ آگئی اور اسے دیکھتے ہی کہا۔

"ارے ــــ ابھی تک تم تیار بھی نہیں ہوئیں ــــ؟"

فیروزہ نے ہنسکر کہا "میں بالکل بھول گئی تھی۔ خیر ابھی دس منٹ میں تیار ہوئی ہوئی جاتی ہوں ــــ آؤ تم کو اپنی ممی سے ملاؤں ــــ"

اس نے اپنی والدہ سے وائیلٹ کا تعارف کرایا اور اس کو ان ہی کے پاس چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور نصف گھنٹہ بعد واپس آکر کہا۔

"ــــ چلو ــــ میں تیار ہوں۔ کیا کار پر آئی ہو ــــ؟"

"نہیں ــــ ٹیکسی پر آئی تھی ــــ"

"میں اپنی اسپورٹنگ کار نکالتی ہوں ــــ"

وہ اسکو کھینچتی ہوئی گیرج کے سامنے لے گئی۔ اپنی اسپورٹنگ کار نکالی خود اسٹیرنگ کے سامنے بیٹھی اور وائیلٹ کو اپنے پاس بٹھا کر جو رنگی پہونچی۔ ریسٹوران کے سامنے ڈک ٹہل رہا تھا۔ وائیلٹ نے اسے دیکھتے ہی مغربی دوشیزاؤں کے مخصوص انداز میں ہاتھ ہلایا۔ فیروزہ نے کار پارک میں چھوڑ دی اور دونوں ڈک کے پاس پہونچ گئیں۔ وائیلٹ نے ڈک سے فیروزہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"یہی وہ میری ہندوستانی سہیلی ہیں جن کا میں نے کل تذکرہ کیا تھا۔"

"چلو اندر چل کر بیٹھیں۔"

ڈک نے دونوں سے کہا اور تینوں باتیں کرتے ہوئے ریسٹوران میں داخل ہوئے ہال کے ایک گوشے میں ایک فرانسیسی خاتون بیٹھی ہوئی پیانو بجا رہی تھی۔ ڈک وائیلیٹ اور فیروزہ ایک کیبن میں بیٹھ گئے۔ ڈک نے بیٹھتے ہی کہا۔

"آج ہم کھانا بھی یہیں کھائیں گے ــــ"

فیروزہ نے وائیلیٹ سے کہا۔ "میں تو آج کیلئے معذرت خواہ ہوں ــــ"

"کیوں ــــ ؟" ڈک نے دریافت کیا۔

"چھ ماہ کے بعد میری والدہ آج ہی بمبئی سے آئی ہیں ــــ کھانے پر میرا انتظار کریں گی۔"

"انکو ٹیلیفون پر مطلع کیا جا سکتا ہے۔"

ایک ویٹر آکر سامنے کھڑا ہو گیا۔ وائیلیٹ نے فیروزہ سے کہا۔

"ہاں فیروزہ! تم ٹیلیفون پر اپنی والدہ کو مطلع کر دو ــــ یا ٹھہرو ــــ ممکن ہے وہ تم کو اجازت نہ دیں اس لئے میں ان سے گفتگو کرتی ہوں۔ میری درخواست وہ کبھی نہ رد کریں گی۔"

وائیلیٹ اٹھ کر چلی گئی۔ ڈک نے ویٹر سے کہا۔

"دو منٹ انتظار کرو ــــ"

فیروزہ نے مسکرا کر ڈک سے کہا۔ "اصولاً تو یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو مدعو کرتی۔"

"میں ابھی آٹھ دس روز یہاں قیام کرونگا۔"

فیروزہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ وائیلیٹ مسکراتی ہوئی آگئی اور فیروزہ کے

پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں نے ممی سے کہدیا ہے۔ اتفاق سے وہ ٹیلیفون کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔"

ڈک نے وائیلٹ سے دریافت کیا۔ "اچھا اب بتاؤ۔ کیا پیوگی۔ مجھے تو جن اور لیمن اسکواش ہی پسند ہے۔"

اس نے مسکرا کر فیروزہ کی طرف دیکھا۔

"میں صرف آرنج اسکواش پیونگی ——"

"جن میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ——" ڈک نے مسکرا کر کہا۔ "بہت ہلکی ہوتی ہے۔ اور یہ تو اب سوسائٹی ڈرنک ہو گئی ہے۔"

فیروزہ نے کہا "—— لیکن مجھے ابھی تک اسکا اتفاق نہیں ہوا ہے۔"

وائیلٹ نے فیروزہ کو خاموش کراتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا اور وہ چلا گیا فیروزہ نے اس سے کہا۔ "وائیلٹ مجھے اسکے لئے نہ مجبور کرو۔"

"قدامت پسندی چھوڑو —— زمانہ کہیں سے کہیں پہونچ چکا ہے۔"

فیروزہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن ڈک نے اسے خاموش کرا دیا اور جب وہ ان دونوں کے ساتھ رستوران سے نکلی تو جھک جھک کر ڈک سے بہت بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی۔ وہ دس بجے اپنے مکان پہونچی اور کار گیرج کے سامنے چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وائیلٹ اور ڈک نے اسکو اس لئے شراب نہیں پلائی تھی کہ وہ غلط راستے پر پڑ کر تباہ ہو جائے۔ یہ چیز انکی معاشرت میں داخل تھی اور وہ اس کو

معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن مشرقی نقطہ نظر سے یہ عادت تباہی کا پیش خیمہ تھی خود فیروزہ نے بیسیوں افراد کو اس عادت میں مبتلا ہو کر تباہ اور برباد ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لئے دوسرے روز وہ خود کو لعنت ملامت کرتی رہی۔

اس روز وہ اپنی والدہ کے پاس بھی صرف دو بار گئی اور چند منٹ بیٹھ کر چلی آئی۔

شام کو وائیلیٹ آئی لیکن اس نے دردسر کا بہانہ کرکے اسکو ٹال دیا۔

وائیلیٹ نے چلتے وقت کہا۔

"کل ڈک نے ہم دونوں کو اپنے ہوٹل میں لنچ پر مدعو کیا ہے۔"

"تم کو انکار کر دینا چاہئے تھا۔ میں اسے اچھا نہیں سمجھتی کہ انکو ایک بار بھی نہ مدعو کروں اور برابر انکے ساتھ کھاتی رہوں۔"

"ہماری معاشرت میں ان باتوں پر نہیں غور کیا جاتا ہے۔"

"— لیکن میں تو مشرقی ہوں — میں مشرقی روایات کو کیوں نظر انداز کروں —"

"خیر کل تو تم کو چلنا ہی ہوگا۔"

"یہ تو تمہاری زیادتی ہے —" فیروزہ نے کہا۔ "دعوت قبول کرنے سے پہلے تم کو مجھ سے تو دریافت کر لینا چاہئے تھا۔"

"ہاں مجھ سے یہ غلطی ضرور ہوئی۔ لیکن مجکو یقین تھا کہ تم میری بات رد نہ کروگی۔"

فیروزہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ "بہتر ہے — میں کل چلوں گی۔ تم بارہ بجے

تک آجانا ــــ"

وائیلٹ نے پوچھا۔ "آج دین شاہ تو نہیں آئے تھے۔؟"

"نہیں ــــ لیکن مہر بانو نے مجھ سے ٹیلیفون پر گفتگو کی تھی۔ وہ لوگ کل ڈاکٹر جہانگیر کے ساتھ ایک ہفتے کے لئے مدھو پور جا رہے ہیں۔"

"ہاں ــــ آج مجھے بھی یہی اطلاع ملی ہے ــــ" وائیلٹ نے کہا۔ "تمھاری والدہ کل ہی آئی ہیں ورنہ ہم دونوں بھی چلتے۔"

"میرے خیال میں فی الحال ہم لوگوں کو ان سے دور رہنا چاہئے۔ کرنل گھوش میرے اور تمھارے متعلق معلومات فراہم کر رہا ہے۔"

"وہ بیوقوف ہے ــــ" وائیلٹ نے ہنسکر کہا۔ "دو تین روز سے اس کے گرگے میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ خیر دیکھا جائیگا۔ اچھا میں چلی ــــ"

وائیلٹ چلی گئی فیروزہ اٹھ کر اپنی ماں کے پاس پہونچی اور اس سے باتیں کرنے لگی۔

(۸)

جہانگیر مہر بانو اور دین شاہ مدھو پور میں ایک ہفتہ آرام کر کے کلکتہ واپس آگئے اور جہانگیر ضروری آلات اور پرزوں کی فراہمی اور یکجائی میں مصروف ہوگیا۔ اب بظاہر اس کی زندگی پر سکون اور مطمئن تھی۔ ہندستان آنے کے بعد اسکی زندگی میں جو تلاطم پیدا ہوا تھا اب وہ بھی ختم ہو چکا تھا اور اسکی زندگی خطرناک ترین دور سے گزر کر معمول پر آگئی تھی۔ اسکو مہر بانو کی ننھی بچی نرگس سے بھی بہت زیادہ انسیت ہوگئی تھی اور وہ اگر اپنی مصروفیات یا کسی اور وجہ سے کسی روز

اسکے یہاں نہیں آسکتا تھا۔ تو ٹیلیفون پر اس کی خیریت دریافت کر لیتا تھا۔

جہانگیر کے ہندستان واپس آنے کے بعد مہر بانو کے دل میں جو ہلچل پیدا ہوئی تھی وہ بھی اب بتدریج کم ہو چکی تھی اور وہ بھی بظاہر عام شادی شدہ خواتین کی طرح پر مسرت ازدواجی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اور اس نے اپنے رویہ یا اپنی کسی بات سے بھی زین شاہ پر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا تھا کہ اسکو جہانگیر سے محبت تھی یا ہے یا اس نے کبھی اس سے شادی کا وعدہ کیا تھا لیکن کسی وجہ سے ایفانہ کر سکی اور اسی غم میں گھلی جا رہی ہے اور اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ کر اس کے جذبات کا خیر مقدم کر رہی ہے۔

مدھوپور سے واپسی کے چار روز بعد زین شاہ کے ایک تاجر دوست عارف سلیمان نے مہر بانو زین شاہ اور جہانگیر کو گریٹ ایسٹرن ہوٹل میں ڈنر دیا۔ اس رات اسی ہوٹل میں جنوبی امریکہ کی رقاصاؤں اور موسیقاروں کا ایک پروگرام تھا اس لئے ہال اعلیٰ طبقہ کے خوش پوش مردوں اور عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ مہر بانو زین شاہ جہانگیر اور عارف سلیمان نے بڑے ہال سے ملحق ایک بالکنی میں کھانا کھایا اور اسی جگہ بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگے۔

جہانگیر عارف سلیمان کو جرمن کارخانہ داروں کے حالات سنا رہا تھا اور مہر بانو خاموش بیٹھی ہوئی اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی وہ کبھی کبھی ہال میں بیٹھے ہوئے صدہا مہمانوں پر بھی ایک نظر ڈال لیتی تھی یکایک وہ بالکنی کے خوشنما کٹہرے کی طرف جھکی اور فوراً زین شاہ کی طرف دیکھکر اسکو ہال کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک ستون کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ تو فیروزہ ہے ۔۔۔" دین شاہ نے ستون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور اسکے ساتھ ۔۔۔ کوئی انگریز نوجوان ہے"

"ہاں ۔۔۔" مہربانو نے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ قہقہے لگا رہی ہے ۔۔۔ میرے خیال میں اس نے شراب پی لی ہے"

"ہاں ۔۔۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ اس سے پہلے میں نے اسکو کسی نوجوان سے اس بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرتے اور کسی محفل میں اس طرح قہقہے لگاتے ہوئے نہیں دیکھا ہے"

جہانگیر اور عارف سلیمان بھی اسی طرف دیکھنے لگے۔ مہربانو نے سرگوشیوں کے لہجہ میں کہا۔

"وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس طرح گفتگو کر رہی ہے گویا ۔۔۔"

مہربانو کا جملہ مکمل ہونے سے قبل دین شاہ بڑھ کر زینے تک پہونچ گیا اور وہ خاموش ہو کر اس کو پر معنی نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ جہانگیر نے مہربانو کے چہرے کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے کے رنگ کے اتار چڑھاؤ سے اسکے خیالات کا اندازہ لگاتے ہی جلد جلد قدم اٹھاتا ہوا زینے کی طرف بڑھا۔

دین شاہ آخری زینے پر پہونچ چکا تھا۔

جہانگیر نے اسکو آواز دے کر ٹھہرایا اور اسکے قریب پہونچکر کہا۔

"دین شاہ! تم نے یہ کیا حماقت کی ۔۔۔؟"

"حماقت ۔۔۔؟" دین شاہ نے متحیر ہو کر جہانگیر کی طرف دیکھا۔

"ہاں ۔۔۔ دوسروں کے معاملات میں دخل دینا حماقت نہیں تو اور

کیا ہے۔" جہانگیر نے دوستانہ لہجہ میں اسکو سمجھاتے ہوئے کہا۔" فیروزہ سے تمھارے یا تمھاری رفیقۂ حیات کے ایسے تعلقات نہیں ہیں کہ تم اسکو محفل میں ایسی حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کرو۔"

دین شاہ سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے لگا۔ جہانگیر نے اسکو اپنے ساتھ زینے پر چڑھاتے ہوئے کہا۔

"فیروزہ کو کسی دوسرے شخص سے اس بے تکلفی سے باتیں کرتا ہوا دیکھکر تمھارا اس طرح اٹھکر اسکی طرف بھاگنا مہر کو مشکوک کر سکتا ہے اور وہ یہ یقین کرنے میں حق بجانب قرار دی جا سکتی ہے کہ تمھارے دل میں فیروزہ کا بھی خیال ہے اس لئے تم اسکو کسی دوسرے سے بے تکلف ہوتا ہوا نہ دیکھ سکے۔"

دین شاہ نے ندامت آمیز تبسم کے ساتھ کہا۔

"واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔"

دونوں مہر بانو اور عارف سلیمان کے پاس پہونچکر کرسیوں پر بیٹھ گئے مہر بانو کا چہرہ جذبات سے معرا تھا۔ اس نے دین شاہ کے بجائے جہانگیر کی طرف دیکھا اور پھر کھوئی ہوئی نظروں سے ہال کی طرف دیکھنے لگی۔

دین شاہ نے اسکو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"— مہر اب فیروزہ کی آمدورفت بند کر دی جائے۔ میں ابتک اسکو ایک شریف اور نیک چلن لڑکی سمجھتا تھا۔"

"کیا تم اسوقت اسکو متنبہ کرنے گئے تھے۔؟"

"ہاں —" دین شاہ نے کہا۔" میں اسی ارادہ سے اٹھا تھا اور زینے

پہونچ بھی گیا تھا لیکن جہانگیر نے مجکو آواز دے کر ٹھہرا لیا اور یہ اچھا ہی ہوا ــــ واقعی مجکو کیا حق ہے کہ اسکو کسی محفل میں لعنت ملامت کروں ــــ"

مہر بانو پھر ہال کی طرف دیکھنے لگی۔ عارف سلیمان نے دین شاہ سے کہا۔

"کیا تم ابھی یہاں بیٹھنا چاہتے ہو۔؟"

"نہیں ــــ" دین شاہ نے جواب دیا۔ "ہم لوگوں میں سے شاید کسی کو بھی ایسے رقص و موسیقی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

مہر بانو نے کہا۔ "تو پھر چلو ــــ"

وہ کھڑی ہو گئی۔ جہانگیر دین شاہ اور عارف سلیمان بھی اس کے ساتھ اُٹھے اور چاروں باتیں کرتے ہوئے ہال میں پہونچ گئے۔ فیروزہ انگریز نوجوان کے ساتھ لڑکھڑاتی اور کرسیوں کا سہارا لیتی ہوئی ایک دوسری بالکنی کے زینے کی طرف جا رہی تھی وہ اسکی بغل میں ہاتھ ڈالے اس کو سنبھالے ہوئے تھا۔

جہانگیر اور مہر بانو نے منھ پھیر لیا۔ وہ ان لوگوں کو نہ دیکھ سکی اور انکے قریب سے گزر گئی۔ باہر پہونچکر جہانگیر نے کہا۔

"اچھا! ــــ مجھ کو اجازت دو ــــ"

"ہاں تم جا سکتے ہو" مہر بانو نے کہا۔ "تم کو بہت دور جانا ہے۔"

وہ سب سے مصافحہ کر کے کار پارک میں اپنی کار کے پاس پہونچا اور دروازہ کھول کر اندر بیٹھنے ہی والا تھا کہ عقب سے کرنل گھوش نے آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور اسکو دوستانہ لہجہ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ پندرہ منٹ تاخیر سے آٹھے۔ میرا خیال تھا کہ آپ لوگ کھانا کھلئے

ہی اُٹھ جائیں گے۔"

"۔۔۔ کرنل گھوش۔" جہانگیر نے مسکرا کر اسکو سلام کرتے ہوئے کہا۔ "تو آپ آج میرا تعاقب کر رہے ہیں ۔۔۔"

"آپ کا نہیں بلکہ اس شخص کا پیچھا کر رہا ہوں جو آپ کے تعاقب میں ہے۔"

جہانگیر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور چاروں طرف دیکھ کر کہا۔

"۔۔۔ میں نے تو ابھی تک ایسے کسی شخص کو اپنے گرد وپیش نہیں دیکھا ہے۔"

"۔۔۔ اور نہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔" کرنل گھوش نے مسکرا کر کہا۔ ۔۔۔۔ لیکن ابھی کچھ دیر قبل جب آپ زینے پر کھڑے ہوئے اپنے دوست دین شاہ کو سمجھا رہے تھے تو وہ آپ کے قریب ہی کھڑا ہوا اپنے جوتے کے فیتے باندھ رہا تھا۔"

"۔۔۔ اور آپ ۔۔۔؟" جہانگیر نے مسکرا کر دریافت کیا۔

"میں فیروزہ کے عقب میں بیٹھا ہوا اسکی بوالعجبیاں دیکھ رہا تھا۔ ڈک نے اس کو بہت زیادہ پلادی ہے۔ اور اب اسکے ساتھ اپنے کمرے کی طرف گیا ہے ۔۔۔"

"کیا وہ اس درجہ گرے ہوئے کردار کی لڑکی ہے؟"

"میں نے سنا ہے کہ وہ بہت شریف اور سیدھی لڑکی تھی لیکن وائیلٹ نے اسے بُرے راستے پر ڈال دیا ہے۔ اور یہ شخص ۔۔۔ ڈک ۔۔۔ یہ سرکاری جاسوس ہے۔"

جہانگیر ہوٹل کی عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔ ارغنوں کی ہلکی آوازیں

باہر تک آرہی تھیں کرنل گھوش نے کہا۔

"دین شاہ نے کل ایک مالی کو ملازم رکھا ہے۔ وہ میرا آدمی ہے اور انکی کوٹھی کے اس دربان کی نگرانی کے لئے وہاں مقرر کیا گیا ہے جو خود کو قبائلی پٹھان کہتا ہے لیکن دراصل اسکاٹ لینڈ یارڈ کا انسپکٹر گبس ہے ___ آپ اس سے محتاط رہیں اور کل مہر بانو کو بھی نشیب و فراز سمجھا دیں ___ ڈک کے ساتھ اٹھارہ جاسوس آئے ہیں اور سب کلکتہ میں موجود ہیں ___"

"میں کل مہر بانو کو سمجھا دونگا ___" جہانگیر نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا "___ اور اگر آپ کہیں تو میں دین شاہ کے کانوں میں بھی یہ بات ڈال دوں۔؟"

"نہیں ___ ان سے کہنے کی ضرورت نہیں ___" کرنل گھوش نے کہا "وہ جذباتی قسم کے نوجوان ہیں بہت جلد مغلوب الجذبات ہو جاتے ہیں ___ آپ نے تو ابھی دیکھ ہی لیا کہ فیروزہ کو ڈک کے ساتھ دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے تھے ___"

"کرنل گھوش!" جہانگیر نے متحیر ہو کر کہا "آپ کو یہ سب باتیں کیسے معلوم ہو گئیں۔؟"

کرنل گھوش نے مسکرا کر کہا "اب آپ جائیے۔ ابھی آپ کو بہت دور جانا ہے"

اس نے مصافحہ کیا اور چلا گیا۔ جہانگیر کار کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا اور شوفر نے اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے دریافت کیا۔

"کیا انسٹی ٹیوٹ چلوں ———؟"

"نہیں ——— پہلے دین شاہ کی کوٹھی پر چلو ———"

پندرہ منٹ بعد کار دین شاہ کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ اسکی کار کی روشنی دیکھ کر مہر بانو پورٹیکو میں آگئی۔ پورٹیکو میں کار ٹھہرتے ہی وہ اترا اور مہر بانو بڑھ کر اس کے پاس پہونچ گئی۔

"خیر تو ہے جہانگیر! تم تو جا چکے تھے پھر کیسے آگئے۔؟"

"اپنے افغان دربار کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا ——— وہ قبائلی پٹھان نہیں بلکہ انگریز جاسوس ہے۔ اور یہاں محض اس لئے آیا ہے کہ میں آتا رہتا ہوں۔"

"میں خیال رکھوں گی ———"

"دین شاہ سے اس کے متعلق کچھ نہ کہنا۔ اور وہ ہیں کہاں ———؟"

"اپنے ڈریسنگ روم میں۔" مہر بانو نے کہا۔ "آؤ ——— بیٹھو ———"

"نہیں مہر! مجھے بہت دیر ہو جائے گی۔ میں آج دو ڈھائی بجے رات تک اپنے معمل میں رہونگا ——— میں نے اسی لئے ہلکی غذا کھائی ہے۔"

"دین شاہ سے نہیں ملوگے ———؟"

"ضرور ملونگا ورنہ انکے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ میں رخصت ہو جانے کے بعد کیوں واپس آیا۔ ان کو میرے پاس بھیجدو۔"

مہر بانو اندر گئی اور اسی وقت دین شاہ کے ساتھ واپس آگئی۔

"تم کیوں واپس آگئے۔؟" دین شاہ نے برآمدے میں آتے ہی

جہانگیر سے دریافت کیا۔

"میں یہ کہنے آیا تھا کہ اگر فیروزہ کسی روز آئے تو اس پر یہ نہ ظاہر کیا جائے کہ ہم لوگوں نے اسکو اس عالم میں دیکھا ہے۔"

"کہنے سننے کی ضرورت نہیں ـــــ میں اس سے کہہ دوں گا کہ وہ یہاں نہ آیا کرے۔" دین شاہ نے جوش میں کہا۔ "ذرا ڈھٹائی تو دیکھو مجمع عام میں بھبوتی ہوئی جارہی تھی ـــــ"

"نہیں ـــــ" جہانگیر نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اس قدر جلد آنکھیں پھیر لینا بھی ٹھیک نہیں ـــــ"

"بس تم یہی کہنے آئے تھے ـــــ؟" دین شاہ نے پوچھا۔

"ہاں ـــــ یکایک مجھے خیال آگیا کہ کہیں تم اسکو دھتکار نہ دو اسی لئے تم کو منع کرنے آیا ہوں ـــــ"

"خیر دیکھا جائے گا ـــــ"

جہانگیر نے اس سے مصافحہ کیا اور دونوں کو شب بخیر کہکر چلا گیا۔

دوسرے روز شام کو فیروزہ مہربانو کے پاس آئی۔ مہربانو سبزے پر فوارے کے پاس بیٹھی ہوئی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ اس نے کتاب بند کر کے اسکی طرف دیکھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"آج تم مضمحل نظر آرہی ہو ـــــ آنکھیں بھی سرخ ہورہی ہیں۔"

"صبح تو بہت زیادہ سرخ تھیں۔" فیروزہ نے کہا۔ "دن کو دو گھنٹے تک سوئی ہوں اسلئے خمار کم ہوگیا ہے۔"

"خمار ـــــ؟" مہر بانو نے مسکرا کر کہا۔ "کیا شراب بھی پیتی ہو ـــــ؟"

"نہیں ـــــ خدا نہ کرے ـــــ"

"تو پھر یہ خمار کیسا ہے ـ؟"

"نیند کا خمار ـــــ" فیروزہ نے کہا۔ "کل رات کو سونے کا موقع ہی نہیں ملا ـ"

مہر بانو نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"تمھاری والدہ کیسی ہیں ـــــ؟"

"اچھی ہیں ـــــ کہہ رہی تھیں کہ کسی روز مہر بانو کو کھانے پہ مدعو کرو ـــــ"

"ان تکلفات کی کیا ضرورت ہے میں کل اگر اس طرف گئی تو ان ـــــ سے ملاقات کرلونگی ـ"

وہ کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی۔ مہر بانو نے دین شاہ سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تیسرے روز مہر بانو دین شاہ اور جہانگیر سینما ہاؤس گئے تو انکو فیروزہ اسی انگریز نوجوان کے ساتھ نظر آئی۔ وہ ڈریس سرکل میں اگلی قطار کے ایک صوفے پر بیٹھے گئے۔

انٹرول میں فیروزہ اپنے ساتھی انگریز کے ساتھ باہر گئی اور واپسی پر ان لوگوں کو دیکھ کر ٹھہر گئی اور مسکرا کر مہر بانو کی طرف دیکھا۔

"آؤ ـــــ" اس نے محض اخلاقاً اسکو بلایا۔

ڈک آگے بڑھ چکا تھا۔ فیروزہ نے کہا۔

"کل کسی وقت آؤنگی ـــــ"

وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ دین شاہ نے کہا۔

"مہر — کل اسے منع کر دینا۔ ایسی عورتوں کا آنا جانا مناسب نہیں۔ وہ مشرقی نسائیت کو بدنام کر رہی ہے —"

جہانگیر خاموش بیٹھا رہا۔ مہربانو نے کہا۔

"ہاں — اس وقت بھی اسکو اسی عالم میں دیکھ کر مجھے بھی اس سے نفرت ہو گئی ہے۔"

پکچر ختم ہونے کے بعد جہانگیر دین شاہ اور مہربانو کے اصرار پر ان کے مکان پہونچا اور انکے ساتھ کھانا کھایا۔ چلتے وقت مہر نے اس سے کہا۔

"جہانگیر! فیروزہ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ اس نے اب یہ روش اختیار کی ہے یا وہ شروع ہی سے اس طبیعت کی ہے۔؟"

"اپنے دل میں شکوک نہ لاؤ مہر! —" جہانگیر نے چاروں طرف دیکھکر اسکو سمجھاتے ہوئے کہا "دین شاہ بہت شریف انسان ہیں اور ان کو تم سے محبت ہے۔"

دین شاہ دوسرے کمرے میں کھڑا ہوا کسی شخص سے باتیں کر رہا تھا مہربانو نے کہا۔

"وہ دین شاہ سے بہت بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرتی ہے۔ پہلے میں نے اسکی اس بے باکی کو اس کی معصومیت اور الھڑپن پر محمول کیا لیکن اب مجھے شک ہونے لگا ہے۔"

"شک محبت کیلئے گھن کی خاصیت رکھتا ہے۔ اس سے شکر رنجی پیدا ہوتی ہے اور اگر گتھیوں کو سلجھانے کی کوشش نہ کی جائے تو حالات بد سے بد تر

ہو جاتے ہیں۔"

مہر بانو نے کچھ سوچکر ایک طویل ٹھنڈی سانس لی اور دونوں پورٹیکو میں پہنچ گئے

دین شاہ بھی آگیا۔ جہانگیر دونوں کو شب بخیر کہہ کر چلا گیا۔

جہانگیر اپنے عارضی معمل میں متعدد آلات اور چھوٹی چھوٹی مشینیں تیار کر چکا تھا اور بیشتر سامان جزیرہ مہر افروز پہونچایا جا چکا تھا۔ جزیرہ میں جھیل کے کنارے وزنی موٹر اور انجن نصب کئے جا رہے تھے۔ وہ دوسرے تیسرے روز وہاں جاتا رہتا تھا۔ انجینیروں نے اسکے دار التجارب کے قریب ہی ایک ہوائی اڈا بنا دیا تھا اور اسمیں طیارے اترنے لگے تھے۔ ×

مدھو پور سے واپسی کے پورے ایک ماہ بعد جہانگیر کا دار التجارب تیار ہوگیا اور وہ اپنا تجربہ شروع کرنے کے لئے وہاں چلا گیا۔ وہ اپنے ساتھ صرف ایک بوڑھے سائنسدان اور دو اپنے سمجھے ہوئے تجربہ کار بوڑھے ملازموں کو لے گیا اور تجربہ شروع کرنے کے پورے پندرہ روز بعد کلکتہ آیا اور مہر بانو کے پاس پاس پہونچا۔ اسوقت ہلکی پھوار پڑ رہی تھی اور مہر بانو اپنے کمرے میں باغ کی طرف کھلنے والے دریچے کے پاس بیٹھی ہوئی باغ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ننھی نرگس اسکے قریب ہی پالنے میں سو رہی تھی۔

ایک ملازم نے اسکو جہانگیر کی آمد کی اطلاع کی۔

وہ اٹھ کر اسکے خیر مقدم کے لئے برآمدے تک گئی اور اسکو اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لائی۔ جہانگیر نے خیریت دریافت کی اور گھڑی دیکھ کر کہا۔

"دین شاہ آجکل دوپہر کو آتے ہیں یا نہیں ــــ؟"

"آتے ہیں لیکن کل کسی ضرورت سے پاربتی پور گئے ہیں اور غالباً کل شام تک واپس آجائیں گے۔"

"۔۔۔ اور کوئی تازہ خبر۔۔۔؟"

"فیروزہ پھر بہت زیادہ آنے جانے لگی ہے۔"

"دین شاہ سے کہہ دو۔۔۔ وہ اسکو منع کر دیں گے۔۔۔"

"اس نے ان ہی سے پینگ بڑھائے ہیں۔"

"واقعی۔۔۔؟" جہانگیر نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ اور اب میرے شکوک یقین میں بدلتے جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ پاربتی پور نہیں گئے ہیں بلکہ کلکتہ ہی میں ہیں۔"

"میں دو چار روز بعد تم کو بتا دوں گا کہ وہ پاربتی پور گئے تھے یا نہیں۔۔۔؟"

"کیا وہاں سے ابھی تک ٹیلیفون کا سلسلہ نہیں قائم ہوا ہے۔؟"

"نہیں۔۔۔" جہانگیر نے کہا۔۔۔ "اور نہ قائم ہو سکتا ہے۔ میں نے اسٹیٹ ہیڈ سے لاسلکی سلسلہ قائم کر لیا ہے اور مخصوص الفاظ میں گفتگو ہوتی ہے تاکہ وہاں کے حالات کا بیرونی دنیا کو علم نہ ہو سکے۔"

"وہاں کے متعلق تو پھر کسی وقت تفصیل کے ساتھ بتانا۔ اس وقت یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ دین شاہ یقیناً فیروزہ ہی کے چکر میں ہیں۔"

"اگر واقعی ایسا ہے تو یہ انتہائی افسوسناک چیز ہے۔" جہانگیر نے مغموم لہجے میں کہا۔ "میں اس سلسلہ میں دین شاہ سے گفتگو کرونگا۔۔۔"

"نہیں۔۔۔" مہربانو نے کہا" ان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔۔۔"

"کیوں ـــــ ؟" جہانگیر نے دریافت کیا۔

"انسان انسان کو معاف کرسکتا ہے لیکن قدرت کسی کو نہیں معاف کرتی ـــــ" مہربانو نے ننھی نرگس کے پائینے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے جو غلطی کی ہے مجکو اس کی سزا ملے گی اور ضرور ملیگی ـ"

"مہر! ان باتوں کو بھول جاؤ۔ غلطی انسان ہی سے ہوتی ہے۔" جہانگیر نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "میں تم کو بے گناہ سمجھتا ہوں ـــــ"

"جہانگیر! خواہ تم کچھ ہی کہو لیکن میں خود کو نہیں معاف کرسکتی ـ"

وہ کچھ اور کہتی لیکن نرگس کروٹ لے کر بیدار ہو گئی اور جہانگیر نے بڑھ کر اس کو اٹھالیا۔

(۹)

جہانگیر نے جزیرہ جہاافروز میں پہونچنے کے بعد طے کرلیا تھا کہ وہ صرف مہینے میں دو بار کلکتہ جایا کرے گا اور اپنے اسی فیصلہ کے مطابق وہ پندرھویں دن کلکتہ گیا تھا لیکن مہربانو کے جاڑوں نے اسکو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کردیا۔ وہ کلکتہ سے روانگی سے قبل کرنل گھوش کے پاس پہونچا اور دس منٹ تک گفتگو کرنے کے بعد جزیرے کی طرف روانہ ہوگیا اور تیسرے ہی روز اسکی کا ایک خفیہ پیغام سن کر وہ فوراً کلکتہ پہونچا اور کرنل گھوش کو انسٹی ٹیوٹ میں اپنا منتظر پایا۔

کرنل گھوش ڈاکٹر ڈنگر کے کمرے میں بیٹھے ہوئے انسے باتیں کررہے تھے دونوں نے جہانگیر سے مصافحہ کیا اور کرنل گھوش نے جہانگیر سے کہا۔

"چلئے کسی دوسرے کمرے میں چل کر بیٹھیں مجھے آپ سے ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

ڈاکٹر آئنگر نے کہا "میری آرام گاہ میں جاکر بیٹھئے وہ بالکل محفوظ ہے۔"

دونوں اٹھ کر ڈاکٹر آئنگر کی آرام گاہ میں پہونچے اور ایک ہی صوفے پر بیٹھکر باتیں کرنے لگے۔ کرنل گھوش نے کہا۔

"دین شاہ واقعی پاربتی پور گئے تھے لیکن وہ تنہا نہیں تھے۔"

"غالباً ان کے ساتھ فیروزہ بھی ہوگی ——" جہانگیر نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"جی ہاں۔" کرنل گھوش نے کہا۔ "اور اسکے باپ خاں بہادر میر دریر عادل بھی تھے۔ تینوں یہاں سے علیحدہ علیحدہ روانہ ہوئے۔ یعنی فیروزہ اور اسکے والد دو روز قبل عظیم گنج گئے اور وہاں سے پاربتی پور پہونچے اور اسی روز دین شاہ بھی کلکتہ سے براہ راست وہاں پہونچ گئے ان تینوں نے ایک مارواڑی تاجر کی کوٹھی میں قیام کیا اور وہیں ڈک اور مسٹر پیٹرسن بھی پہونچ گئے۔ پیٹرسن بھی جاسوس ہے۔"

جہانگیر نے کچھ سوچکر کہا "—— تو گویا ان لوگوں نے یہ راز معلوم کرنے کے لئے دین شاہ کو آلۂ کار بنایا ہے۔"

"جی ہاں ——" کرنل گھوش نے کہا "دراصل دین شاہ سٹہ بازی میں اسی ماہ دو لاکھ سے زیادہ روپیہ دے چکے ہیں اور اس وقت انکو تین لاکھ

روپے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ رقم ان کو اسی ہفتہ نہ ملی تو انکی ساکھ ختم ہو جائیگی۔"

"میں سمجھ گیا ——" جہانگیر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "خان بہادر ایک مشہور بینکر ہیں اور آسانی کے ساتھ دو چار ماہ کے لئے دو تین لاکھ روپیہ دے سکتے ہیں۔"

"آپ کا خیال صحیح ہے۔ محض اسی نقطہ نظر سے دین شاہ نے فیروزہ سے تعلقات بڑھائے اور اس سے اپنی مالی پریشانی کا تذکرہ کیا۔"

جہانگیر نے کہا "یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ فیروزہ کس راستے پر پڑ گئی ہے۔"

"جی ہاں ——" کرنل گھوش نے کہا "—— اور اسکا بھی علم ہے کہ دین شاہ کو اسکی صورت سے نفرت ہو گئی تھی۔ لیکن محض مالی پریشانی سے مجبور ہو کر اس نے اس سے پھر تعلقات بڑھائے تاکہ وہ اپنے والد سے اسکو چار لاکھ روپیہ دلا دے۔"

کرنل گھوش نے اپنا بجھا ہوا سگار سلگایا اور ایک ہلکا کش لے کر کہا۔

"خان بہادر نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے دین شاہ سے وعدہ کر لیا اور اس کو پارسی پیرہ بلایا ہے۔ وہاں دین شاہ سے ایک دستاویز لکھائی گئی ہے اور یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اگر وہ تمہاری دوستی سے فائدہ اٹھا کر تمہارے تجربات کی تفصیل ان کو بتاتا رہا تو وہ ہر تفصیل کا معاوضہ دس ہزار روپیہ دیں گے اور وہ قرض کی ادائیگی کی مد میں لکھا جاتا رہے گا۔"

جہانگیر نے سر جھکا لیا کرنل گھوش نے اسکو بغور دیکھا۔ جہانگیر اس وقت بہت فکرمند نظر آرہا تھا۔ کرنل گھوش نے دو چار کش لے کر کہا۔

"دین شاہ بہت برے چکر میں پھنس گئے ہیں۔"

"وہ تباہ ہو جائینگے ـــ وہ خودکشی کر لینگے ـــ جہانگیر بڑبڑانے لگا۔ اور مہر کی دنیا لٹ جائیگی ـــ کرنل گھوش ـــ!"

اس نے طویل القامت اور قوی الجثہ مسن بنگالی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس سلسلہ میں آپ کو کچھ کرنا چاہیئے ـــ"

"ـــ میں کیا کر سکتا ہوں ڈاکٹر جہانگیر ـــ" کرنل گھوش نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "دین شاہ نے خاں بہادر کے نام دستاویز لکھی ہے۔ اور وہ بینکر ہیں ـــ جملہ کارروائی قانونی طور پر جائز ہے اور وہ دستاویز فرضی یا جعلی نہیں ثابت کی جا سکتی ـــ"

"تو پھر کیا ہوگا ـــ؟"

"آپ دین شاہ کو سمجھائیں کہ وہ خان بہادر کی رقم واپس کر دیں۔"

"رقم تو واپس ہو سکتی ہے لیکن دین شاہ کی ضرورتیں پھر کیسے پوری ہونگی اور اسکی ساکھ کیسے برقرار رہے گی؟"

"کیا کلکتہ یا بمبئی کا کوئی متمول شخص انکو کچھ رقم نہیں دے سکتا ہے۔؟"

"مجھے ان کے کاروباری تعلقات کا کوئی علم نہیں ہے۔"

کرنل گھوش نے کہا۔ "مسز دین شاہ کی لاکھوں روپے کی جائیداد ہے۔"

"ہاں ـــ" جہانگیر نے کہا "ـــ لیکن مجھے ان باتوں کے متعلق زیادہ علم نہیں ہے۔"

کرنل گھوش نے کچھ سوچکر کہا "ـــ فی الحال آپ کا دین شاہ کو خطرات

سے آگاہ کرنا بھی قرین مصلحت نہیں ہے ــــ"

جہانگیر نے چند منٹ تک خاموش رہنے کے بعد کرنل گھوش سے کہا۔

"اب آپ کی کیا رائے ہے ـ؟"

"آپ فی الحال خاموش رہیں اور حالات کو دیکھیں ــــ"

"کیا میں مسز دین شاہ سے بھی ان باتوں کا تذکرہ نہ کروں ـ؟"

"مناسب تو یہی ہوگا ــــ"

جہانگیر نے گھڑی دیکھ کر کہا۔" تو پھر ہم کو اٹھنا چاہیئے ــــ"

"ہاں ــــ" کرنل گھوش نے اٹھتے ہوئے کہا۔" آپ اپنے دارالتجارب میں اطمینان کے ساتھ اپنا کام جاری رکھیں۔ غیر ملکی جاسوسوں کے خلاف بہت جلد کارروائی کی جائیگی۔"

دونوں ڈاکٹر آئنگر کے کمرے میں آ گئے۔ جہانگیر دس منٹ بعد کمرے سے باہر نکلا اور ایک کار پر بیٹھ کر مہر بانو کے پاس پہونچا۔

مہر بانو اور دین شاہ دوسری منزل کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ دین شاہ نے زینے پر آ کر اسکا خیر مقدم کیا اور اسکو کمرے میں لے گیا۔ نرگس اپنی ماں کے پاس صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی وہ جہانگیر کو دیکھتے ہی مسکرائی اور اس نے بڑھ کر اس کو اٹھا لیا۔

"تم تو پندرہ روز بعد آنے والے تھے ــــ؟" مہر بانو نے جہانگیر سے کہا

"ہاں ــــ" اس نے دین شاہ کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "ــــ لیکن ایک ضروری کام کی وجہ سے آنا پڑا ـ"

وہ کچھ دیر انکے پاس بیٹھکر چلا گیا اور بارھویں روز پھر کلکتہ آیا اور مہر بانو کے پاس پہونچا۔ وہ کہیں جانے کے لئے برآمدے میں کار کے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی جہانگیر کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور وہ بڑھ کر اسکی کار کے پاس پہونچ گئی۔

"کہاں جا رہی ہو ـــ ؟" جہانگیر نے کار سے اترتے ہوئے دریافت کیا۔

"فیروزہ کے والدین نے آج مجکو اور دین شاہ کو لنچ پر مدعو کیا ہے۔"

"لیکن ابھی تو گیارہ بجے ہیں ـــ"

"ہاں ـــ فیروزہ کی والدہ نے کہا تھا کہ میں قبل از وقت پہنچ جاؤں۔"

جہانگیر اس کے قریب کھڑا ہوگیا اور اپنی کار کے دروازے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ـــ تو پھر واپسی بھی تین بجے سے قبل نہ ہوگی ـــ ؟"

"نہیں ـــ میں دو بجے تک واپس آجاؤں گی ـــ" مہر بانو نے اپنی ساری کا آنچل درست کرتے ہوئے کہا۔ "آج میری ایک سہیلی ہاجرہ آرہی ہے۔"

مہر بانو کی کار پھاٹک میں داخل ہوئی۔

"اچھا تو پھر مجکو اجازت دو ـــ" جہانگیر نے کار کی طرف دیکھکر کہا۔

"تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"بے بلایا مہمان ـــ" جہانگیر نے ہنس کر کہا "یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔"

"میں ٹیلیفون پر فیروزہ سے گفتگو کرتی ہوں۔"

وہ جہانگیر کے جواب سے قبل چلی گئی اور پانچ منٹ بعد واپس آکر کہا۔

"جہانگیر! وہ تمہارا نام سن کر اچھل پڑی اور مجھ سے التجا کی ہے کہ میں تم کو ضرور لاؤں۔ اسکے والدین بھی تم سے ملنا چاہتے ہیں۔"

جہانگیر مسکرا دیا۔ مہربانو نے کہا۔

"وہ ابتک اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ تم اس سے شادی کرلو گے — چلو — اپنی کار میں بیٹھو۔ میں تمہاری ہی کار میں چلونگی —"

جہانگیر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ مہربانو نے اپنے شوفر کو بلا کر کہا۔

"تم دوکان جاؤ اور صاحب سے کہہ دینا کہ ڈاکٹر جہانگیر بھی آگئے ہیں۔ اور میرے ساتھ فیروزہ کے یہاں گئے ہیں —"

وہ جہانگیر کے پاس کار میں بیٹھ گئی۔ راستہ میں جہانگیر نے اس سے دریافت کیا

"کیا تمہارا دل فیروزہ کی طرف سے صاف ہوچکا ہے —؟"

"ہاں —" مہربانو نے جواب دیا "دین شاہ محض کاروباری ضرورت سے پاربتی پور گئے تھے۔ وہاں فیروزہ اور اس کے والد بھی تھے —"

"دین شاہ نے واپسی پر تم سے کیا بتایا —؟"

"انکو چار لاکھ روپے کی ضرورت تھی۔ اسی لئے گئے تھے۔"

"مہر! —" جہانگیر نے کہا "دین شاہ کے والدین نے لاکھوں روپے بینک میں چھوڑے تھے آخر وہ رقم کہاں گئی —؟"

"انکو گزشتہ بارہ مہینوں میں چھ لاکھ کا نقصان ہوا ہے۔ میں نے اپنی

جائیداد اور اندوختہ انکے حوالے کرنا چاہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا ۔۔۔"

"کیوں ۔۔۔؟"

"میں اپنی کل جائیداد نرگس کے نام لکھ چکی ہوں اور بنک میں جو رقم جمع تھی وہ بھی اسی کے لئے محفوظ کر دی ہے ۔"

جہانگیر کسی پہلو پر غور کرنے لگا۔ مہربانو نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا بات ہے۔ تم خاموش کیوں ہو گئے ۔؟"

"کچھ نہیں ۔۔۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں یہی سوچ رہا تھا کہ کیا لاکھوں میں کھیلنے والے بھی اس حد تک مالی مشکلات میں مبتلا ہو سکتے ہیں ۔"

مہربانو مسکرا دی۔ جہانگیر بھی ہنسنے لگا۔

کار مصروف ترین بازاروں سے گزرتی ہوئی فیروزہ کی کوٹھی میں داخل ہوئی۔ فیروزہ برآمدے میں ایک محراب کے نیچے کھڑی ہوئی ایک ملازم کو کچھ سمجھا رہی تھی۔ مہربانو اور جہانگیر کو دیکھتے ہی وہ زینے پر پہونچ گئی اور بڑھ کر کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید ڈاکٹر جہانگیر ۔۔۔ آپ نے زحمت کر کے ہماری مسرتوں کو دوبالا کر دیا ہے ۔"

مہربانو اور جہانگیر کار سے اتر آئے اور تینوں باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم کے سامنے پہونچ گئے۔ فیروزہ نے ایک ملازم کو آواز دے کر بلایا اور اس سے کہا۔

"ممی اور ڈیڈی سے کہہ دو کہ مہربانو اور ڈاکٹر جہانگیر آ گئے ہیں ۔۔۔"

اس نے دونوں کو ڈرائنگ روم میں لے جاکر ایک صوفے پر بٹھایا اور خود دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ مہر بانو نے کہا۔

"یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ میری کار دین شاہ کو پہونچا کر دیر میں واپس آئی ورنہ میں انکو نہ ملتی اور یہ واپس چلے جاتے ۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے ۔" فیروزہ نے کہا۔ "میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ آج ڈاکٹر جہانگیر میرے یہاں آئیں گے ۔"

"فیروزہ ۔"

کسی معمر خاتون نے فیروزہ کو باہر سے آواز دی۔

"آئیے ممی میں یہاں مہر اور ڈاکٹر جہانگیر کے پاس بیٹھی ہوئی ہوں ۔"

فیروزہ کی والدہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں اور مہر بانو اور جہانگیر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ مہر بانو نے جہانگیر کا تعارف کرایا۔ خان بہادر پرویز عادل بھی آ گئے اور رسمی گفتگو کے بعد سب آپس میں باتیں کرنے لگے۔

خان بہادر نے جہانگیر سے کہا۔ "ڈاکٹر جہانگیر مجھے عرصہ سے آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا لیکن کاروباری مصروفیات کی وجہ سے موقع نہیں مل سکا۔"

"میں نے آپ کو برلن میں دیکھا تھا اس وقت میں زیر تعلیم تھا۔ میں نے آپ سے ملنے کی بھی کوشش کی لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔"

"کاش ملاقات ہو جاتی ۔" فیروزہ کے والد نے کہا۔ "یہ میری بد قسمتی تھی ۔"

فیروزہ نے خوش ہو کر کہا۔ "لیکن یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج میں نے

آپ کو مدعو کر لیا اور آپ آ گئے۔"

سب ہنسنے لگے۔ خان بہادر عادل نے کہا "تو بہت با توفیق ہے۔"

فیروزہ کی والدہ خاموش بیٹھی ہوئی جہانگیر کے خدوخال۔ اطوار اور انداز اور گفتگو میں وہ خوبیاں تلاش کر رہی تھیں جو انکے نقطہ نظر سے ایک مثالی داماد میں ہونا چاہیئے تھیں۔ فیروزہ جہانگیر کو دیکھکر کھلی جا رہی تھی۔ خان بہادر نے ادھر ادھر کی گفتگو کے بعد جہانگیر سے کہا۔

"ڈاکٹر جہانگیر آپ نے جس عظیم تجربہ کا بیڑا اٹھایا ہے اس میں آپ کو کتنی مدت میں کامیابی ہوگی ___؟"

"پورے دس سال ___" جہانگیر نے کہا "اس سے پہلے بھی یہ کام ختم ہو سکتا ہے لیکن ابھی میں ڈیڑھ دو سال تک وقت کا صحیح تعین نہیں کر سکتا ہوں"

"یہ آپ کا ایک عظیم ترین کارنامہ ہوگا۔"

مہربانو نے جوش میں کہا "اگر جوہری قوت کو برانگیختہ کرنے اور کام میں لانے کا راز معلوم کر لیا گیا تو دنیا کی حالت بدل جائیگی اور برقی قوت کی مدد سے انسان وہ کام کر گزرے گا جو فی الحال ناممکن ہے ___ مثلاً پہاڑوں کا اڑانا۔ نہروں کی کھدائی اور پانی کی فراہمی مشینوں کو چلانے کے لئے بھی یہ طاقت کام میں لائی جائیگی ___"

جہانگیر نے مہربانو کو تیز نظروں سے دیکھا اور نگاہیں چار ہوتے ہی وہ خاموش ہو گئی۔ فیروزہ نے دونوں کی طرف دیکھا اور جہانگیر سے پوچھا۔

"کیوں ڈاکٹر جہانگیر ___ کیا واقعی جوہری طاقت سے یہ کام لئے جا سکتے

ہیں ۔۔۔؟"

"جی ہاں ۔۔۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔" جہانگیر نے جواب دیا۔

فیروزہ نے کہا۔ "تو پھر اس طاقت سے دشمنوں کو بھی برباد کیا جا سکتا ہے۔"

خان بہادر بول اُٹھے۔ "جبتک تجربات مکمل نہ ہو جائیں اسوقت تک یقین کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے۔"

"آپ کا خیال بہت صحیح ہے ۔۔۔" جہانگیر نے خان بہادر سے کہا۔ "میں خود بھی ابھی وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں ۔۔۔"

خان بہادر پیرزادہ عادل نے کہا۔ "مجھے اس تجربہ سے کافی دلچسپی رہی ہے اور میں اس کے لئے حکومت کو دو لاکھ روپے کا عطیہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ وہ منظور کرے۔"

"آپ ہندوستانی سائنس کاؤنسل کے اراکین سے گفتگو کیجئے ۔۔۔"

"میں دہلی جانے والا ہوں ۔۔۔ لیکن ڈاکٹر جہانگیر آپ بھی کبھی کبھی مجھ سے ملتے رہیں اور اگر مناسب سمجھیں تو مجھے اپنے تجربات سے آگاہ کرتے رہیں۔"

"میں آپ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہوں گا ۔۔۔" جہانگیر نے خان بہادر کو جواب دیا۔ "اور اپنے تجربات سے بھی آگاہ کرتا رہوں گا۔"

فیروزہ کی والدہ نے جہانگیر سے پوچھا۔

"ڈاکٹر جہانگیر آپ کہاں کے رہنے والے ہیں ۔؟"

"مجھے تو خانہ بدوش ہی سمجھئے ۔۔۔ لیکن میرے والدین بڑودہ میں رہتے تھے۔" جہانگیر نے کہا "۔۔۔ میں گیارہ سال کی عمر میں یتیم ہو گیا۔ اور کچھ

عرصہ بعد میری والدہ کا بھی انتقال ہو گیا ——"

"ہا —— کیسی دردناک کہانی ہے آپ کی ——" فیروزہ کی والدہ نے کہا "اگر آپ کے والدین زندہ ہوتے تو اس وقت آپ کو اس درجے پر دیکھکر کسقدر خوش ہوتے ——"

مہر بانو نے کہا "انھوں نے کوئی جائیداد بھی نہیں چھوڑی تھی"

شاہ بہادر بول اٹھے "واقعی آپ نے بے یار و مددگار ہوتے ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملک کے نوجوانوں کے لئے ایک مثال قائم کر دی ہے"

وہ سب جہانگیر کی خداداد ذہانت کے متعلق باتیں کرنے لگے ——

ساڑھے بارہ بجے دین شاہ آگیا۔ ایک بجے سب نے کھانا کھایا اور پونے دو بجے جہانگیر مہر بانو کو اسکی کوٹھی پر پہونچا کر انسٹی ٹیوٹ گیا اور چار بجے پھر مہر بانو کے پاس پہونچا۔

مہر بانو کی سہیلی ہاجرہ آکر جا چکی تھی اور مہر بانو اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی ایک ناول پڑھ رہی تھی۔ جہانگیر نے پہونچتے ہی نرگس کو دریافت کیا۔

"وہ سو رہی ہے۔ آؤ بیٹھو —— اب چائے پی کر جانا"

جہانگیر کرسی پر بیٹھ گیا۔ مہر بانو نے کہا "اس وقت میں جوش میں جوہری طاقت کے متعلق بہت کچھ کہہ گئی۔ اس سے تمھاری رازداری پر تو کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ ؟"

"نہیں —— یہ ایسی باتیں ہیں جو بہت جلد ہر شخص کو معلوم ہو جائیں گی۔ لیکن تم کو اس سلسلہ میں محتاط رہنا چاہیئے۔ تم دوسروں سے ان ہی باتوں کا

تذکرہ کرو جن کے متعلق میں کہدوں کہ یہ اہم نہیں ہیں۔"

"میں آیندہ سے محتاط رہونگی۔"

جہانگیر نے کہا "خان بہادر پرویز عادل میرے تجربات کی تفصیل معلوم کر کے ایک دوسرے ملک سے مالی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"میں اسی وقت سمجھ گئی تھی جب تم نے مجکو گھور کر دیکھا تھا۔"

"انھوں نے دین شاہ کو بھی اسی شرط پہ روپیہ دیا ہے کہ وہ انکو میرے راز بتاتے رہیں ـــ لیکن تم ان باتوں کا تذکرہ دین شاہ سے نہ کرنا۔"

"جہانگیر!" مہر بانو نے کہا "میرا خیال ہے کہ دین شاہ نے خان بہادر سے روپیہ لیکر کچھ اچھا نہیں کیا ہے۔ میرے والد کہا کرتے تھے کہ پرویز عادل کاروباریوں کے لئے جونک کی خاصیت رکھتے ہیں ـــ وہ جس کسی کو بھی قرض دیتے ہیں وہ تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔"

"تم کو دین شاہ کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات نہ لانا چاہئیں۔" جہانگیر نے مہر بانو کو سمجھاتے ہوئے کہا "میں کوشش کرونگا کہ وہ لوگ اس سلسلہ میں دین شاہ کو پریشان نہ کر سکیں ـــ۔"

"جہانگیر ـــ" مہر بانو نے پھنسی ہوئی آواز میں کچھ کہنے کا ارادہ کیا لیکن الفاظ حلق سے نہ نکل سکے اور وہ اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر اس کو حسرت سے دیکھنے لگی۔

جہانگیر نے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"مہر! جذبات کے دھارے میں نہ بہو یہ انسان کو اسکی جگہ سے ہٹا کر

بہت دور لے جاتا ہے ـــ زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھو ـ تمہاری مسرتوں کا آفتاب نرگس کی صورت میں طلوع ہو چکا ہے ـــ"

مہر بانو منہ پھیر کر اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی ـ جہانگیر نے اسکو سمجھاتے ہوئے کہا ـ

"ہم جس دور سے گزر رہے ہیں اس کے خطرناک ترین لمحات عرصہ تک لہروں کی صورت میں آتے رہیں گے ـــ لیکن تم کو اپنے ارادوں میں اٹل رہنا چاہئے ـــ اٹھو ـــ چلو نرگس کے پاس چلیں ـ"

مہر بانو ایک معمول کی طرح اٹھی اور اس کے ساتھ چلنے لگی ـ زینے کے قریب پہونچ کر جہانگیر نے کہا ـ

"فیروزہ سے ہوشیار رہنا ـــ وہ تم لوگوں میں نفاق کا بیج بھی بو سکتی ہے ـــ اس کی باتوں میں کبھی بھی نہ آنا ـــ"

دونوں نرگس کے کمرے میں پہونچ گئے ـــ وہ دو چار منٹ قبل ہی اٹھی تھی ـ جہانگیر نے اس کو اٹھا لیا اور بالکنی میں پہونچکر کھلانے لگا ـ کچھ دیر بعد مہر بانو کے ساتھ چائے پی اور چلا گیا ـ

(۱۹)

بیرونی دنیا کی ہنگامہ آرائیوں سے دور ڈاکٹر جہانگیر جزیرہ مہر افروز میں اپنے تجربات میں مصروف تھا ـ اس جزیرہ کی آبادی صرف چار افراد پر مشتمل تھی ـ ڈاکٹر جہانگیر اس کا معاون ڈاکٹر شہریار سلیمی اور دو ملازم اسحق اور مینا تھے ـ ڈاکٹر شہریار سلیمی کے والدین نے بخارا سے ہندستان آکر احمد آباد میں مستقل طور پر سکونت

اختیار کرلی تھی اور اسی شہر میں ڈاکٹر شہریار سلیمی پیدا ہوا تھا وہ خود کو ہندوستانی کہتا تھا اور اسکو وہی حقوق بھی حاصل تھے۔

ڈاکٹر شہریار نے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی تھی اور اس کے بعد اپنی عمر کا بیشتر حصہ سائنسی تجربات کے لیئے غیر ممالک میں گزارا تھا۔ اس کے ذہن میں بھی عرصہ سے جوہر فرد کے تجزیہ کا خیال چکر لگا رہا تھا اور برلن میں جہانگیر سے ملاقات ہونے کے بعد اس نے اس سے استدعا کی تھی کہ وہ جب بھی ہندوستان پہونچکر یہ تجربات شروع کرے تو اسکو ضرور بلالے۔ وہ اسوقت سوئزرلینڈ کے ایک سائنسی ادارے میں ایک دواساز کارخانے کے لئے تجربات کر رہا تھا۔

جہانگیر نے ہندوستان پہونچتے ہی اسکو بلا لیا تھا۔ ڈاکٹر شہریار سلیمی بہت سنجیدہ اور خاموش طبیعت کا انسان تھا۔ عالم شباب میں اس نے ایک متمول گجراتی تاجر کی لڑکی سے شادی کرلی تھی اس سے دو بچے پیدا ہوئے تھے دوسرے بچے کی ولادت کے بعد اس کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور پھر اس نے دوسری شادی نہیں کی۔ اسکے بچے اب جوان ہو چکے تھے اور بمبئی میں زیر تعلیم تھے۔ ڈاکٹر سلیمی کی عمر پچپن سے تجاوز کر چکی تھی لیکن اس کی صحت بہت اچھی تھی اور وہ ہر وقت چاق و چوبند نظر آتا تھا۔

اسحٰق جہانگیر کا پرانا ملازم تھا۔ وہ اسکے والد کے پاس عرصہ تک رہ چکا تھا اسلیئے جہانگیر نے دوسرے ملازموں پر اسکو ترجیح دی تھی۔ اسحٰق کی عمر ساٹھ سے زیادہ تھی لیکن اس کی صحت بھی اچھی تھی اسے صرف حقہ پینے کا شوق تھا۔ دوسرا ملازم سناتن ڈیرہ دگرڈھ کا رہنے والا تھا۔ اسکو خود اپنی عمر کا صحیح اندازہ نہیں تھا اسکے بال

سفید ہو چکے تھے اور جسم کی کھال ہڈیاں چھوڑنے لگی تھی۔ وہ پہلی جنگ عظیم میں اسحٰق کے ساتھ عراق اور فلسطین گیا تھا اور اس وقت اسی کے ساتھ رہنے لگا تھا۔

جہانگیر کو ان تینوں افراد پر بھروسہ تھا۔ وہ چاروں اس جزیرے میں آزاد تھے اور دنیا سے علیحدہ رہکر بھی تنہائی نہیں محسوس کر رہے تھے۔ ڈاکٹر شہریار سلیمی اور ڈاکٹر جہانگیر کیلئے فرصت کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ وہ دونوں جب تھک کر چور ہو جاتے تھے تو کچھ دیر آرام کرنے کیلئے لیٹ جاتے تھے اسکے بعد اپنے تجربات میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اسحٰق اور ستن اپنے فرصت کے اوقات حقہ پینے اور شطرنج کھیلنے میں گزارتے تھے۔ وہ کبھی کبھی جہانگیر اور ڈاکٹر سلیمی کے تجربات میں بھی انکا ہاتھ بٹاتے تھے اور عام انسانوں کے مقابلہ میں سائنسی اصطلاحات سے بہت زیادہ واقف ہو چکے تھے۔

ڈاکٹر جہانگیر نے جن اصولوں پر تجربہ شروع کیا تھا اس میں اسکو اب تک خاطر خواہ کامیابی ہوئی تھی اور اس کے پیش نظر اس کو بہت مطمئن ہونا چاہیئے تھا لیکن اسکے برعکس وہ دن بدن ذہنی انتشار میں مبتلا ہوتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر سلیمی کو بھی اس کا احساس تھا اور کلکتہ میں ڈاکٹر آئنگر اور کرنل گھوش کو بھی اسکی پریشانی کا علم تھا۔ ڈاکٹر آئنگر چاہتے تھے کہ وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ تجربات کرتا رہے اور کرنل گھوش کی یہ کوشش تھی کہ غیر ملکی جاسوس اور انکے ایجنٹ اس تک رسائی نہ حاصل کر سکیں لیکن حالات نے دونوں کو مایوس کر رکھا تھا۔

وہ جب بھی کلکتہ آتا تھا مہربانو اور دین شاہ کے پاس ضرور جاتا اور کبھی

کبھی خان بہادر پرویز عادل اور فیروزہ سے بھی ملاقات کرتا۔ ڈاکٹر آئنگر سے تبادلہ خیالات ہوتا اور کرنل گھوش سے دس پانچ منٹ گفتگو کر کے واپس چلا جاتا۔ اسی طرح چھ ماہ گزر گئے۔ اس چھ ماہ کی مدت میں جہانگیر نے دین شاہ کو دوستانہ حیثیت سے چند ایسی باتیں بتا دیں جن کو اس نے جوہری طاقت کے راز کا ایک جز سمجھ کر خان بہادر پرویز عادل کو مطلع کر دیا اور اس طرح ایک لاکھ کا بار کم ہو گیا لیکن چھ ماہ بعد غیر ملکی جاسوسوں کا رویہ سخت ہو گیا۔

دین شاہ ابھی تک اپنی مالی حالت بہتر نہ بنا سکا تھا اسلئے اس نے تنگ آکر مہر بانو سے کہہ دیا کہ اسکی ساکھ خطرے میں ہے اور اب وہ دوسروں کے رحم و کرم پر ہے۔ اسکا کاروبار کسی وقت بھی ختم ہو سکتا ہے اور دوکان اور گودام مقفل ہو سکتے ہیں۔ مہر بانو نے کہا۔

"میری جائیداد حاضر ہے۔ نرگس ہماری لڑکی ہے ہم اسکے ولی ہیں اور ہمکو اسکی ہر چیز پر مالکانہ حقوق حاصل ہیں۔ ہم اس جائیداد کو رہن و بیع کر سکتے ہیں۔"

"میری زندگی میں ایسا نہ ہو سکے گا ۔۔۔"

"کیوں ۔۔۔ ؟"

"یہ میں نہیں گوارا کر سکتا کہ لوگ مجکو بچی کی جائیداد خرد برد کرنے کا طعنہ دیں میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤں گا ۔۔۔"

"تو پھر کیا کرو گے ۔۔۔ ؟"

"میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہوں ۔۔۔"

دونوں خاموش ہو گئے۔ اسی ہفتہ جہانگیر آیا اور مہر کو متفکر اور مغموم دیکھکر کہا

"مہر! تم پھر اپنی صحت برباد کر رہی ہو ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ مجھے احساس ہے۔" مہربانو نے جواب دیا "۔۔۔ لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔"

اس نے کل واقعات بتا کر کہا۔

"تم ہی بتاؤ میں کیا کروں ۔۔۔؟"

"خوش رہنے کی کوشش کرو ۔۔۔" جہانگیر نے کہا۔ "میں اس کی کوئی صورت نکالوں گا۔ اگر خان بہادر پرویز عادل زیادہ پریشان کریں تو دین شاہ دو ماہ کی مہلت دے لیں۔"

اس نے نرگس کو گود میں اٹھا کر پیار کیا اور مہربانو سے رخصت ہو کر کرنل گھوش کے پاس پہونچا۔ انکو اسکی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی اور وہ ڈاکٹر آئنگر کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے۔

دونوں نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور کرنل گھوش اسکے ساتھ ڈاکٹر آئنگر کے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ جہانگیر اس روز بہت متفکر تھا کرنل گھوش نے اسکو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر جہانگیر! آج آپ بہت متفکر اور پریشان نظر آرہے ہیں۔"

"جی ہاں ۔۔۔" جہانگیر نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا "غالباً آپ کو سب باتوں کا علم ہو گا۔"

"سب باتوں کا تو نہیں لیکن ہاں کچھ نہ کچھ تو ضرور معلوم ہے۔"

"تو کیا میں آپ کو وہ باتیں بھی بتا دوں جن کا میں نے ابتک آپ سے

تذکرہ نہیں کیا ہے ۔ ؟"

"اگر آپ ایسا کریں گے تو اس سے آپ ہی کو فائدہ پہونچیگا۔ میں نہ صرف محکمہ سراغرسانی کے مہتمم بلکہ ایک دوست کی حیثیت سے آپ کے لئے بہت کچھ کر سکوں گا ۔۔۔"

"غالباً آپ کو اس کا علم ہوگا کہ میں مہر بانو کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ تعلیم حاصل کر رہی تھیں ۔۔" جہانگیر نے کرنل گھوش سے کہنا شروع کیا۔" ہم سب یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔"

"مجھے ان باتوں کا علم ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مہر بانو نے خود آپ سے شادی کا وعدہ کیا تھا لیکن ان کے والدین نے انکی شادی مسٹر دین شاہ سے کر دی اور وہ انکار نہ کر سکیں۔"

"جی ہاں ۔۔۔ بالکل ایسا ہی ہوا۔" جہانگیر نے کرنل گھوش کی تائید کرتے ہوئے کہا۔" اور جب میں واپس آیا تو مہر بانو کی صحت خراب ہو چکی تھی۔"

"میں یہ باتیں بھی جانتا ہوں ۔ اور اسکا بھی علم ہے کہ مہر بانو کی زندگی ویران ہو چکی ہے لیکن وہ محض اپنی بچی نرگس کے لئے زندہ ہیں انکو اب تک آپ کا خیال ہے لیکن وہ ایک شریف خاتون ہیں اس لئے اپنے برتاؤ سے اپنے شوہر پر یہ نہیں ظاہر ہونے دیا ہے کہ انکی ازدواجی زندگی محض ایک نمائش ہے ۔ ورنہ انکا دل مردہ ہو چکا ہے انکی تمناؤں کی دنیا لٹ چکی ہے ۔۔۔ اور ۔۔۔"

"بس میرے محترم دوست !" جہانگیر نے کرنل گھوش کو خاموش کراتے ہوئے کہا۔" خدا! ہم دونوں کی حالت پر رحم کیجئے ۔ میرے لئے بھی اس دنیا میں

کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے ـــ اب میں صرف اسلئے زندہ ہوں کہ جوہر فرد یعنی ذرہ کا راز معلوم کرلوں ـــ اس سے بنی نوع انسان کو بہت فائدہ پہونچیگا۔ اگرچہ میں اپنی ذات سے استفادہ نہ حاصل کرسکا لیکن دنیا کو فائدہ پہونچا سکتا ہوں اور پہونچاؤں گا ـــ اور اسی کے ساتھ مجھے جہر اور نرگس کے لئے بھی کچھ کرنا ہے۔ انکے علاوہ اب اس دنیا میں میرا اور ہے کون ـــ"

"ڈاکٹر جہانگیر آپ انسان نہیں فرشتہ ہیں ـــ" کرنل گھوش نے کہا۔

جہانگیر فوراً بول اُٹھا "میرے خیال میں انسان فرشتہ سے افضل و برتر ہوتا ہے ـــ خیر تو میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ میں جہر کو پریشان اور فکرمند نہیں دیکھ سکتا۔ دین شاہ ایک شریف اور سیدھے انسان ہیں۔ ان کو دھوکا دے کر جال میں پھانسا گیا ہے لہذا آپ ان کو خان بہادر پرویز عادل کے چنگل سے نجات دلائیں ـــ"

"کیا دین شاہ مجکو اس دستاویز کے متعلق کچھ بتا سکتے ہیں۔؟"

"ضرور بتا سکتے ہوں گے ـــ اگر آپ کہیں تو میں انکو آپ کے پاس بھیج دوں ـــ؟"

"ہاں ـــ" کرنل گھوش نے کہا "آپ انکو سب باتیں سمجھا کر کہدیجئے کہ وہ کل سہ پہر کو کلکتہ کلب میں مجھ سے ملاقات کرلیں ـــ"

"بہتر ہے ـــ" جہانگیر نے اٹھتے ہوئے کہا "وہ کل آپ کے پاس آئیں گے آپ حالات کا جائزہ لینے کے بعد مجھ سے ضرور تبادلہ خیال کریں۔ دین شاہ کے کہنے پر نہ عمل کیجئے گا۔ وہ بہت جلد باز اور سادہ لوح انسان ہیں۔"

دونوں ڈاکٹر ڈانگر کے کمرے میں آ گئے۔ جہانگیر نے ان سے چند ضروری باتیں کر کے اجازت لی اور پینتالیس منٹ بعد دین شاہ کی دوکان پر پہونچا۔ وہ دوکان میں کاونٹر کے پاس بیٹھا ہوا برآمد کنندگاں کے خطوط دیکھ رہا تھا۔ جہانگیر اسکو دوکان کے اس حصہ میں لے گیا جسے دین شاہ نے کھانا کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے لئے مخصوص کر لیا تھا۔

کمرے میں پہونچتے ہی جہانگیر نے اسکو سب باتیں سمجھا کر کہا۔

"تم کل کرنل گھوش کے پاس جاؤ وہ تین بجے کلکتہ کلب میں ملیں گے۔"

دین شاہ متوحش نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کو اب تک یہی خیال تھا کہ اس دستاویز کا کسی کو علم نہیں ہے۔ اس نے مہر سے بھی صرف اسیقدر بتایا تھا کہ خاں بہادر نے پاربتی پور کے ایک مارواڑی سے اسکو چار لاکھ کی رقم دلائی ہے ۔۔۔ لیکن جب جہانگیر نے اسکو مارواڑی کا نام ڈیک اور ایک غیر ملکی جاسوس مسٹر پیٹرسن کی موجودگی اور دستاویز کا مضمون تک بتا دیا تو اس کے ہوش اڑ گئے اور اس نے جہانگیر کے دونوں ہاتھ پکڑ کر ملتجیانہ لہجہ میں کہا۔

"جہانگیر مجکو بچالو ۔۔۔ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں نے بازار میں اپنی ساکھ قائم رکھنے کے لئے خاں بہادر کے ذریعہ یہ رقم قرض لی ۔۔۔ بہرحال، میں اپنا کاروبار ختم کر سکتا ہوں ۔۔۔ بازار میں دوبارہ ساکھ قائم ہو سکتی ہے لیکن جاسوسی کے جرم میں گرفتاری ۔۔۔ اف!"

اس نے کسی خیال سے سہم کر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا اور گھٹنوں پر جھک گیا۔

جہانگیر نے اس کو اٹھا کر سیدھا بٹھایا اور سمجھاتے ہوئے کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے اوپر حرف نہ آئیگا ـــــ لیکن تم کو میرے اور کرنل کے کہنے پر عمل کرنا ہوگا۔"

"ـــــ میں تیار ہوں جہانگیر ـــــ" دین شاہ نے مرتعش آواز میں کہا۔

"مجھے تم پر اس قدر اعتماد ہے جس قدر اپنے حقیقی بھائی پر ہو سکتا ہے۔ تم میرے مہر کے اور نرگس کے سچے ہمدرد اور بہی خواہ ہو ـــــ"

"دین شاہ!" جہانگیر نے اس کو خاموش کراتے ہوئے کہا "میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ کرو ـــــ کل تم کرنل گھوش کے پاس جاؤ اور ان سے سب واقعات من وعن بیان کردو اسکے بعد پھر ہم طے کریں گے کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے ـــــ"

"ـــــ اور اگر ڈک ـــــ پیٹرسن یا خان بہادر نے مجکو تنگ کیا ـــــ"

"ان سے کہہ دینا کہ جہانگیر نے گزشتہ ماہ جو تجربہ شروع کیا تھا وہ دس بارہ روز میں ختم ہو جائیگا اور ان سے تفصیل معلوم ہوتے ہی میں بتادونگا ـــــ"

"بہتر ہے ـــــ" دین شاہ نے کہا "ـــــ لیکن اگر انھوں نے زیادہ پریشان کیا تو ـــــ؟"

"انکو میرے اور تمہارے تعلقات کا علم ہے ـــــ" جہانگیر نے اسکو سمجھاتے ہوئے کہا "اسکے علاوہ انکو یہ بھی یقین ہے کہ انکی یہ سازش کامیاب رہی ہے اور اور انھوں نے ہندستانی سراغرسانوں کو بیوقوف بنادیا ہے۔ حالانکہ یہ انکی بھول ہے کرنل گھوش کو اسوقت سے ان باتوں کا علم ہے جب تم نے فیروزہ سے اپنی ملاقاتوں کا تذکرہ کیا تھا ـــــ وہ چاہتے تو ابتک تم سے سب کچھ

معلوم کر چکے ہوتے لیکن محض اس لئے خاموش رہے کہ انکو میرے اور تمہارے تعلقات کا علم ہے ــــ اور انکو یہ بھی اطمینان ہے کہ وہ غیر ملکی جاسوسوں اور انکے ایجنٹوں کو جس وقت بھی چاہیں گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"جہانگیر! ــــ" دین شاہ نے خوفزدہ لہجہ میں کہا۔ "میں اپنا سب کچھ قربان کر سکتا ہوں لیکن یہ ذلت نہیں برداشت کر سکتا ــــ"

"تم کل کرنل گھوش سے ملو۔" جہانگیر نے کہا۔ "ابھی حالات قابو سے باہر نہیں ہوئے ہیں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ــــ اور ہاں دیکھو ان باتوں کا مہر سے تذکرہ نہ کرنا۔ ورنہ انکی حالت خراب ہو جائیگی اور لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

"نہیں میں ان باتوں کا ان سے تذکرہ نہ کروں گا۔"

"اگر وہ دریافت کریں تو کہہ دینا کہ حالات بہتر ہونے جا رہے ہیں۔"

جہانگیر اس سے رخصت ہو کر مہر بانو کے پاس پہنچا اور کچھ دیر اسکے پاس بیٹھکر جزیرہ مہر افروز کی طرف روانہ ہو گیا۔

کرنل گھوش اور دین شاہ سے گفتگو کے بعد اسکو ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تھا اس لئے وہ سکون قلب کے ساتھ اپنے تجربات میں مصروف ہو گیا۔

کرنل گھوش بھی کلکتہ میں خاموش نہیں بیٹھے تھے۔ دین شاہ سے کل حالات معلوم کرنے اور دستاویز کی نقل پڑھنے کے بعد انہوں نے ڈرامائی طور پر دین شاہ کی کوٹھی کے دربان انسپکٹر گبس اور انگریز جاسوس ہیریسن کو گرفتار کر لیا لیکن جو ڈک بچ کر نکل گیا اور وہ ہیلٹ قانونی گرفت میں نہ آ سکی۔"

کرنل گھوش خان بہادر پرویز عادل اور انکی لڑکی فیروزہ کو بھی جاسوسی کے الزام میں گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن انتہائی کوشش کے باوجود وہ کوئی ایسا ثبوت نہ فراہم کر سکے جس کی مدد سے ان دونوں پر ہاتھ ڈال سکیں۔ اگرچہ کرنل گھوش پاربتی پور کے مارواڑی کے خلاف کوئی ثبوت نہ فراہم کر سکے تھے لیکن اس نے دستاویز کی نقل پر اپنے دستخط کر دیئے تھے اور محکمہ انکم ٹیکس اس سے اس سلسلہ میں بازپرس کر سکتا تھا اسلئے اس نے دین شاہ کے کہنے پر اصلی دستاویز انکے حوالے کر دی اور اسکی نقل اسی وقت جلادی۔

پندرہ روز بعد جب جہانگیر واپس آیا تو دین شاہ بہت خوش تھا۔ کرنل گھوش نے جو کچھ کیا تھا اسکا مہر بانو پر بھی خوشگوار اثر پڑا تھا اور پہلے کے مقابلہ میں اب اسکی صحت بہتر ہو گئی تھی۔ جہانگیر جس وقت مہر بانو کے مکان پہونچا۔ دین شاہ اور مہر بانو چمن میں ہرسنگار کے درختوں کے سائے میں سبزے پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور نرگس سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاکر چلنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ جہانگیر کو دیکھتے ہی کلکاری مار کر اسکی طرف بڑھی اور جہانگیر نے بڑھکر اسکو گود میں اٹھا لیا۔

دین شاہ نے گھڑی دیکھکر جہانگیر سے کہا۔

"جہانگیر ــــ مہر سے دریافت کر لو ــــ میرا خیال کسقدر صحیح نکلا میں ان سے کہہ رہا تھا کہ جہانگیر ساڑھے بارہ بجے تک آجائیں گے۔ اور دیکھو ــــ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ہیں ــــ"

"تم بھی کس قدر لاابالی ہو دین شاہ ــ!" مہر بانو نے اسکی تائید کرنے

کے بجائے اسکو ملامت کرتے ہوئے کہا۔ "انکی وجہ سے تمھاری جان بچی اور وہ موذی غارت ہوئے لیکن تم نے انکا شکریہ تک نہیں ادا کیا ــــ"

"ہاں مہر ــــ!" دین شاہ نے ہنسکر کہا۔ "واقعی میں شکریہ ادا کرنا تو بھول ہی گیا تھا لیکن میرے اور انکے تعلقات ایسے نہیں ہیں کہ اس قسم کی رسمی باتیں ہوں ــــ"

مہربانو مسکرادی ــــ "اب تم ذہین اور عقلمند ہوتے جارہے ہو ــــ"

دونوں ایک ساتھ کھڑے ہوگئے۔ جہانگیر نرگس سے باتیں کر رہا تھا اور وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھ اس کے رخساروں پر رکھے ہوئے تھی۔ مہربانو نے اس کے قریب پہونچکر کہا۔

"اب یہ تم کو بہت یاد کرنے لگی ہے۔ جب میں اس سے دریافت کرتی ہوں کہ تم جہانگیر کے پاس جاؤگی تو مسکراکر سر ہلاتی ہے اور تالیاں بجانے لگتی ہے۔"

"یہ میری بیٹی ہے ــــ" جہانگیر نے اسکو پیار کرتے ہوئے کہا۔ "ــــ یہ میرے ساتھ رہے گی ــــ"

دین شاہ نے نرگس کے گلے نوچتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"نرگس ــــ تم ان کے ساتھ جزیرہ میں رہوگی ــــ"

ننھی نرگس نے سر ہلایا اور جہانگیر کی گردن میں اپنے ننھے بازو حمائل کردیئے اور وہ سب ہنستے اور باتیں کرتے ہوئے برآمدے میں پہونچ گئے۔ مہربانو نے جہانگیر سے دریافت کیا۔

"کھانا ابھی کھاؤ گے یا کچھ دیر بعد ـــــ؟ ہم لوگ تمہارے ہی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔"

"جس روز مجھکو یہاں آنا ہوتا ہے اس روز میں ناشتہ بھی معمولی ہی کرتا ہوں"

"تو پھر ڈائننگ روم کی طرف چلو۔۔"

جہانگیر نے دونوں کے ساتھ کھانا کھایا اور دین شاہ نے تفصیل کے ساتھ اسکو کل واقعات بتائے مہربانو نے دین شاہ سے پوچھا۔

"آج صبح تمہارے پاس فیروزہ بھی تو آئی تھی ـــــ وہ کیا کہہ رہی تھی؟"

"یہی کہہ رہی تھی کہ وہ مائیڈ داڑی کسی غیر ملکی جاسوس کا ایجنٹ ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ خان بہادر کو پہلے ہی سے اس پر شک تھا"

جہانگیر نے کہا "فیروزہ ابھی تک اس انگریز جاسوس کے چکر میں ہوگی۔ خیر اسکا کفارہ وہ خود ادا کریگی اور خان بہادر کا انجام بھی اچھا نہیں ہوگا ـــ کرنل گھوش ایک روز انکو اپنی گرفت میں لاکر رہیں گے۔"

مہربانو نے کہا "میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ انکو نجات مل گئی۔ اب وہ الگ جائیں اور انکا کام جو جیسا کریگا۔ ویسا بھریگا۔"

جہانگیر نے کہا "تم لوگ فیروزہ سے ہوشیار رہنا۔ اسکو حالات کا علم ہے اور بدلہ لینے کی کوشش کریگی۔ اسکے باپ کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا ہے۔"

"اب وہ میرے پاس کم ہی آتی ہے" مہربانو نے اٹھتے ہوئے کہا "اور آتی بھی ہے تو ادھر ادھر کی باتیں کرکے چلی جاتی ہے۔"

"بہت خطرناک عورت ہے۔"

جہانگیر نے آہستہ سے کہا اور دونوں کے ساتھ برآمدے میں آ گیا۔ دین شاہ نے مہر بانو سے کہا۔

"اگر مناسب سمجھو تو کوئی پکچر دیکھنے چلو ـــــ ہم نے عرصہ سے جہانگیر کے ساتھ کوئی فلم نہیں دیکھا ہے۔"

"چلو ـــــ کہیں نہ کہیں کوئی اچھا پکچر لگا ہی ہوگا ـــــ"

جہانگیر مہر بانو اور دین شاہ کے ساتھ پکچر دیکھنے چلا گیا۔ واپسی پر دین شاہ اپنی دوکان کے سامنے اتر گیا اور جہانگیر مہر بانو کے ساتھ اسکے مکان پہونچا۔ مہر بانو بہت خوش تھی اور جہانگیر کی نگاہیں بچا کر بار بار اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔ کوٹھی پر پہونچکر جہانگیر نے نرگس کو تلاش کیا لیکن آیا اس کو سیر کے لئے لے جا چکی تھی۔ دونوں چمن میں پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔

جہانگیر نے کہا۔ "فیروزہ کی خاموشی کوئی معنی ضرور رکھتی ہے۔ وہ کوئی نیا شگوفہ چھوڑنے والی ہے۔"

"جو دوسروں کے لئے کنواں کھودتا ہے وہ خود ہی اسمیں گرتا ہے۔"

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن ایسے مفسدوں اور فتنہ پردازوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے۔" جہانگیر نے مہر بانو سے کہا۔ "میں آج کرنل گھوش سے نہیں مل سکا ہوں ورنہ فیروزہ اور خان بہادر کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو جاتا۔"

"خیر آئندہ جب آنا تو معلوم کر لینا۔"

"ہاں اب یہی ہو سکتا ہے۔" جہانگیر نے کہا۔ "میں آئندہ ہفتہ پھر آؤنگا۔"

"تم صبح کیوں نہیں آتے ہو ـــــ؟" مہر بانو نے کہا۔ "آدھا دن گزار کر

آتے ہو۔"

"مہربانو! تم میری مصروفیات کا اندازہ نہیں لگا سکتی ہو۔ ہم دونوں یعنی میں اور ڈاکٹر سلیمی شب و روز کام میں مصروف رہتے ہیں۔"

"زیادہ مصروفیت کا صحت پر بُرا اثر پڑ سکتا ہے۔"

"ہاں۔" جہانگیر نے جواب دیا۔ "لیکن فی الحال میں بالکل تندرست ہوں۔"

اس نے مہربانو کے ساتھ شام کی چائے پی اور غروب آفتاب سے کچھ قبل اس کا چھوٹا طیارہ جزیرہ میں اُتر گیا۔

(۱۱)

فیروزہ کو وائیلٹ اور ڈک نے اپنا آلۂ کار بنانے اور اپنے قبضہ میں رکھنے کے لئے جس راستہ پر ڈال دیا تھا اسکو وہ خود بُرا سمجھتی تھی لیکن جو قدم آگے بڑھ چکا تھا حالات کے ماتحت وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتا تھا اسلئے وہ بہت جلد ڈک سے اس طرح بےتکلف ہو گئی تھی گویا وہ اسکی رفیقہ حیات ہے وہ زیادہ تر اسی کے ساتھ رہنے لگی تھی لیکن اس کے باوجود اسکے دل میں جہانگیر کا بھی خیال تھا۔

اس نے جہانگیر کو اپنی طرف متوجہ کرانے کی انتہائی کوشش کی تھی لیکن وہ اس سے اور دور ہوتا گیا تھا اور اس کے اس گریز نے فیروزہ کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکا دی تھی۔ جہانگیر نے اسکے حسن و شباب کی توہین کی تھی اور وہ اس سے اس کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ اور اسکی بہترین صورت یہی تھی کہ وہ جہانگیر

اور دین شاہ کے درمیان تفرقہ ڈال دے تاکہ جہانگیر مہر بانو سے نہ مل سکے۔

انسپکٹر گبس اور پیٹرسن کی گرفتاری کے بعد ڈک روپوش ہو چکا تھا اور فیروزہ اپنی زندگی میں خلا محسوس کرنے لگی تھی۔ اس لئے اس نے ایک ہفتہ تک حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد دین شاہ کی دوکان پہ آمد و رفت شروع کر دی اور جہانگیر کے جانے کے دو روز بعد اس نے دین شاہ سے کہدیا کہ مہر بانو کو جہانگیر سے محبت ہے اس نے اس سے شادی کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن والدین کے فیصلے کے بعد انکار نہ کر سکی۔

فیروزہ نے گزشتہ واقعات کچھ اس انداز میں بیان کئے کہ دین شاہ کے شبہات یقین میں بدل گئے۔ اسکو اپنی بیوی سے والہانہ محبت تھی۔ اس لئے اس انکشاف کے بعد اسکی حالت متغیر ہو گئی اور وہ بدقت تمام اپنے مکان پہونچا اور ایک خواب آور دوا کی چھ سات ٹکیاں کھا کر صوفے پر لیٹ گیا۔

ایک ملازم نے اسکو غنودگی کی حالت میں صوفے پہ پیر پھیلاتے اور سمیٹتے ہوئے دیکھا اور فوراً مہر بانو کو خبر کی۔ وہ دوڑتی ہوئی آئی اور اس کی حالت دیکھکر سر پیٹنے لگی۔ دین شاہ نے آنکھیں کھولکر اسکو دیکھا۔ اسکی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ مہر بانو اس کے سینے سے لپٹ گئی اور دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ ایک ملازم نے دوکان کے منیجر کو ٹیلیفون پہ مطلع کیا۔ وہ ڈاکٹر کے ساتھ پہونچا۔ دین شاہ کو دوسرے کمرے میں لیجا کر پلنگ پر لٹایا گیا اور ڈاکٹر نے ٹیوب کے ذریعہ دوائیاں پہونچا کر قے کرانے کی کوشش کی لیکن اس کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔

مہر بانو اپنے حواس میں نہیں تھی لیکن اسکے باوجود اس نے ڈاکٹر آنگر کو

صورت حال سے مطلع کیا اور ہاجرہ اور نلینی کو ٹیلیفون کیا اور ایک گھنٹے کے اندر اسکی کوٹھی دوستوں اور ہمدردوں سے بھر گئی۔ ڈیڑھ بجے جہانگیر آ گیا اسکے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ڈاکٹر آئنگر دین شاہ کو اسپتال لے جا چکے تھے۔ جہاں بانو جہانگیر کو دیکھتے ہی رونے اور سر پیٹنے لگی۔ ہاجرہ اور نلینی نے اسکو سنبھالا اور جہانگیر کو واقعہ بتایا۔ وہ اسی وقت اسپتال پہونچا۔

ڈاکٹر آئنگر فوری طبی امداد کے کمرے کے سامنے کسی گہرے خیال میں کھوئے ہوئے ٹہل رہے تھے وہ بہت فکرمند نظر آ رہے تھے۔ جہانگیر نے انکے قریب جا کر حالت دریافت کی۔

"حالت تشویشناک ہے" انھوں نے بغیر کسی تمہید کے کہنا شروع کیا۔ "میں تمہیں مطلع کرنے کے بعد فوراً مسٹر دین شاہ کی کوٹھی پر پہونچا اور انکو یہاں لے آیا لیکن ابھی تک ڈاکٹروں کو کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی ہے۔"

"کیا انھوں نے زہر کھایا ہے ۔؟"

"ہاں ——— زہر ہی کہا جا سکتا ہے" ڈاکٹر آئنگر نے جواب دیا "——— خواب آور دوا ضرورت سے زیادہ کھالی ہے۔ وہ ٹیوب کے ذریعہ نکالی جا رہی ہے لیکن وہ خون میں سرایت کر چکی ہے۔"

"تو پھر اب کیا ہوگا ڈاکٹر آئنگر ——— ؟"

"یہ تو ابھی تک اسپتال کے ڈاکٹر بھی نہیں بتا سکے ہیں" ڈاکٹر آئنگر نے کہا "حالت خطرناک ہے۔"

جہانگیر دیوار کے پاس پڑی ہوئی بنچ پر بیٹھ گیا۔ اسی وقت ایک کمرے سے

ایک سمر ڈاکٹر نکلا اور ڈاکٹر آنگر اس کے پاس پہونچ گئے۔ جہانگیر نے انکی طرف دیکھا وہ دونوں آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ جہانگیر بھی کھڑا ہو گیا اور ڈاکٹر آنگر کی طرف دیکھ کر ان کے چہرے سے حالات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی اسی وقت ڈاکٹر آنگر نے اسکی طرف دیکھا اور اسکو اشارے سے بلایا۔

سمر ڈاکٹر اندر جا چکا تھا۔ جہانگیر ڈاکٹر آنگر کے پاس پہونچا اور انھوں نے اس سے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اسپتال کے ڈاکٹر ابتک اپنی کوششوں میں ناکام رہے ہیں —— مسٹر دین شاہ کچھ دیر کے لئے مہمان ہیں ——"

جہانگیر کا سر جھکرانے لگا لیکن اس نے خود کو سنبھالا اور پھاٹک کی طرف دیکھا۔ اسی وقت اسپتال کے پھاٹک میں ایک کار داخل ہوئی۔ جہانگیر نے مہر بانو کی کار پہچان لی۔ اسکے ساتھ ہاجرہ اور نلینی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر آنگر نے مسٹر دین شاہ کو دیکھتے ہی جہانگیر سے کہا۔

"ان کو سمجھا کر واپس کر دو ——"

جہانگیر نے کار کے پاس پہونچکر مہر بانو سے کہا۔

"مہر! —— تم واپس جاؤ —— میں یہاں ہوں ——"

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن ہاجرہ اور نلینی اس کو سمجھانے لگیں اور کار واپس چلی گئی۔ جہانگیر ڈاکٹر آنگر کے پاس پہونچکر کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ بعد ایک نرس نے کمرے سے نکل کر کہا۔

"مسٹر دین شاہ چل بسے ——"

جہانگیر نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا اور ستون کی طرف جھکنے لگا ڈاکٹر آنگلہ نے اسکو سنبھال لیا اور اس کے ساتھ بنچ پر بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد کرنل گھوش پولیس کمشنر کے ساتھ اسپتال پہونچے اور ایک گھنٹہ بعد لاش کوٹھی پر پہونچا دی گئی۔ مہربانو پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ کرنل گھوش نے دین شاہ کے منیجر کو علیحدہ لے جاکر کچھ دیر تک گفتگو کی اور اسی وقت واپس چلے گئے۔

جہانگیر ہاجرہ نلینی اور مہربانو اور دین شاہ کے چند دیگر دوست اور ہمدرداں رات وہیں رہے فیروزہ اور اسکے والدین آئے اور چلے گئے۔ اور دوسرے روز تجہیز وتکفین ہوئی۔ مہربانو کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی لیکن وہ چند گھنٹوں ہی میں زرد پڑ چکی تھی اور دق کی پرانی مریضہ نظر آرہی تھی۔ اس لئے جہانگیر اس روز بھی وہیں رہا۔ ہاجرہ نلینی اور مہربانو کی ایک عزیزہ مسز داراب بھی مہربانو کی حالت دیکھکر ٹھہر گئی تھیں۔

دین شاہ کی موت ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی تھی اور ہر شخص اسکو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مہربانو نے تجہیز وتکفین کے بعد صرف اسی قدر بتایا تھا کہ دین شاہ حسب معمول چھ بجے اٹھے اور غسل وغیرہ کرکے سات بجے ناشتہ کیا اور ساڑھے آٹھ بجے دوکان چلے گئے۔ وہ روزمرہ کی طرح خوش وخرم تھے گیارہ بجے ایک ملازم نے اطلاع دی کہ وہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر پڑے ہوئے ہیں اور وہ وہاں پہونچکر رونے پیٹنے لگی۔

دوسرے روز کرنل گھوش نو بجے مہربانو کی کوٹھی پر پہونچے اور جہانگیر کو علیحدہ لیجاکر کہا۔

"مسٹر دین شاہ نے خودکشی کی ہے۔"

"ہر شخص کا یہی خیال ہے ــــ" جہانگیر نے کہا "لیکن ــــ سوال تو یہ ہے کہ خودکشی کیوں کی ــــ؟"

"آئیے چمن میں چل کر اطمینان کے ساتھ باتیں کریں۔"

دونوں چمن میں پہونچ گئے اور کرنل گھوش نے سرو کے ایک درخت کے قریب پہونچکر جہانگیر سے کہا۔

"مسٹر دین شاہ کی خودکشی کی ذمہ دار فیروزہ ہے ــــ"

"فیروزہ ــــ؟" جہانگیر تقریباً اچھل پڑا۔

"جی ہاں ــــ" کرنل گھوش نے کہا "اس نے مسٹر دین شاہ پر یہ راز ظاہر کر دیا کہ مہر بانو کو آپ سے محبت ہے اور انھوں نے آپ سے شادی کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن والدین کے فیصلہ پر اپنی محبت کو قربان کر دیا ــــ اور ــــ اور ــــ"

کرنل گھوش. جہانگیر کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ جہانگیر کی پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلکنے لگے تھے۔

"ڈاکٹر جہانگیر ــــ!" کرنل گھوش نے لہجہ بدل کر کہا "آپ کو عقل سے کام لینا چاہئے۔"

"کہئے ــــ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ــــ؟" جہانگیر نے قدرے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے خود کو نہ سنبھالا تو مسٹر دین شاہ کی

حالت اور زیادہ خراب ہو جائے گی ــــ اور آپ کے ایٹمی تجربات نامکمل رہ جائیں گے۔"

جہانگیر قریب ترین درخت کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل گھوش نے اس کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"فیروزہ نے دراصل یہ چال اس لئے چلی تھی کہ دین شاہ آپ سے بددل ہو جائیں اور یہاں آپ کی آمد و رفت بند ہو جائے تاکہ وہ آپ کو اپنا سکے ــــ"

"میں سمجھتا تھا کہ وہ انتہائی خطرناک عورت ہے ــــ افسوس کمبخت نے مہر بانو کا گھر تباہ کر دیا ــــ اسکی دنیا اجاڑ دی ــــ"

"ڈاکٹر جہانگیر!" کرنل گھوش نے کہا "اب آپ مسٹر دین شاہ کے کاروبار کی نگرانی کا انتظام کیجئے تاکہ مسز دین شاہ اور انکی ننھی بچی مالی مشکلات کا شکار نہ ہوں"

دونوں باتیں کرتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ کرنل گھوش کے جانے کے بعد جہانگیر مہر بانو کے کمرے میں پہنچا۔ وہ تلینی اور ناہیرہ کے پاس خاموش بیٹھی ہوئی پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ جہانگیر ان کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور مہر بانو کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔

"ــــ اگر تم نے اپنی حالت نہ سنبھالی تو کاروبار تباہ ہو جائیگا ــــ ابھی کرنل گھوش نے بھی مجھ سے یہی کہا ہے ــــ اس لئے زیادہ مناسب یہی ہوگا کہ اسی وقت منیجر اور دوکان کے دیگر ذمہ داروں کو بلاؤ ــــ میں دین شاہ کے کاروباری معاملات سے بالکل ناواقف ہوں لیکن بہرحال کچھ نہ کچھ انتظام

تو کرنا ہی پڑے گا ۔۔۔"

سہ پہر کو دین شاہ کی دوکان اور گودام کے منیجر عبدالقادر خاں اور خزانچی رستمک ڈیسائی کوٹھی پر آئے۔ مہر بانو کو دونوں پر بھروسہ تھا اسلئے جہانگیر نے کچھ دیر تک ان سے گفتگو کر کے ان کو رخصت کر دیا۔ اسی روز جہانگیر ہاجرہ اور نلینی نے آپس میں مشورہ کر کے دین شاہ کے قانونی مشیر کو بلایا اور ایک تحریر کے ذریعہ منیجر کو کاروبار کا نگراں مقرر کر دیا اور دوسرے روز دستاویز کی رجسٹری ہو گئی۔

نلینی کا شوہر کاروباری سلسلہ میں جاپان گیا ہوا تھا اور ہاجرہ چھ ماہ کیلئے اپنے والدین کے پاس آئی ہوئی تھی اس لئے وہ دونوں مہر بانو کی حالت دیکھتے ہوئے اسکے ساتھ رہنے لگیں۔ جہانگیر پانچویں روز واپس چلا گیا اور چھٹے روز پھر آ گیا۔ مہر بانو کی حالت بتدریج سنبھلتی جا رہی تھی۔ دو ہفتہ بعد مہر بانو نے جہانگیر سے پوچھا۔

"کیا اب مجھ کو بتا سکتے ہو کہ دین شاہ نے کیوں خودکشی کی ہے؟"

جہانگیر نے اسکو بغور دیکھکر کہا "مہر بانو! ہم کو ماضی کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے۔"

"ہاں ٹھیک کہتے ہو۔۔۔" مہر بانو نے ایک تلخ تبسم کے ساتھ کہا "میں بھی کتنی بدنصیب ہوں کہ آج تک اپنے شوہر کی خودکشی کا سبب بھی نہ معلوم کر سکی۔"

وہ تھکی ہوئی نظروں سے دین شاہ کی اس تصویر کی طرف دیکھنے لگی جو آتش دان کے اوپر دیوار میں آویزاں تھی۔

" مہر! ـــــ" جہانگیر نے اسکو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں اسوقت بھی تم کو خودکشی کا سبب بتا سکتا ہوں لیکن اس سے تم کو دکھ ہوگا ـــــ"

" دکھ سے حاصل ہی کیا ہو سکتا ہے ـــــ" مہر نے کسی کو مخاطب کئے بغیر کہا "میری تخلیق ہی اسی لئے ہوئی تھی کہ ہمیشہ شمع کی طرح جلتی اور گھلتی رہوں"

جہانگیر نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کی مہربانو نے کہا۔

" یہ بات کبھی دل میں کانٹے کی طرح چبھتی رہے گی کہ مجھے دینا شاہ کی خودکشی کا سبب نہ معلوم ہو سکا۔ عام طور پر لوگ انکی خودکشی کو کاروباری الجھنوں پر محمول کر رہے ہیں لیکن میں جانتی ہوں کہ اسمیں حقیقت نہیں ہے۔ انکا کاروبار چمک اٹھا تھا اور تمھاری کوششوں سے انکو مالی مشکلات سے نجات مل گئی تھی"

جہانگیر نے مہربانو کے چہرے کو ایک ساعت تک دیکھنے کے بعد کہا۔

" مہر! کیا تم مجھ سے وعدہ کرتی ہو کہ خودکشی کا سبب معلوم ہو جانے کے بعد اسکا کوئی اثر نہیں لوگی ـــــ؟"

" میرے سامنے یہ شرائط کیوں رکھے جا رہے ہیں ـــ؟"

" ننھی نرگس کے مستقبل کے لئے ـــــ"

" میرے لئے زندگی المناک ہوتی جا رہی ہے ـــــ" مہر نے کہا اور یکایک لہجہ بدلکر اس سے دریافت کیا " جہانگیر! اگر میں مرجاؤں تو کیا تم نرگس کی پرورش کر سکو گے ـ؟"

" آج تم کیسی باتیں کر رہی ہو مہر ـــــ؟" جہانگیر نے اسکو سمجھاتے ہوئے کہا " تم کو نرگس کے لئے زندہ رہنا چاہئے ـــــ آلام و مصائب سے

گھبرا کر موت کا طالب ہونا انتہائی بزدلی ہے ـــــ اور بزدل کو قدرت بھی نہیں معاف کرتی ـــ"

مہر بانو نے سر جھکا لیا۔ اسی وقت ہاجرہ اخبار لئے ہوئے آگئی اور جہانگیر کو دیکھتے ہی کہا۔

"ڈاکٹر جہانگیر! خدا کے لئے آپ نو بجے سے پہلے آجایا کیجئے۔ میرا خیال تھا کہ اگر آپ پہلے آگئے تو میں ڈاکٹر چیٹرجی کو بلاؤنگی۔"

"کیوں ـــ؟" جہانگیر نے پوچھا۔

"دو تین روز سے چار بجے کے بعد مہر کی طبیعت ذرا سے مضمحل ہو جاتی ہے اور معمولی سی حرارت بھی ہو جاتی ہے ـــ"

"ڈاکٹر چیٹرجی اس وقت بھی آسکتے ہیں ـــ"

"ساڑھے بارہ بجے دیکھکر کیا کریں گے۔" ہاجرہ نے کہا۔ "اگر کوئی ہرج نہ ہو تو آج آپ نہ جائیں اور کل اپنی موجودگی میں ڈاکٹر چیٹرجی کو دکھا دیں ـــ"

"میں آج ٹھہر جاؤنگا۔" جہانگیر نے کہا "ـــ لیکن تعجب ہے کہ انھوں نے مجھ سے تذکرہ نہیں کیا ـــــ کیوں مہر! آخر تم نے مجھ سے کیوں نہیں بتایا۔ اس درجہ مغائرت ٹھیک نہیں۔"

"نہیں جہانگیر! ـــ" مہر بانو نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں ـــ اور تم سے مغائرت برتونگی ـــــ ایسی باتوں سے میری زندگی کے دن اور کم نہ کرو ـــ"

"تمھاری باتیں بہت مایوس کن ہوتی جا رہی ہیں ـــ" جہانگیر نے

مہر بانو سے کہا۔

ہاجرہ بول اٹھی۔ "یہ ہر وقت اسی قسم کی باتیں کرتی رہتی ہیں ـــ"

جہانگیر نے مہر بانو کی طرف دیکھا اور اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ مہر بانو بھی اس کی طرف دیکھنے لگی ہاجرہ نے دونوں کو ہمدردانہ نظروں سے دیکھا اور اٹھ کر دوسرے کمرے میں جا نے والی ہی تھی کہ نلینی آگئی اور جہانگیر سے رسمی گفتگو کے بعد مہر بانو کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"چلو کھانا کھالو ـــ"

ہاجرہ نے مہر بانو کو اٹھایا اور وہ سب کھانے کے کمرے میں پہونچ گئے شام کو جہانگیر کچھ دیر کے لئے ڈاکٹر اٹنگر کے پاس گیا اور مغرب سے قبل واپس آگیا۔ مہر بانو دوسری منزل کے ایک کمرے میں نلینی اور ہاجرہ کے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کررہی تھی۔ جہانگیر بھی وہیں پہونچکر بیٹھ گیا اور ان سے باتیں کرنے لگا۔

ہاجرہ نے کہا " آج مہر کی حالت کل سے بہتر ہے ـــ"

نلینی نے اسکی کلائی پر ہاتھ رکھ کر حرارت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا

"ہاں ـــ لیکن اس وقت درجہ حرارت ضرور بڑھ جاتا ہے"

وہ سب کھانے کے وقت تک اسی کمرے میں بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ اور رات کا کھانا کھانے کے بعد ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔

دوسرے روز جہانگیر نے مہر بانو کو ڈاکٹر چیٹرجی کو دکھایا انھوں نے بہت دیر تک مشینوں اور آلات سے دیکھنے کے بعد جہانگیر کو دوسرے کمرے میں لیجا کر کہا

صحت اچھی نہیں ہے۔ غم و فکر نے انکو گھلا دیا ہے، اگر انکو ہر وقت خوش رکھنے کی کوشش نہ کی گئی تو دق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔"

مہر بانو کا علاج شروع ہو گیا۔ جہانگیر اسی روز چلا گیا۔ اور ایک ہفتہ بعد جب آیا تو مہر بانو کو بستر پر دراز پایا۔ اسکی صحت پہلے سے بھی زیادہ گر چکی تھی اور وہ آنکھیں بند کئے ہوئے خاموش لیٹی تھی۔ جہانگیر کی آواز سنتے ہی اس نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔ ہاجرہ دریچہ کے پاس کھڑی ہوئی جمنا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور نائلہ کہیں گئی ہوئی تھی۔ جہانگیر مہر بانو کے پلنگ کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا۔

"کیسی طبیعت ہے مہر! ---؟"

وہ جواب دینے کے بجائے مسکرا دی۔

"تم اپنی جان کے پیچھے پڑی ہوئی ہو---"

جہانگیر نے آہستہ سے کہا اور دریچے کی طرف دیکھا۔ ہاجرہ دوسرے کمرے میں جا چکی تھی۔ مہر بانو نے کہا۔

"میں نہیں بلکہ دنیا میری جان کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا ---؟"

"تم جس روز گئے ہو اسی روز شام کو فیروزہ میرے پاس آئی تھی۔" مہر بانو نے کہنیوں کے سہارے اٹھ کر مسہری کے تکیہ پر سر رکھتے ہوئے کہا "اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا ہے۔"

"فیروزہ نے ---؟" جہانگیر نے گھبرا کر پوچھا۔

"ہاں ——" مہربانو نے کہا —" مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ دین شاہ نے اشیار میں مجھ پر سبقت لیجانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن —— لیکن ——"
اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم رقص کرتا ہوا نظر آیا اور غائب ہو گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ جہانگیر نے مغموم لہجہ میں کہا۔

"مہر! مجھے آزمائش میں نہ مبتلا کرو ——"

"قدرت سے جنگ نہیں کی جا سکتی ——" مہربانو نے کہا۔" میں تم کو یقین دلاتی ہوں کہ میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ اپنے لئے نہیں لیکن نرگس کیلئے اور ——"
وہ جہانگیر کی طرف دیکھکر خاموش ہو گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ جہانگیر نے بھی سر جھکا لیا اور کمرے میں ایک پراسرار سکوت چھا گیا۔ دونوں اپنے اپنے خیالات میں کھوئے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد جہانگیر کو اپنے کانوں میں مہربانو کی نحیف آواز گونجتی ہوئی سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"جہانگیر! میں دنیا کے طعنے سن کر بھی زندہ رہنا چاہتی ہوں تاکہ نرگس سن شعور کو پہونچ جائے اور تم اپنے تجربات میں کامیاب ہو جاؤ۔ میں جانتی ہوں کہ لوگ میرے متعلق طرح طرح کی افواہیں اڑائیں گے اور تمہاری آمد و رفت پر ہر طرف چہ مگوئیاں ہونگی۔ اور ہم دونوں ہدف ملامت بنائے جائیں گے —— لیکن —— ہمارے دلوں کا حال صرف خدا ہی جانتا ہے —— ہمارے خیالات کا صرف اسی کو علم ہے ——"

وہ پھر خاموش ہو گئی۔ جہانگیر نے کہا۔

"کاش میں اپنا تجربہ نہ شروع کر چکا ہوتا ——"

"تمہارے پائے استقلال میں لغزش نہ آنا چاہیئے۔ یہی تمہاری اور میری کامیابی ہوگی۔"

دوسرے کمرے سے نلینی کی آواز آئی وہ ہاجرہ کو بلا رہی تھی۔ جہانگیر نے کہا۔

"فیروزہ نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ اسکے لئے اسکو معاف نہیں کیا جا سکتا لیکن ــــــ"

"ــــ میں نے اس کو معاف کر دیا ہے ــــ" مہربانو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "اسکے علاوہ میں اور کر ہی کیا سکتی تھی۔"

"بیشک تم نے بہت اچھا کیا۔ میں بھی یہی کہنے والا تھا۔"

ہاجرہ اور نلینی کمرے میں آگئیں اور کرسیوں پر بیٹھ کر جہانگیر اور مہربانو سے باتیں کرنے لگئیں جہانگیر تمام دن مہربانو کے پاس بیٹھا ہوا اس سے باتیں کرتا رہا اور شام کو واپس چلا گیا۔ اسی طرح اس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا۔ دن گزرتے رہے اور مہربانو کی حالت سنبھلنے کے بجائے روز بروز خراب ہوتی گئی اور دو ماہ بعد وہ اس قابل بھی نہیں رہ گئی کہ بستر سے اُٹھ سکے۔

ڈاکٹر چیٹرجی نے جہانگیر سے کہہ دیا کہ اسکے دونوں پھیپھڑے چھلنی ہو چکے ہیں۔ وہ کسی وقت بھی دم توڑ سکتی ہے۔

مہربانو کی علالت کی وجہ سے جہانگیر ہر دوسرے روز کلکتہ آنے لگا تھا اور جب اسکی حالت اور زیادہ غیر ہونے لگی تو وہ روزانہ شام کو آتا اور صبح کو چلا جاتا نرگس ماں کو بھول کر اسکے گلے کا ہار ہوگئی تھی وہ جبتک کوٹھی میں رہتا وہ اسی کے

پاس رہتی اور جہانگیر صبح بدوقت تمام اسکو آپا کے حوالے کرکے جاتا۔ مہربانو کی حالت ابتر ہوتی جا رہی تھی ایک روز اس نے جہانگیر سے کہا۔

"جہانگیر! انسان قدرت کے مقابلہ میں ہار رہا ہے۔ تم نے اور معالجوں نے مجھکو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن اب انجام میرے اور تمہارے پیش نظر ہے۔ ہم کو حقائق سے چشم پوشی نہ کرنا چاہئے یہ ایک قسم کی خود فریبی ہوتی ہے۔"

"مہرو! تم کہنا کیا چاہتی ہو ـــــ؟"

"میں ـــــ؟" اس نے جہانگیر کی طرف حسرت سے دیکھکر کہا۔ "میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں اسکا تم کو علم ہے ـــــ لیکن اگر تم میری زبان سے سننا چاہتے ہو تو سن لو ـــــ"

اس نے چاروں طرف دیکھکر جہانگیر کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"جہانگیر! میں خدا کو گواہ کرکے کہتی ہوں کہ میں نے تم سے بیوفائی نہیں کی ـــــ لیکن والدین کی نافرمانی بھی نہیں کر سکی ـــــ اور تمہاری واپسی کے بعد جس آزمائش میں مبتلا ہوئی اس کا تم کو بخوبی علم ہے ـــــ"

"مہرو! ـــــ ہم دونوں ایک دوسرے کو بخوبی سمجھتے ہیں ـــــ" جہانگیر نے اسکے ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ سے آہستہ آہستہ سہلاتے ہوئے کہا۔ "میرے اور تمہارے مابین ان باتوں کی صفائی کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔"

"اب میں سکون کے ساتھ مر سکوں گی ـــــ"

جہانگیر نے بیچین نگاہوں سے مہربانو کی طرف دیکھا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا

کہ نرگس اپنی توتلی زبان میں اسکو پکارتی ہوئی آگئی۔ مہربانو نے آہستہ سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور جہانگیر نے بڑھکر نرگس کو گود میں اٹھا لیا۔ مہربانو نے دونوں کو دیکھا اور فرطِ مسرت سے اس کا کھلا یا ہوا چہرہ وقتی طور پر کھل گیا۔

(۱۲)

موسم بدل گیا لیکن مہربانو کی حالت میں کوئی خاص تغیر نہیں ہوا۔ جہانگیر کا معمول ہو گیا تھا کہ وہ روز شام کو کلکتہ آجاتا اور دوسرے روز صبح چلا جاتا۔ ڈاکٹر چٹرجی مہربانو کا علاج بہت توجہ کے ساتھ کر رہے تھے انکا خیال تھا کہ اگر برسات میں اسکی حالت غیر نہ ہوئی تو موسم سرما کی آمد تک وہ صحتیاب ہو جائیگی۔

ایک روز شام کو جہانگیر جب اپنے طیارے سے اتر کر کار کے قریب پہنچا تو ہوائی اڈے کی عمارت کے قریب کرنل گھوش کو دیکھا وہ رسٹوران سے نکل کر اس کی طرف آرہے تھے۔ جہانگیر کا دل دھڑکنے لگا۔ کرنل گھوش جب کبھی اسکے پاس آتے تھے اسکو ہوشربا اور پریشان کن خبریں سناتے تھے۔ اس کے قدم سست ہو گئے اور اس نے دور ہی سے ہاتھ اٹھا کر ان کو سلام کیا۔

"ہلو ڈاکٹر جہانگیر! ــــ" کرنل گھوش نے بجھا ہوا سگار منھ سے نکال کر پھینکتے ہوئے کہا۔ "آج آپ بہت فکرمند اور مضمحل نظر آرہے ہیں۔"

"آپ کو دیکھکر ــــ" جہانگیر نے انکے قریب پہونچکر کہا۔

کرنل گھوش نے بہت بے تکے پن کے ساتھ قہقہہ لگایا اور اسکے ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر کہا۔

"اچھا تو اب آج آپ کو فکرمند اور مضمحل نہ ہونا چاہیئے۔"

جہانگیر نے انکو استفسارانہ نظروں سے دیکھا۔

"آیئے چائے پی لیں تو چلیں۔۔۔ میں آپ ہی کی کار پر آیا ہوں اور آپ ہی کے ساتھ چلونگا۔"

دونوں رسٹوران کی طرف چلنے لگے۔ کرنل گھوش نے کہا۔

"میں سنرد ین شاہ کو دیکھ کر آرہا ہوں۔ وہ ٹھیک ہیں۔۔۔ لیکن آج ایک زبردست ٹریجیڈی ہوگئی ہے۔۔۔"

"ٹریجڈی۔۔۔؟" جہانگیر نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ فیروزہ نے خودکشی کرلی۔"

جہانگیر کھڑا ہوگیا اور گھبرا کر کرنل گھوش کو دیکھنے لگا۔

"میں صحیح کہہ رہا ہوں۔۔۔" کرنل گھوش نے کہا۔ "آج صبح دس بجے۔۔۔"

کرنل گھوش نے جہانگیر کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسکو آگے بڑھایا اور دونوں رسٹوران میں پہونچکر ایک کھلے ہوئے دریچے کے پاس بیٹھ گئے۔

کرنل گھوش نے چائے کا آرڈر دے کر جہانگیر کی طرف دیکھا۔ وہ بہت پریشان نظر آرہا تھا۔

"کیا تم کو یہ خبر سن کر افسوس ہوا۔۔۔؟"

"افسوس تو ہر انسان کی موت پر ہوتا ہے۔۔۔" جہانگیر نے تھکی ہوئی نظروں سے کرنل گھوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ غلط راستے پر ضرور پڑ گئی تھی لیکن ایک شریف لڑکی تھی۔"

"اس کا تو میں بھی معترف ہوں۔۔۔" کرنل گھوش نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"آپ کو یہ سن کر اور زیادہ حیرت ہوگی کہ اس نے وائیلٹ اور ڈک کو ختم کرنے کے بعد خودکشی کی ہے۔"

جہانگیر کا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ کرنل گھوش نے کہا۔

"ڈک نے اسکی زندگی تباہ کی اسکا اسے احساس تھا اور اسی لئے اس نے دین شاہ سے وہ راز بتا دیا۔ اسکا خیال تھا کہ دین شاہ اپنے یہاں آپ کی آمد و رفت بند کردیں گے اور وہ آپ سے ربط و ضبط بڑھا کر شادی کر لے گی۔ لیکن اس میں اسکو ناکامی ہوئی ـــــ"

چائے آگئی کرنل گھوش نے چائے بنائی اور کیک کی پلیٹ جہانگیر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"کیک کھائیے ـــ"

دونوں چائے پینے لگے۔ کرنل گھوش نے چائے پیتے ہوئے کہا۔

"کل ڈک کلکتہ واپس آیا اور ویلزلی اسکوائر میں مسز ڈیمین نامی ایک عورت کے فلیٹ میں مقیم ہوا۔ وہیں اس نے فیروزہ کو بلایا وہاں ایک اور انگریز نوجوان بھی تھا۔ غالباً ڈک نے اسکو مدعو کیا تھا۔ ڈک کے اشارے پر اس نے فیروزہ سے بیہودہ گفتگو شروع کردی اور جب فیروزہ نے اسکو ڈانٹا تو وائیلٹ اور ڈک اس نوجوان کی طرفداری میں فیروزہ کو سمجھانے لگے۔ وہ اس وقت کسی طرح وہاں سے نکل بھاگی اور آج صبح اسی فلیٹ میں پہونچکر ڈک اور وائیلٹ کو شوٹ کر کے خودکشی کرلی۔"

جہانگیر نے خاموشی کے ساتھ چائے ختم کی کرنل گھوش نے بل ادا کیا اور دونوں باہر آگئے۔ کار کے قریب پہونچکر جہانگیر نے کرنل گھوش سے دریافت کیا۔

"کیا آپ نے مسز دین شاہ کو یہ منحوس خبر سنا دی ۔۔۔؟"

"نہیں ۔۔۔ جب میں ان کے پاس پہونچا وہ یہ خبر سن چکی نے انکو تفصیل کے ساتھ کل واقعات سنا دیئے ۔۔۔"

"انکو یقیناً بہت افسوس ہوا ہوگا ۔۔۔"

"جی ہاں ۔۔۔"

دونوں کار میں بیٹھ کر مہر بانو کی کوٹھی پر پہونچے اور کچھ دیر بعد کرنل گھوش چلے گئے ۔ مہر بانو بہت زیادہ متاثر نظر آرہی تھی جہانگیر ہاجرہ اور نلینی اسکے پاس بیٹھے ہوئے بہت دیر تک فیروزہ کے متعلق باتیں کرتے رہے ۔ اس روز آفتاب غروب ہونے کے بعد ہی سے بارش شروع ہو چکی تھی اس لئے ہاجرہ اور نلینی بھی کہیں نہ جا سکیں ۔ دوسرے روز جہانگیر کو ڈاکٹر آنگر سے مشورہ کرنا تھا اسلئے وہ جزیرہ مہر افروز جانے کے بجائے انسٹی ٹیوٹ پہونچا اور دوپہر تک واپس آگیا ۔ اس روز بھی بارش ہو رہی تھی اور مہر بانو پر کھانسی کے دورے پڑنے لگے تھے ۔ سہ پہر کو ڈاکٹر چٹرجی نے آکر انجکشن دیا اور اسکی طبیعت سنبھل گئی لیکن گیارہ بجے رات کو پھر کھانسی نے شدت اختیار کر لی ۔ جہانگیر نے اسی وقت ڈاکٹر چٹرجی کو ٹیلیفون پر مطلع کیا ۔ وہ ٹھیک بارہ بجے کوٹھی پر پہونچے ۔ مہر بانو بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اسکے سامنے نیچے اوپر چار پانچ تکیے رکھے ہوئے تھے اور وہ ان ہی پر پیشانی رکھ کر زور زور سے سانسیں لے رہی تھی ۔

ڈاکٹر چٹرجی نے پہونچتے ہی نبضیں دیکھیں ۔ پشت پر آلہ لگا کر تنفس کا اندازہ لگایا اور ہاتھ میں ایک انجکشن لگا کر جہانگیر سے کہا ۔

"ان کو لٹا دیجئے ———"

ہاجرہ نے کہا "یہ آٹھ بجے سے اس طرح بیٹھی ہوئی ہیں ———" ہا

"اب کھانسی نہیں آئیگی" ڈاکٹر چٹرجی نے مہربانو سے کہا "آپ لیٹ جائیے۔"

مہربانو نے حسرت سے جہانگیر کی طرف دیکھا۔

"لیٹ جاؤ مہربانو ———!" جہانگیر نے اسکے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "——— ورنہ تکان کی وجہ سے بخار آجانے کا اندیشہ ہے۔"

مہربانو کے چہرے پر ایک ہلکا سا تلخ تبسم رقص کرتا ہوا نظر آیا اور غائب ہوگیا اور اس نے زور زور سے سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

"اچھا ——— جہانگیر! ——— اب میں لیٹتی ہوں ——— نرگس ———" اسنے پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا ——— "——— نرگس کہاں ہے ———؟"

"——— وہ سو رہی ہے ———" نلینی نے جواب دیا۔

"جہانگیر! ———" اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا "——— وہ جب ہوشیار ہو ——— تو تم اسکو بہلا لینا ——— مجھے سہارا دے کر لٹا دو ———"

جہانگیر اور ہاجرہ نے اسکو پلنگ پر لٹا دیا اور نلینی نے شانوں تک اس پر شال ڈالدیا۔ جہانگیر نے ڈاکٹر چٹرجی کی طرف استفسارانہ نظروں سے دیکھا۔ انھوں نے بڑھ کر اس کے شانے پہ ہاتھ رکھ دیا اور اپنے ساتھ دوسرے کمرے میں لیجا کر کہا۔

"ڈاکٹر جہانگیر! میں نے ہر ممکن کوشش کی لیکن مسز دین شاہ کے مرض پر قابو نہ پاسکا"

"ڈاکٹر ـــــ!"

جہانگیر نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا اسی وقت مہربانو کی خوابگاہ سے کسی کی سسکیوں کی آواز آئی اور ہاجرہ نے رندھی ہوئی آواز میں مہربانو کو پکارا۔

"ـــ مہر ـــ!"

جہانگیر جھپٹ کر خوابگاہ میں پہونچ گیا اور نلینی اور ہاجرہ اسکو دیکھتے ہی دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔

"مہر ـــ!"

جہانگیر کے منہ سے بیساختہ نکلا اور وہ اسکے پلنگ کی پٹی پکڑ کر فرش پر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر چیٹرجی بھی کمرے میں آگئے اور اسکو اٹھاتے ہوئے بولے۔

"ڈاکٹر جہانگیر! ـــــ صبر کیجئے ـــــ موت اور زندگی اسکے اختیار میں ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ـــ"

ہاجرہ اور نلینی چیخ چیخ کر رو رہی تھیں۔ نرگس کی آیا۔ مہربانو کی خادمائیں اور دیگر ملازم بھی دوڑ کر آگئے اور سب رونے پیٹنے لگے۔ ڈاکٹر چیٹرجی جہانگیر کو دوسرے کمرے میں لائے۔ نرگس بھی اپنی خوابگاہ میں بیدار ہو چکی تھی اور شور و بین سن کر رونے لگی تھی۔ جہانگیر نے اسکی خوابگاہ میں جاکر اس کو گود میں اٹھالیا اور بہلاتا ہوا برآمدے میں چلا گیا۔

موسلا دھار بارش شروع ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر چیٹرجی نے ہاجرہ اور نلینی کو

بدقت تمام خاموش کرایا۔ ملازم بھی سسکیاں لیتے اور اشک خشک کرتے ہوئے خوابگاہ کے باہر آ گئے۔ ڈاکٹر جیٹرجی تین بجے واپس چلے گئے۔ صبح سے دین شاہ مہربانو اور جہانگیر کے دوستوں اور ہمدردوں کی آمد کا سلسلہ بندھ گیا اور سہ پہر کو تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔

آخری مراسم ادا کرنے کے بعد ڈاکٹر آئنگر انسٹی ٹیوٹ کے دیگر سائنسداں کرنل گھوش اور جہانگیر و دین شاہ کے دوست اور دوکان اور گودام کے ملازمین قبرستان سے کوٹھی پر آئے ہاجرہ اور نلینی نے سب کے لئے ناشتہ کا انتظام کر لیا تھا اسلئے واپسی کے بعد سب کر ناشتہ کرایا اور وہ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر دین شاہ اور اس کی اہلیہ کے متعلق آپس میں باتیں کرنے لگے۔ کلکتہ کے ایک تاجر مسٹر صراف نے ڈاکٹر آئنگر اور کرنل گھوش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں نے اس موقعہ پر جس ہمدردی کا اظہار کیا ہے اس کے پیش نظر اب آپ حضرات نرگس کے لئے ایک سرپرست بھی منتخب کر لیں۔ اس دنیا میں آپ لوگوں کے علاوہ اب اسکا اور کوئی نہیں رہ گیا ہے ــــ"

ہاجرہ اور نلینی بھی جہانگیر کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ نلینی نے مسٹر صراف سے کہا۔

"مسٹر صراف اس کے لئے ہم کو اور آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ـــ مسز دین شاہ نے اپنی اور اپنے شوہر کی کل جائیداد۔ دوکان۔ گودام اور بینک میں محفوظ کیا ہوا سرمایہ نرگس کے نام لکھ دیا تھا اور اپنی زندگی

ہی میں ڈاکٹر جہانگیر کو نرگس کا ولی اور سرپرست قرار دیدیا تھا۔ دستاویز میں بھی اسکا تذکرہ ہے ۔"

ڈاکٹر چٹرجی نے کہا "۔۔۔ اور کل شب کو مرنے سے دس منٹ قبل بھی انھوں نے ڈاکٹر جہانگیر سے یہی کہا تھا کہ وہ نرگس کو اپنے پاس رکھیں ۔"

مسٹر صراف نے کہا "ایک مشکل تو آسان ہوگئی اب کاروبار کی نگرانی کا سوال باقی رہ جاتا ہے ۔"

"جی ہاں ۔۔۔" دین شاہ کی فرم کے منیجر عبدالقادر خاں نے کہا "میں عرصہ سے ایسے ہی موقع کی تلاش میں تھا کہ کاروبار کے سلسلہ میں مسز دین شاہ سے کچھ عرض کروں لیکن انکی علالت کی وجہ سے میں نے کہنا مناسب نہ سمجھا ۔"

ڈاکٹر آشنگر نے جہانگیر سے پوچھا ۔

"ڈاکٹر جہانگیر! ۔۔۔ کیا آپ اس سلسلہ میں اسوقت گفتگو کر سکیں گے"

"جی نہیں ۔۔۔" جہانگیر نے کہا "یہ معاملات دو ایک روز بعد بھی طے ہو سکتے ہیں ۔ عبدالقادر خاں صاحب اطمینان بخش طریقہ پر کاروبار چلا رہے ہیں ۔ لہذا میں فی الحال کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں محسوس کرتا ہوں ۔ مسز دین شاہ بھی مطمئن تھیں ۔"

مسٹر صراف نے اس سلسلہ میں پھر کوئی سوال نہیں اٹھایا اور کچھ دیر بعد چلے گئے ۔ انکے جانے کے بعد عبدالقادر خاں نے کہا ۔

"مسٹر صراف کا یہ منشا تھا کہ کاروبار انکی نگرانی میں دیدیا جائے ۔ انھوں نے اس سلسلہ میں کئی بار مجھ سے بھی گفتگو کی اور مجھکو یقین دلایا کہ اگر میں مسز دین شاہ کو اس کے لیئے آمادہ کر لوں تو وہ مجھے دس ہزار روپے نقد دیں گے اور میری تنخواہ میں

بھی اضافہ کردیں گے ــــ"

جہانگیر نے عبدالقادر خاں کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش کراتے ہوئے کہا "خیر اب یہ سب جھگڑے ختم ہو چکے ہیں۔ فرم آپ کی نگرانی میں چلے گا مجھ کو آپ پر اعتماد ہے۔ اب یہ اس یتیم اور معصوم بچی کی ملکیت ہے جس کے والدین آپ پر ہمیشہ مہربان رہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ آپ اس کو اپنا ذاتی فرم سمجھ کر چلاتے رہینگے"۔

ساڑھے آٹھ بجے سب رخصت ہو گئے اور جہانگیر نرگس کو گود میں لئے ہوئے مہربانو کی خوابگاہ کے سامنے پہونچا۔ معصوم بچی نے دروازے کی طرف اشارہ کیا آیا نے کہا۔

"ڈاکٹر صاحب! بے بی کو ادھر نہ لائیے ــــ"

"نہیں آیا ایسی بات نہ کہو ــــ کیوں نہ لاؤں ــــ؟ تم دروازہ کھول دو ــــ"

آیا نے جہانگیر کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مہربانو کی خوابگاہ کا دروازہ کھول دیا۔ مہربانو نے مرنے سے ایک ہفتہ قبل ہاجرہ اور زلیخا سے کہہ دیا تھا کہ اسکے مرنے کے بعد اسکی خوابگاہ میں دو ماہ تک چالیس شمعیں روز روشن کی جائیں اور وہ شام سے صبح تک جلتی رہیں۔ اور اسکی وصیت کے مطابق ان دونوں نے چالیس شمعیں روشن کردی تھیں۔

نرگس خوش ہو کر دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانے لگی۔

"ہاہاہا ــــ بو ــــ می ــــ نہ ــــ"

اس نے فانوسوں اور روشن شمعوں کی طرف اشارہ کیا۔

جہانگیر نے نرگس کو پیار کر لیا اور خوابگاہ کے اندر چلا گیا۔ خالی پلنگ کی طرف دیکھکر نرگس نے جہانگیر کو معصوم نگاہوں سے دیکھا اور اس سے پوچھا۔

"بو ۔۔۔ می ۔۔۔ کاں ۔۔۔"

"وہ بہت دور گئی ہیں ۔۔۔ تمھارے لئے پھول لینے ۔۔۔" اس نے رندھی ہوئی آواز میں اسکو سمجھانے کی کوشش کی۔

"پو ۔۔۔" نرگس نے پھر معصومیت کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں بیٹی ۔۔۔ پھول ۔۔۔ اب وہ پھول کی خوشبو بن کر ہمارے پاس آیا کرینگی۔"

"ڈاکٹر جہانگیر ۔۔۔" عقب سے ہاجرہ کی آواز آئی۔

جہانگیر نے پلٹ کر دیکھا۔ خوابگاہ کے باہر ہاجرہ کھڑی ہوئی اسکو معنی خیز نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"ڈاکٹر جہانگیر! ۔۔۔" اس نے دروازے کے قریب آکر کہا "آپ ایک سائنسداں ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہیں ۔۔۔"

جہانگیر اسی طرح خاموش کھڑا ہوا ہاجرہ کو دیکھتا رہا۔ نرگس نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں میں اسکا چہرہ لے لیا مسکرا کر "بو" کہا اور اسکو پیار کرنے لگی۔ جہانگیر نے بھی اسکے معصوم تبسم کے جواب میں مسکرانے کی کوشش کی۔

"آپ کو نرگس کے لئے مسکرانا پڑیگا ۔۔۔ مسکرانا ہی نہیں پڑے گا بلکہ قہقہے بھی لگانا پڑیں گے۔"

"میں اسکے لئے مسکراؤں گا اور زندگی کی آخری سانس تک قہقہے لگاؤنگا۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاجرہ بھی خوابگاہ میں آگئی اور دریچے کھول دئے

ہوئے کہا۔

"کمرے میں دھواں بھر رہا ہے ـــــــ"

نلینی بھی آگئی اور وہ تینوں باتیں کرنے لگے۔ آیا دروازے کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔ نرگس جہانگیر کی گود سے اتر کر اسکے پاس پہونچ گئی۔ جہانگیر نے کہا۔

"اس کو نیند آ رہی ہے۔ لیجا کر سلا دو ـــــ"

آیا کے جانے کے بعد ہی جہانگیر بھی نلینی اور ہاجرہ کے ساتھ خوابگاہ سے باہر آگیا۔

تیسرے روز اس نے جزیرہ مہر افروز پہونچکر ڈاکٹر سلیمی سے کہا۔

"دو ڈیڑھ ماہ بعد میں نرگس کو بھی یہیں لے آؤنگا تاکہ میں یہاں اطمینان کے ساتھ کام کر سکوں"

"جی ہاں ـــ اب آپ کو اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئیے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے ممالک نورانی قوت کی تحقیق میں ہم سے آگے نکل جائیں۔ ابھی ہم نے صحیح معنوں میں اپنے کام کی ابتدا بھی نہیں کی ہے اور نہ اسکا علم ہے کہ ہم کس عنصر کے ذریعے سے اسکی ابتدا کریں گے"

"میں نے ڈاکٹر آنگ سے کہہ دیا ہے۔ کل سے یہاں ایک بنگلے کی تعمیر کا کام شروع ہو جائیگا اور زیادہ سے زیادہ پندرہ روز میں عمارت بن کر تیار ہو جائیگی اس میں ہم لوگوں کی رہائش کے لئے بھی آرام دہ کمرے ہونگے"

"میں نے آپ کی عدم موجودگی میں پانی صاف کرنے اور پہاڑی پر حوض میں پہونچانے کے لئے بھی مشین تیار کر لی ہے"

"یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔ واقعی میں اس جھیل کا پانی پیتے ہوئے ڈرتا تھا۔ میں نے کبھی کبھی جھیل کی سطح پر تیل کے دھبے دیکھے ہیں۔"

"یہ زمین اور آب و ہوا کا اثر ہے۔ میں ان روغنی دھبوں کو یکجا کر کے انکا تجزیہ کرونگا۔ ممکن ہے کوئی نئی بات معلوم ہو جائے ـــــ"

"نرگس کے ساتھ اسکی آیا اور ایک بنگالی نرس بھی آئیگی۔"

"کوئی مضائقہ نہیں ہم دو عورتوں کی نگرانی کر سکتے ہیں۔" ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔ "علاوہ ازیں وانا تجارب میں میرے اور آپ کے علاوہ اسحٰق اور سناتن تک نہیں جاتے ہیں۔"

دونوں نے چائے پی اور تجربات میں مصروف ہو گئے۔

وقت کی سوئی تیزی کے ساتھ گردش کر رہی تھی۔ دو ماہ بعد جہانگیر نے دین شاہ کی کوٹھی کرایہ پر دیدی اور نرگس، اسکی آیا اور بنگالی نرس کو جزیرہ جہرا فروز لے آیا۔ ڈاکٹر سلیمی نے معصوم نرگس کو گود میں اٹھا لیا اور اسکو پیار کر کے جہانگیر سے کہا۔

"آج سے اس بچی کی زندگی کا نیا دور شروع ہو رہا ہے۔"

"ڈاکٹر سلیمی! ـــ" جہانگیر نے کچھ سوچ کر کہا۔ "جہر مر چکی اب اس کی نشانی نرگس میرے پاس ہے۔ اس کی یاد کو روشن کرنے والی لہٰذا میں نرگس کا نام آج سے جہرا فروز کیوں نہ رکھ دوں ـــ؟"

"بہت اچھا خیال ہے۔ نام بھی بہت اچھا اور پر معنی ـــ" ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔ "آج سے اس کو اسی نام سے پکاریئے اور سرکاری کاغذات اور

دستاویزوں میں بھی نام تبدیل کرا دیجئے۔"

جہانگیر نے اسی وقت نرگس کی آیا اور نرس کو بلا کر کہا۔

"آج سے بے بی کو نرگس کے بجائے جہاں افروز کے نام سے پکارا جائیگا۔ اس کا نام بدل دیا گیا ہے۔"

اس نے دونوں کو جہاں افروز کے معنی سمجھائے اور بچی کو اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں بیٹی —— جہاں افروز —— یہ نام اچھا ہے نا ——"

معصوم بچی نے سر ہلایا اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ جہانگیر نے اسکو ہوا میں اچھال کر اپنے ہاتھوں پہ روک لیا اور پیار کر کے زمین پر اتارتے ہوئے کہا۔

"جہاں افروز ——"

جہاں افروز" اوں" کہکر دوڑی اور جہانگیر نے پھر اسکو ہاتھوں میں اٹھا لیا۔

جہاں افروز کی آمد سے جزیرہ جہاں افروز کی فضا بدل گئی اور جہانگیر کو وہ اداس اور سنسان جزیرہ رشک فردوس نظر آنے لگا۔ دن گزرتے رہے۔ جہاں افروز پروان چڑھتی رہی اور جہانگیر اور ڈاکٹر سلیمی کے تجربات کامیاب ہوتے رہے۔ چھٹے سال جہانگیر نے جہاں افروز کو کلکتہ کے ایک اسکول میں داخل کرا دیا اور وہ روزانہ صبح طیارے پر کلکتہ جانے لگی۔

جہانگیر نے جہاں افروز کی نرس کو کلکتہ پہونچا دیا تھا۔ وہ روزانہ صبح کار لے کر ہوائی اڈے پر پہونچ جاتی وہاں سے جہاں افروز کو اسکول لے جاتی اور شام کو ہوائی اڈے پر پہونچا جاتی۔ مہینے میں ایک آدھ بار جہانگیر بھی ان کے ساتھ

کلکتہ آجاتا تھا۔

مہرافروز کی چھٹی سالگرہ کے موقع پر ڈاکٹر آنگرنے جہانگیر کو مشورہ دیا کہ وہ اسکو کسی ایسے اسکول میں داخل کرا دے جہاں بچوں کی رہائش اور دیکھ بھال کا بھی معقول انتظام ہو۔ جہانگیر نے انکی تجویز پر مسکرا کر کہا

"ڈاکٹر آنگر! میں اسکو دور حاضرہ کی نہیں بلکہ ایک مثالی دوشیزہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اسکول کی اقامت گاہ میں پرورش پاکر لڑکیاں عموماً غلط راستوں پر پڑجاتی ہیں ——"

"—— لیکن سب نہیں ——" ڈاکٹر آنگر نے کہا۔

"میں اس دلیل کو مانتا ہوں ——" جہانگیر نے کہا "—— لیکن امکانات سب کے لئے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے وہ راستہ ہی کیوں نہ چھوڑ دیا جائے۔"

"ڈاکٹر جہانگیر! کیا آپ ذاتی تجربات کے ساتھ قدامت پسند بھی ہوتے جارہے ہیں۔؟"

"جی نہیں —— لیکن ہاں محتاط ضرور ہو گیا ہوں ——"

"وجہ ——" ڈاکٹر آنگر نے دریافت کیا۔

"اپنے ذاتی تجربات ——" جہانگیر نے جواب دیا۔

ڈاکٹر آنگر خاموش ہو گئے اور سنجیدگی کے ساتھ اسکی باتوں پر غور کرنے لگے۔

جہانگیر نے مہرافروز کی سالگرہ اسکے آبائی محل میں منائی تھی۔ وہ وہاں دو روز رہکر مہرافروز کے ساتھ جزیرہ مہرافروز چلا گیا۔ مہرافروز کو جزیرہ مہرافروز کلکتہ سے زیادہ پسند تھا۔ وہ کلکتہ سے واپسی کے بعد شام تک یا تو

جھیل کے کنارے کھیلتی یا چمن میں پھول چنتی اور تتلیاں پکڑتی رہتی تھی۔

ابتدا میں ڈاکٹر سلیمی نے جہانگیر کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اسکے ساتھ کھیلنے کے لئے کلکتہ سے دو تین یتیم بچے لے آئے لیکن جہانگیر اسکو تنہائی پسند بنانا چاہتا تھا اسلئے اس نے کوئی توجہ نہ دی اسی سال سناتن مر گیا۔ اس موقع پر بھی ڈاکٹر سلیمی نے جہانگیر کو مشورہ دیا کہ وہ ایک نیا ملازم لے آئے لیکن مہر افروز کی آیا نے اسحق سے وعدہ کر لیا کہ وہ کام میں اس کا ہاتھ بٹاتی رہے گی اس لئے اسکی تنخواہ میں اضافہ کر دیا گیا اور انمیں کا ایک نفر اور کم ہو گیا۔

(۱۳)

کامیابی جہانگیر کے قدم چوم رہی تھی اس نے تحقیق اور تجسس کے بعد چند ایسے عناصر منتخب کر لئے تھے جن کے ذرات آسانی کے ساتھ توڑے جا سکتے تھے۔ مہر افروز دس سال کی ہو چکی تھی اور وہ بعض معمولی تجربات میں جہانگیر کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ وہ اسکو ابتک "بو" ہی کہتی تھی اور جس وقت بھی اسکو پکارتی تھی اسکا چہرہ فرطِ مسرت سے کھل جاتا تھا۔ ڈاکٹر سلیمی کو بھی مہر افروز سے بہت محبت ہو گئی تھی۔ اور فرصت کے اوقات میں وہ بچوں کی طرح اسکے ساتھ جھیل کے کنارے کھیلا کرتا تھا۔

مہر افروز کبھی کبھی اس کمرے میں بھی پہونچ جاتی تھی جہاں بیٹھکر جہانگیر ذراتی تحقیق کرتا تھا۔ وہ اس سے پوچھتی۔

"بو! ذرہ کیا ہوتا ہے —"

"ذرہ عنصر کا وہ چھوٹے سے چھوٹا حصّہ ہوتا ہے جس کے حصے نہیں کئے

جا سکتے ہیں"

"ایک روز مہر افروز نے کہا "ابو! مجھے بھی ذرہ دکھائیے ــــ"

جہانگیر نے مسکرا کر اس کو گود میں اٹھا لیا اور ایک آئینے کے پاس لیجا کر کہا "بیٹی! ذرہ اسقدر چھوٹا ہوتا ہے کہ ہم اسکو چشمہ لگا کر بھی نہیں دیکھ سکتے ــــ"

"تو کیا میں اسے اپنی اس خوردبین سے دیکھ سکتی ہوں جو آپ نے مجھے تیلیوں اور پھولوں کا رنگ دیکھنے کے لئے کلکتہ میں دلائی تھی"

"نہیں ــــ اسکے لئے ایسی خوردبین کی ضرورت ہوتی ہے جو کسی چھوٹی چیز کو ہزاروں گنا بڑھا کر دکھا سکے"

"تو کیا آپ کے پاس ایسی خوردبین ہے ــ؟" مہر افروز نے پوچھا۔

"ہاں ــــ یہ دیکھو ــــ" اس نے اسٹینڈ پر لگی ہوئی ایک دوربین نما بڑی نلکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن ابھی تم اس سے بھی ذرہ کو نہیں دیکھ سکتی ہو"

"کیوں ــــ؟" مہر افروز نے معصومیت کے ساتھ دریافت کیا۔

"ابھی میں بھی ایک ذرہ کو بخوبی نہیں دیکھ سکا ہوں"

"کیوں ــــ؟" مہر افروز نے پھر سوال کیا۔

جہانگیر مسکرا دیا۔ "اسلئے کہ ذرّہ بہت چھوٹا ہوتا ہے" جہانگیر نے اسکو سمجھاتے ہوئے کہا "یہ اس قدر چھوٹا کہ ایک سوئی کی نوک پر کروڑوں ذرّے آسکتے ہیں"

مہر افروز جہانگیر کے جواب پر مسکرا دی۔ ابھی اسکی ذہنی نشوونما اس حد تک

مکمل نہیں ہوئی تھی کہ وہ ان سائنسی حقائق کو سمجھ سکے۔ وہ جہانگیر کی گود سے اتر کر فرش پر کھڑی ہوگئی اور چاروں طرف دیکھکر اس سے دریافت کیا۔

"بوا! —— ذرہ ہوتا کیسا ہے —— گول۔ خاک کے ریزے کی طرح ——؟"

"نہیں میری بیٹی ——" جہانگیر نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔" ذرہ ایک خلیہ ہوتا ہے —— تم خلیہ کا مطلب سمجھتی ہو ——؟"

مہرافروز اسکو استفسارانہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"خلیہ جیسے خول کو کہتے ہیں ——" جہانگیر نے کہا۔" تم ابھی اس کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتی ہو ——"

اس نے ایک چھوٹی نلکی اٹھا کر مہرافروز کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"بس یہ سمجھ لو کہ ذرّہ کی شکل کچھ اس قسم کی ہوتی ہے۔ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ اسکے دونوں منھ کھلے ہوئے ہیں اور اسکے دونوں منھ بند ہوتے ہیں۔ یعنی نلکی کے اندر ایک ٹھوس چیز پیوست ہوتی ہے ——"

مہرافروز اسکی صورت تکتی رہی۔ جہانگیر نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا

"ابھی یہ باتیں تمھاری فہم سے بالاتر ہیں۔ جب تم بڑی ہو جاؤگی تو پھر اسی کمرے میں بیٹھ کر میری طرح ذراتی تجربہ کرنا ——"

اس نے مہرافروز کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آؤ جھیل میں وہ جہاز چلائیں جو تم پرسوں کلکتہ سے لائی ہو ——"

دونوں دارالتجارب سے باہر آگئے۔ ڈاکٹر شہریار سلیمی جھیل کے کنارے

ایک تختہ پر بیٹھا ہوا ہلکے سروں میں غالب کی غزل کے ایک مصرعہ پر تکرار کر رہا تھا

ع شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

جہانگیر یکایک ٹھہر گیا اور ڈاکٹر سلمی کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہیں سطح جھیل پر کسی خاص نقطہ پر جمی ہوئی تھیں۔ جہانگیر نے ایک ہلکی ٹھنڈی سانس لیکر زیر لب کہا۔

"شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک ــــ تمھارا خیال صحیح ہے ڈاکٹر سلمی ــــ سحر تک تو بہر صورت جلنا ہی ہے"

"کیسے جلنا ہے ہوا ــــ" مہرافروز نے پوچھا۔

جہانگیر خاموشی کے ساتھ آگے بڑھا۔

مہرافروز نے پوچھا "کیا یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئیگی ــــ؟"

"ہاں ــــ ابھی تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکتی ہو ــــ"

"جائیے میں آپ سے نہیں بولوں گی ــــ" اس نے جہانگیر کے پاس سے ہٹکر منہ پھلاتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے کچھ بھی نہیں سمجھاتے ہیں ــــ"

جہانگیر نے ہنسکر اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور بنگلہ کی طرف چلتے ہوئے کہا۔

"جب تم بڑی ہو جاؤگی تو یہ باتیں خود بخود سمجھ میں آنے لگیں گی"

دونوں جھیل کے کنارے سے گزرتے ہوئے بنگلے کے سامنے پہونچ گئے

اسی طرح دو سال اور گزر گئے اور مہرافروز کی طفلانہ باتیں سنجیدہ جملوں میں بدلنے لگیں۔ اس کے شرارت آمیز تبسم میں متانت کی جھلک آگئی اور جذبہ تجسس میں غور و فکر کے آثار نظر آنے لگے۔

جہانگیر کی تعلیم و تربیت نے مہر افروز کو اسکی ہم عمر لڑکیوں سے کہیں زیادہ ذہین اور طباع بنا دیا تھا اب وہ کسی چیز کے متعلق جہانگیر سے دریافت کرنے کے بجائے پہلے خود اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرتی تھی اور پھر اس سے یا ڈاکٹر سلیمی سے دریافت کرتی تھی۔ وہ دار التجارب کی ہر مشین اور ہر آلے سے واقف ہو چکی تھی اور تجربات کے وقت جہانگیر اور ڈاکٹر سلیمی کا ہاتھ بٹاتے ہوئے انکو استعمال بھی کرتی تھی۔ اس نے دار التجارب کی سب سے بڑی اور عجیب و غریب خوردبین سے اس جوہر مفرد کو بھی دیکھ لیا تھا جس کا بظاہر وجود ہی نہیں تھا لیکن جہانگیر اسکو بتا رہا تھا کہ اسمیں ایک لامحدود برقی طاقت پوشیدہ ہے اور اسی طاقت سے ہمارا نظام شمسی قائم ہے۔

جہانگیر اس بارہ سالہ ذہین لڑکی کو یہ راز بھی بتا چکا تھا کہ انسان اس عظیم برقی قوت کو بروئے کار لا کر دنیا میں کیا کر سکتا ہے۔ لیکن ابھی تک اس قوت کو برانگیختہ کرنے کا راز نہیں دریافت کیا جا سکا تھا۔ جہانگیر شب و روز تجربات کرتے کرتے چالیس سال کی عمر میں ادھیڑ نظر آنے لگا تھا۔ اسکے بال دو سال کی قلیل مدت میں کھچڑی ہو گئے تھے آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے اور چہرے پر جا بجا ہلکے ہلکے خطوط ابھرنے لگے تھے۔

ڈاکٹر سلیمی کی صحت خراب ہو چکی تھی اور بینائی بھی کم ہوتی جا رہی تھی اسلئے وہ دار التجارب میں بہت کم جاتا تھا۔ مہر افروز صبح طیارہ پر کلکتہ چلی جاتی تھی اور شام کو واپس آ کر کچھ دیر تک جھیل کے کنارے ٹہلنے کے بعد جہانگیر کے ساتھ دار التجارب میں چلی جاتی تھی اور کھانے کے وقت تک اسکا ہاتھ بٹاتی تھی

بھی کبھی وہ دونوں کھانے کے بعد بھی دارالتجارب میں چلے آتے تھے اور رات کے پچھلے پہر تک بعض عناصر کے ذرات کے تجزیئے میں مصروف رہتے تھے۔

ایک سال بعد ڈاکٹر سلیمی کی بینائی اس قابل نہیں رہی کہ وہ دارالتجارب میں کام کر سکے۔ اس لئے جہانگیر کا کام بڑھ گیا۔ تہر افروز نے جہانگیر کو ضرورت سے زیادہ مصروف دیکھکر ایک روز کہا۔

"بو ــــــ! ــــــ آپ کی مصروفیات بڑھتی جارہی ہیں اور ان کا آپ کی صحت پر اثر پڑ رہا ہے۔"

"ہاں مجھے بھی اسکا احساس ہے ــــــ لیکن ــــــ"

جہانگیر کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔ ڈاکٹر سلیمی بھی اسکے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسنے کہا۔

"جہانگیر! ــــــ کیا تم کو ایک ہوشیار اور قابل اسسٹنٹ نہیں مل سکتا ہے۔"

"شہریار!" جہانگیر نے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ ہم کس قدر رازداری سے کام لے رہے ہیں۔ اور آجکل ایسے افراد کمتر ہی ملتے ہیں جو دوسروں کے راز کو راز رکھیں ــــــ دوسرے ملکوں کے جاسوس اب تک ہندستان میں موجود ہیں وہ بھی ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"ہاں یہ تو صحیح ہے لیکن ہر شخص تو ایسا نہیں ہو سکتا۔" ڈاکٹر سلیمی نے جہانگیر کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "اگر دوسروں پر اعتماد نہ کیا جائے تو دنیا کا کام ہی نہ چلے ــــــ"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اور میں نے ڈاکٹر آئنگر سے کہہ رکھا ہے لیکن گزشتہ دو سال میں ہندستان کی کسی یونیورسٹی سے بھی سائنس کا کوئی ایسا طالب علم نہیں نکلا ہے جو ہمارے مطلب کا ہو خیر مجھے اسکی چنداں فکر بھی نہیں ہے ابھی میں تنہا کام کر سکتا ہوں۔ اور کر رہا ہوں اور مہر افروز ایک بہترین اور سمجھے ہوئے مددگار کی حیثیت سے میرا ہاتھ بٹا رہی ہے۔" جہانگیر نے مہر افروز کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا "ـــ میری بیٹی آجکل کے سائنس گریجویٹ سے زیادہ ہوشیار اور قابل ہے ـــ"

ڈاکٹر سلیمی نے کہا: "تو پھر کس بات کی فکر ہے۔؟"

"فکر اسکی ہے کہ اب میں انکو کس تعلیمی ادارے میں داخل کراؤں۔ اس اسکول میں یہ انکا آخری سال ہے۔"

"کالج میں ثانوی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔" ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔

"میں اس موضوع پر نصف گھنٹہ بعد گفتگو کرونگا۔" جہانگیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

مہر افروز بھی کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔

"میں بھی معمل تک چلونگا ـــ"

مہر افروز جہانگیر اور ڈاکٹر سلیمی بنگلے سے نکل کر جھیل کے کنارے پہنچ گئے ڈاکٹر سلیمی ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور مہر افروز اور جہانگیر دارالتجارب کی عمارت کی طرف چلے گئے۔ مہر افروز اپنی معلومات کے لئے پانی کا تجزیہ کر رہی تھی۔ جہانگیر اسکو ضروری ہدایات دے کر نصف گھنٹہ بعد جھیل کے کنارے آگیا اور ڈاکٹر سلیمی

"میرے ذاتی تجربات ——" جہانگیر نے جواب دیا۔ "میں قدامت پسند نہیں —— آزاد خیال ہوں —— لیکن اسکا بھی حامی نہیں ہوں کہ لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کریں۔ انکے ساتھ سیر و تفریح کو جائیں اور آزادی کے ساتھ خلوت و جلوت میں ان سے ملتی رہیں۔"

ڈاکٹر شہریار سنجیدگی کے ساتھ اسکی باتوں پر غور کرنے لگا۔ جہانگیر نے قدرے سکوت کے بعد کہا۔

"شہریار تم ہی غور کرو۔ آخر یہ کس حد تک جائز ہے۔ تم ایک نامور سائنسدان ہو اور قدرت کے صدہا اشاروں کو سمجھ چکے ہو —— انسانی زندگی ان ہی کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر ہم ان اصولوں سے منحرف ہوتے ہیں تو تباہ و برباد ہو جاتے ہیں ——"

وہ خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر شہریار سلیمی نے کہا۔

"ذرا وضاحت کے ساتھ اپنے خیالات ظاہر کرو ——"

زندگی کے اس دور میں جبکہ لڑکوں اور لڑکیوں کی ذہنی نشو و نما ہو رہی ہو انکا باہمی میل جول اور ربط و ضبط خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ تم مثبت اور منفی کے نظریہ کو بخوبی سمجھتے ہو ——"

"ہاں کہے جاؤ ——"

"برقی قوت کی ذخیرہ اندوزی کے دوران میں اگر مثبت اور منفی لہریں ٹکرا جاتی ہیں تو کیا اسکا ذخیرہ اندوزی پر اثر نہیں پڑتا ہے —— ؟"

کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"شہریار! تم اسوقت یہ دریافت کر رہے تھے کہ میں آج کل کس لئے فکرمند رہتا ہوں"۔

"ہاں ___" ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔ "مہرافروز سن شعور کو پہونچتی جا رہی ہے اب تم کو اس کے لئے ہر وقت متفکر رہنے کی ضرورت نہیں ___ بہت ذہین اور سمجھدار لڑکی ہے۔ اور اب اسمیں اپنی اچھائی اور برائی پر غور کرنے کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی جا رہی ہے ___"

"___ لیکن لڑکی کی زندگی کا یہی وہ دور ہوتا ہے جب اسکے والدین یا سرپرست اسکی طرف سے ہر وقت متفکر رہتے ہیں"۔

ڈاکٹر سلیمی نے جھیل کی سطح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں تمھارا مطلب نہیں سمجھ سکا ___"

"تم اس کو اس طرح سمجھنے کی کوشش کرو کہ اب مہرافروز کی تعلیم کا مسئلہ ہی روز بروز پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے"۔

"اسکو ثانوی تعلیم کے کالج میں داخل کر دو ___"

"وہاں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں اور میں مخلوط تعلیم ناپسند کرتا ہوں"۔

"تم ___؟" ڈاکٹر شہریار سلیمی نے متحیر ہو کر کہا۔ "جہانگیر ___ ڈاکٹر جہانگیر تم ___؟"

"ہاں میرے دوست ___ میں"

"پڑتا ہے ــــ اور بہت زیادہ پڑتا ہے ــ ذخیرہ اندازی ختم ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی دونوں کے اتصال سے پیدا ہونے والا شعلہ انتہائی خطرناک ثابت ہوتا ہے۔"

"ہمارا تجربہ بھی کچھ اسی نوعیت کا ہے ــــ" ڈاکٹر جہانگیر نے کہا۔

"لڑکیوں اور لڑکوں کی یکجائی بھی یہی حیثیت رکھتی ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ آزادی اور بے تکلفی کا نتیجہ جنسی میلان کی صورت میں ظاہر ہو کر ان کو جادۂ مستقیم سے ہٹا دیتا ہے۔ نظام فطرت سے روگردانی تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے ہر کام ایک اصول کے ماتحت ہونا چاہیئے ــــ"

"تمہارا خیال صحیح ہے" ڈاکٹر شہریار نے کہا "میں نے آج تک اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ تم نے اپنی محبت میں ناکامی سے استفادہ حاصل کیا ــ تمہارا وجود ہم سب کے لئے مبارک ہے۔"

"میں مہر افروز کو کسی زنانہ کالج میں داخل کراؤنگا اور اگر وہاں سائنس کی تعلیم کا انتظام نہ ہوگا تو میں خود اسکو پڑھاؤنگا۔"

"وہ اس وقت بھی بی ایس سی تک کی استطاعت رکھتی ہے۔"

"اب وہ معمل میں تنہا کام کرتی ہے۔"

"اچھا یہ مسئلہ تو طے ہو گیا اب میں اپنے لئے کیا کروں" ڈاکٹر سلیمی نے کہا "ہر تیسرے ماہ چشمہ بدل رہا ہوں ــــ لیکن ابھی تک کوئی کامیابی نہیں ہوئی ہے اگر دوا کا استعمال کرتا ہوں تو دو چیزیں نظر آتی ہیں۔"

"اگر تم نے دوا کا استعمال ترک کر دیا تو پردہ بصارت کی رطوبت زائل ہو جائیگی اسلئے یہ بہتر ہے کہ دو چیزیں نظر آئیں۔ اس سے بصارت تو نہ ختم ہوگی۔"

"ہاں یہی میرا بھی خیال ہے ——" ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔

دونوں کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد دارالتجارب میں چلے گئے۔

جہانگیر نے مہر افروز کو لڑکیوں کے کالج میں داخل کرادیا اور اپنی اٹھارھویں سالگرہ کے چند ماہ بعد اس نے بی ایس سی کی سند حاصل کرلی۔ اب وہ بہت زیادہ سنجیدہ اور کم سخن ہوگئی تھی۔ وہ جہانگیر کے ساتھ روزانہ چھ گھنٹے دارالتجارب میں صرف کرتی تھی۔ ڈاکٹر سلیمی کی بصارت کسی حد تک ٹھیک ہوگئی تھی لیکن وہ عملی طور پر تجربات میں اسلئے حصہ نہیں لے سکتا تھا کہ پتلیوں کے زاویے بدل جانے کی وجہ سے اسکو ہر چیز ایک کے بجائے دو نظر آتی تھیں ——

اسی سال جہانگیر نے اپنے تجربات کو پایہ تکمیل تک پہونچا دیا اور قدرت کا یہ راز معلوم کرلیا کہ ذرہ کی طاقت کو کس طرح برانگیختہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن عملی طور پر اس نے اس کو برانگیختہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ یہ ایک یا دو آدمیوں کا کام نہیں تھا اس کے لئے اسکو ایسے چھ مددگار سائنسدانوں کی ضرورت تھی جو ذراتی تجربات میں صحیح معنوں میں اسکے ممد و معاون ثابت ہوسکیں۔

جہانگیر نے ڈاکٹر آئنگر سے مشورہ کیا اور انھوں نے ایسے چھ سائنسدانوں کی سفارش کی۔ ان میں سے ایک دہلی یونیورسٹی کا ریسرچ اسکالر ڈاکٹر نریش کمار ساہنی تھا دوسرا بمبئی یونیورسٹی کا ڈاکٹر ہیرالال چھوٹو بھائی ڈیسائی تھا۔ وہ دو سال تک فرانس کے ادارہ طبعیات میں رہ کر متعدد عناصر پر تجربات کرچکا تھا۔ تیسرا عثمانیہ یونیورسٹی کا فاضل طبعیات ڈاکٹر عبدالرحمن زبیری تھا دو سائنسدان مدراس یونیورسٹی کے شعبہ طبعیات سے منتخب کئے گئے تھے اور چھٹا سائنسدان علیگڈھ کا

ڈاکٹر فیض احمد درانی تھا۔

انکی اسناد اور دیگر متعلقہ کاغذات دیکھنے کے بعد جہانگیر نے ان سب کو کلکتہ بلایا اور ڈاکٹر آئنگر اور دو دیگر سائنسدانوں کی موجودگی میں ان سے گفتگو کی اور ایک ہفتہ بعد وہ سب جزیرہ مہر افروز پہونچ گئے۔

جہانگیر کے بنگلے میں نصف درجن سے زائد کمرے عموماً خالی ہی پڑے رہتے تھے اس لئے انکو اسی میں ٹھہرایا گیا اسحٰق کی مدد کے لئے ڈاکٹر آئنگر نے اپنے سمجھے ہوئے چار ملازم بھیج دیئے۔ اور ان سائنسدانوں نے وہاں پہونچتے ہی جہانگیر کی ہدایات پر اپنا کام شروع کر دیا۔

ڈاکٹر ساہنی کی عمر تیس اور بتیس کے درمیان تھی۔ وہ صرف اپنے کام سے کام رکھتا تھا یا کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ ڈاکٹر ڈیسائی بھی خاموش طبیعت کا ایک تیس سالہ جوان تھا۔ اسکو ستار بجانے کا شوق تھا اور کبھی کبھی جھیل کے کنارے بیٹھ کر ستار بجایا کرتا تھا۔ ڈاکٹر زبیری کی عمر اٹھائیس کے قریب تھی۔ وہ بہت ہنس مکھ اور وجیہہ و شکیل جوان تھا اور فرصت کے اوقات پہاڑوں پر گزارا کرتا تھا دونوں مدراسی سائنسداں جارج پلائی اور سوامی ناتھن عموماً سب سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ ڈاکٹر فیض احمد درانی کی عمر ستائیس اٹھائیس کے لگ بھگ تھی۔ وہ ہنس مکھ اور ملنسار تھا۔ اور سب کو ہر وقت ہنساتا رہتا تھا۔

جزیرہ مہر افروز میں ان کی آمد کے ایک ہفتہ بعد ڈاکٹر سلیمی نے جہانگیر سے کہا۔

"اب دنیا میں انقلاب آئیگا۔"

جہانگیر نے فوراً جواب دیا۔ — اور اسکی ابتدا اسی جزیرے سے ہوگی ۔

ڈاکٹر سلیمی نے جہانگیر کو استفسارانہ نظروں سے دیکھا۔ اسوقت وہ دونوں بنگلے کے برآمدے میں بید کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جہانگیر نے جھیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"— وہ دیکھو — سامنے — جھیل کے کنارے —"

ڈاکٹر سلیمی نے جھیل کی طرف دیکھا۔ مہر افروز اور ڈاکٹر درانی جھیل کے کنارے کھڑے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ڈاکٹر زبیری اور ڈاکٹر ساہنی ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے شست سے مچھلی کا شکار کھیل رہے تھے۔

ڈاکٹر سلیمی ان لوگوں کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے ان چاروں کو دیکھا اور جہانگیر سے کہا۔

"عورتوں سے اس درجہ بدظنی مناسب نہیں — اس سے نسائیت کی توہین ہوتی ہے۔ جس نے ہم کو جنم دیا جسکے بطن سے ہم پیدا ہوئے وہ بھی عورت تھی۔"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے شہریار —" جہانگیر نے مسکرا کر کہا۔ "میں اس انقلاب کی طرف اشارہ کر رہا ہوں جو ہر انسان کی زندگی میں آتا ہے — مہر افروز اب سن شعور کو پہونچ چکی ہے — یہ سب فطرت کے عین مطابق ہے لیکن بہر صورت اس پر نظر رکھنا میرا فرض ہے — یہ زندگی کا خطرناک ترین دور ہوتا ہے اور معمولی سی لغزش زندگی کی شاہراہ بدل دیتی ہے —"

"ڈاکٹر درانی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے —؟"

"وہ بہت ذہین اور بڑا ہونہار نوجوان ہے۔ اپنے ساتھیوں میں وہ پہلا

نوجوان ہے جس نے سب سے پہلے میری ہدایات پر ایک ذرے کو نلکی میں منتقل کیا۔"

"ڈاکٹر ساہنی بھی بہت تیز ہے۔" ڈاکٹر سلیمی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"تیز تو سب ہیں لیکن ان سب میں درانی بہت ذہین ہے۔" جہانگیر نے کہا "میں ذرہ کی طاقت کو برانگیختہ کرنے کے لئے جو آلات تیار کر رہا ہوں۔ کل اسنے انکی تیاری میں بھی میرا ہاتھ بٹایا۔ وہ ان آلات کی تیاری میں بہت دلچسپی لے رہا ہے۔"

کچھ دیر بعد جہانگیر اٹھ کر دارالتجارب کی طرف چلا۔ جہرافروز نے اس کو جاتا ہوا دیکھا اور دوڑ کر اس کے قریب پہونچ گئی۔

"ابو ۔۔۔!" اس نے جہانگیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر درانی کا خیال ہے کہ وہ آلات جن سے ذراتی طاقت کو انگیختہ کیا جا سکتا ہے۔ اپنے دارالتجارب ہی میں تیار کئے جا سکتے ہیں۔ ابھی وہ مجھ سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ذرہ کو نلکی میں رکھ کر اس پر بہت آسانی کے ساتھ ضرب لگائی جا سکتی ہے۔ اور یہ ضرب بھی ذرہ ہی سے لگائی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ ابھی تک اس کی انتہائی اکسر کا راز نہیں معلوم کر سکے ہیں۔"

جہانگیر کی آنکھیں کسی خیال سے چمک اٹھیں۔ اس نے جہرافروز کی طرف دیکھا اور پھر دارالتجارب کی طرف دیکھنے لگا۔ جہرافروز نے کہا۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں ۔۔۔"

"میں نے ابھی تک اس نکتہ پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ واقعی ذرہ نلکی میں رکھ کر

بہت آسانی کے ساتھ توڑا جا سکتا ہے۔"

وہ دونوں دارالتجارب کی طرف روانہ ہوئے۔ دارالتجارب کے دروازے پر پہونچکر مہر افروز نے جمیل کی طرف دیکھا۔ ڈاکٹر درانی نہری اور ساہنی کے پاس کھڑا ہوا ان سے باتیں کررہا تھا۔ مہر افروز جہانگیر کے ساتھ دارالتجارب میں چلی گئی۔

(۱۴)

"مہر افروز! وہ کون لوگ تھے جو اس روز تمہارے اور ڈاکٹر جہانگیر کے ساتھ رسٹوران میں بیٹھے ہوئے تھے۔؟"

مہر افروز کی ایک ہم جماعت طالبہ مس نجمہ نے اسکے ساتھ لکچر روم سے نکلتے ہوئے دریافت کیا۔

"وہ سب انکے اسسٹنٹ ہیں" مہر افروز نے جواب دیا۔

"۔۔۔ انکا کیا نام ہے جو تمہارے پاس بیٹھے ہوئے مسکرا کر باتیں کررہے تھے۔۔۔" نجمہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"ڈاکٹر فیض احمد درانی ۔۔۔" مہر افروز نے فوراً جواب دیا "یہ بہت ذہین اور تیز ہیں ۔۔۔ ابو کا خیال ہے کہ وہ ایک روز ہندستان کے نامور سائنسدان ہوں گے ۔۔۔ وہ آج کل ابو کی زیر نگرانی ایک اہم تجربہ کررہے ہیں۔"

"خدا مبارک کرے ۔۔۔" نجمہ نے مسکرا کر کہا۔

"وکیا۔؟" مہر افروز نے اسکو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"یہی تجربہ ـــــ" نجمہ نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔
نجمہ کی آنکھوں میں شوخی کی جھلک اور لبوں پر شرارت آمیز تبسم دیکھ کر دوشیزگی کی حیا سے مہر افروز کا چہرہ تمتما اٹھا اور رخسار کانوں کی لو تک سرخ ہو گئے اور وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ نجمہ اسی طرح مسکراتی رہی اور برآمدے کی سیڑھیوں سے اتر کر سڑک کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے انتخاب کی داد دیتی ہوں مہر افروز ـــــ"

"تم بک کیا رہی ہو ـــــ؟" مہر افروز نے تیکھے پن کے ساتھ کہا "دماغ تو نہیں خراب ہوا ہے ـــــ؟"

"آثار تو ایسے نہیں ہیں" نجمہ نے کاروں کی قطار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "بہرحال اچھا جوڑا رہے گا ـــــ"

"تم بہت شریر ہوتی جا رہی ہو نجمہ ـــــ" مہر افروز نے تنک کر کہا۔

"جو چاہو کہہ لو لیکن سچی بات زبان پر آکر ہی رہتی ہے"

"نجمہ! ـــــ ایسی باتیں نہ کرو۔ اگر کوئی سن لے گا تو کیا کہے گا ـــــ"

"قبل از وقت مبارکباد دیگا ـــــ" نجمہ نے کہا "واقعی وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ وجیہہ اور شکیل ہیں۔ اور انکے بعد ڈاکٹر زبیری ـــــ"

مہر افروز نے نجمہ کو غور سے دیکھا اور کاروں کے پاس پہونچکر کہا۔

"تمہاری کار ابھی نہیں آئی ہے ـــــ آؤ میری کار پر بیٹھ جاؤ میں تم کو تمہارے مکان پر چھوڑتی ہوئی اپنے گھر چلی جاؤں گی ـــــ"

نجمہ چاروں طرف دیکھکر مہر افروز کے ساتھ اسکی کار پر بیٹھ گئی۔ مہر افروز نے

اپنے شوفر کو اشارہ کیا اور کار پارک سے نکل کر سڑک پر آگئی۔ راستہ میں نجمہ نے مہرافروز سے پوچھا۔

"خاموش کیوں ہو ـــــ کیا میری باتوں کا برا مان گئی ہو ـــــ ؟"

"نہیں تو ـــــ" مہرافروز نے فوراً کہا۔

"مہرا میں سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ ڈاکٹر درانی واقعی بہت سجیلے جوان ہیں۔"

"نجمہ ہم کو آپس میں ایسی باتیں نہ کرنا چاہئیں۔"

"کیوں ـــــ ؟"

"ہم ابھی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور ہمارے خیالات خراب ہو سکتے ہیں۔"

مہرافروز کو سنجیدہ دیکھ کر نجمہ کا سر ندامت سے جھک گیا اور کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"اچھا ـــــ اب میں کبھی اس قسم کی گفتگو نہ کروں گی ـــــ بتاؤ تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو ـــــ ؟"

"نہیں میں کیوں ناراض ہونے لگی۔" مہرافروز نے کہا۔

مہرافروز نے نجمہ کو اسکے مکان پر اتار دیا اور ہوائی اڈے پر پہونچی۔ اس کا چھوٹا خوبصورت طیارہ عمارت کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ اور عمارت کے سامنے جہانگیر ٹہل رہا تھا۔

"ابو ـــــ !" اس نے کار سے اترتے ہی جہانگیر کو آواز دی۔

"بیٹی ـــــ" جہانگیر نے فوراً اسکی طرف گھوم کر دیکھا اور اسکے قریب

اگر کہا یہ میں ابھی درانی کو لایا ہوں ــــ"

مہر افروز کے قلب کی حرکت تیز ہو گئی اور وہ کچھ دریافت کرنے کے بجائے اسکو متوحش نظروں سے دیکھنے لگی۔

"وہ آج دار التجارب میں برقی لہر سے زخمی ہو گئے ــــ"

"زخمی ہو گئے ــــ؟" مہر افروز نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں۔ اور زبیری ہی غلطی سے زخمی ہوئے۔" جہانگیر نے ایک آلہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔ "میں نے غلطی سے اسکے منفی اور مثبت تاروں کو علیحدہ نہیں کیا اور جیسے ہی انھوں نے نلکی کے اندر سے ہلکی لہریں گزاریں وہ نلکی پھٹ گئی۔"

مہر افروز خاموش کھڑی ہوئی اپنے طیارے کی طرف دیکھتی رہی۔ جہانگیر نے اسکو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"ــــ آؤ چائے پی لیں پھر اسپتال چلیں۔ میں زبیری اور ساہنی کو درانی کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں ــــ"

"میں ابھی چائے نہ پیونگی ــــ"

"تو پھر آؤ۔ اسپتال چلیں ــــ"

دونوں کار میں بیٹھ گئے۔ جہانگیر نے شوفر کو اسپتال چلنے کی ہدایت کی اور کچھ دیر بعد کار اسپتال کے احاطے میں داخل ہوئی۔ زبیری اور ساہنی آپریشن تھیٹر کے سامنے کھڑے ہوئے ایک ڈاکٹر سے باتیں کر رہے تھے۔ جہانگیر نے ان کے پاس پہونچکر کہا۔

"اب کیا حالت ہے ــــ؟"

"بے چینی کا وہی عالم ہے۔ ابھی انکو کمرے میں پہونچایا گیا ہے۔" زبیری نے کہا۔ "ہم لوگ آپ کو دیکھنے آئے تھے۔"

وہ سب متعدد دالانوں اور رہشہ نشتیوں سے گزرتے ہوئے زینے پر چڑھکر دوسری منزل کے ایک کمرے کے سامنے پہونچ گئے۔ ساہنی نے بڑھ کر کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور سب کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر درانی آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹا تھا۔ اور ایک نرس اس کی کلائی پر آہستہ آہستہ مالش کر رہی تھی۔

مہرافروز نے نرس کے پاس کھڑے ہوکر اس کو آواز دی۔

"ڈاکٹر فیض ــــــ"

درانی نے منہ بنا کر آہستہ آہستہ آنکھیں کھولدیں اسکے لب خشک ہو رہے تھے۔ اس نے مہرافروز کو دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔ جہانگیر کے چہرے پر ہوائیاں اڑرہی تھیں۔ اس نے مہرافروز سے کہا۔

"فیض کو پانی پلاؤ ــــــ"

مہرافروز نے ایک نرس کو اشارہ کیا اور وہ گلاس میں پانی لے آئی۔ اس نے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر پھر درانی کو آواز دی۔

"فیض ــــــ"

ڈاکٹر درانی نے پھر آنکھیں کھول دیں۔ مہرافروز نے جھک کر ایک ہاتھ سے آہستہ سے اس کا سر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اسکے منہ میں گلاس لگا کر اس کو پانی پلایا۔ ڈاکٹر درانی نے کہنیوں کے سہارے سنبھلنے کی کوشش کی۔

مہرافروز نے کہا۔

"اٹھنے کی کوشش نہ کرو ——"

اس نے آہستہ سے اسکول ڈریا۔ نرس نے کہا۔

"انکو آرام کی ضرورت ہے ——"

"مہرافروز! چلو باہر چلیں ——" جہانگیر نے مہرافروز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

وہ سب باہر آگئے۔ انکو گزرگاہ میں دیکھ کر ایک ڈاکٹر ایک کمرے سے باہر نکل آیا اور جہانگیر کے پاس پہونچکر بولا۔

"حضرت! دائیں ران پر ہلکا سا زخم آیا ہے لیکن اعصاب پر برقی لہر کا اثر پڑا ہے"

"خطرناک حد تک تو نہیں ——؟" جہانگیر نے دریافت کیا۔

"جی نہیں —— لیکن وہ آٹھ روز تک بستر سے نہ اٹھ سکیں گے"

"کوئی مضائقہ نہیں" جہانگیر نے کہا "میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے بہت توجہ کے ساتھ انکو دیکھا اور فوراً طبی امداد پہونچائی"

"یہ میرے فرائض میں داخل ہے" ڈاکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا "آپ لوگ مطمئن رہیں"

مہرافروز نے پوچھا "انکی دیکھ بھال کیلئے ہم لوگوں کو ٹھہرنے کی ضرورت ہے یا نہیں ——؟"

"جی نہیں" ڈاکٹر نے جواب دیا "آپ لوگ کیوں بلا وجہ زحمت کریں انکی دیکھ بھال ہمارے ذمے ہے ——"

وہ سب باہر آگئے۔ ساہنی اور زبیری آپس میں باتیں کرتے ہوئے

جہانگیر اور مہر افروز سے آگے جا رہے تھے ۔ ساہنی نے کہا۔

"میں آج کلکتہ ہی میں رہونگا ۔"

"ہوٹل میں ۔۔۔ ؟" زبیری نے دریافت کیا۔

"نہیں ۔۔۔" ساہنی نے کہا ۔" میرے بڑے بھائی آجکل یہیں ہیں۔ انھوں نے فری اسکول اسٹریٹ پر ایک فلیٹ لے رکھا ہے ۔ میں وہیں رہونگا اور کل شام تک واپس جاؤں گا اگر تم ٹھہرنا چاہو تو ٹھہر سکتے ہو ۔"

دونوں جہانگیر کی کار کے قریب پہونچکر ٹھہر گئے ۔ جہانگیر نے انکے قریب پہونچکر کہا ۔

"غالباً تم لوگ آج ٹھہرنا چاہتے ہو ۔۔۔ ؟"

دونوں مسکرا دیئے ۔ جہانگیر نے کہا " میں کل گیارہ بجے آؤنگا اور شام کو واپس جاؤں گا ۔"

"ہم چار بجے تک اسپتال پہونچ جائیں گے ۔۔۔"

جہانگیر اور مہر افروز کار پر بیٹھ کر چلے گئے ۔ ساہنی نے زبیری سے کہا "مہر کو بھی اس حادثہ کا بہت افسوس ہے ۔"

" وہ بہت شریف اور رحمدل لڑکی ہے ۔۔" زبیری نے جواب دیا۔

" ہاں ۔۔۔ لیکن اس شرافت اور رحمدلی سے قطع نظر اس کو درافی سے کچھ انسیت بھی ہے ۔"

زبیری نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ۔

" میں تمھارے اس کچھ کا مطلب نہیں سمجھا ۔"

"یہ تمہارا غبی پن ہے" ساہنی نے ہنس کر کہا "۔۔۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پلائی کا خیال صحیح ہو۔ وہ کہتا ہے کہ زبیری مہر افروز سے محبت کرتا ہے "

زبیری نے ساہنی سے پوچھا "۔۔۔ کیا وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے محبت کی جائے ۔۔۔؟ وہ ہزاروں میں ایک ہے۔ ڈاکٹر شہریار سلیمی کہتے ہیں کہ مہر افروز کی ماں بھی بہت خوبصورت تھی اور ڈاکٹر جہانگیر اس سے محبت کرتے تھے"

ساہنی نے اسکے جملے کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے کہا۔

"میری رائے تو یہ ہے کہ تم اس کا خیال دل سے نکال دو "

"ساہنی تم ابھی حالات سے لاعلم ہو ۔۔۔ وہ روز صبح میرے ساتھ مشرقی پہاڑی کی چوٹی تک سیر و تفریح کے لئے جاتی ہے "

"۔۔۔ لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ اس نے تم کو پسند کر لیا ہے وہ تعلیم یافتہ اور آزاد خیال لڑکی ہے وہ ہم سب کو اپنا دوست سمجھتی ہے "

زبیری کے قلب کی حرکت تیز ہو گئی اور وہ سر جھکا کر چلنے لگا۔

"سڑک پر اس طرح نہ چلا کرو" ساہنی نے مسکرا کر زبیری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دونوں ایک چوراہے پر پہونچ گئے۔ زبیری نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی غرض سے کہا۔

"اس مشین کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ جو ڈاکٹر جہانگیر تیار کر رہے ہیں ۔۔؟"

"وہ اس سے جوہری طاقت کو برانگیختہ کر سکینگے ۔۔۔"

"درانی نے پرسوں مجھ سے ایک بہت چھوٹی ٹولی کا تذکرہ کیا تھا"

"ہاں وہ مجھ سے بھی کہہ رہا تھا" ساہنی نے کہا "اسی ٹولی میں جوہر مفرد کو توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہے"

وہ ایک ٹیکسی پہ بیٹھ کر چورنگی پہونچے۔ آٹھ بجے شب کو ایک رسٹوران میں کھانا کھایا اور نو بجے ساہنی زبیری کے ساتھ اپنے بھائی کے مکان پر پہونچا۔ دوسرے روز زبیری علی الصبح ساہنی کے فلیٹ سے نکلا بڑا اڈوے میں ناشتہ کیا اور نو بجے ہوائی اڈے پر پہونچ گیا۔ جہانگیر کا طیارہ ساڑھے دس بجے زمین پر اترا زبیری نے جہانگیر اور مہرافروز کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ اسپتال پہنچا۔

درانی کی حالت نسبتاً بہتر تھی جہانگیر کچھ دیر بعد چلا گیا اور مہرافروز اور زبیری درانی کے پاس رہ گئے۔ مہرافروز درانی سے باتیں کر رہی تھی۔ زبیری خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

درانی نے زبیری سے کہا "تم کیوں خاموش ہو — ؟"

"آج طبیعت کچھ مضمحل ہے —"

"کسی ڈاکٹر سے مشورہ کر لو —" مہرافروز نے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "واقعی تم سست اور مضمحل نظر آرہے ہو —"

درانی نے کہا "ڈاکٹر بوس ابھی مجھے دیکھنے آئیں گے ان سے نسخہ لکھالو اور دوا بازار سے لے لو —"

"دیکھا جائیگا —" زبیری نے لاپروائی کے ساتھ کہا۔

"دیکھا کیسے جائیگا" مہرافروز نے مشفقانہ خفگی کے ساتھ کہا "تم اپنی

صحت کی طرف سے بہت لاپرواہو —— میں نے چار پانچ روز قبل بھی تم سے کہا تھا کہ کلکتہ جا کر کسی ڈاکٹر سے رجوع کرو ——"

دروازے پر ایک نرس نظر آئی۔ مہرافروز نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"نرس! ڈاکٹر بوس کہاں ہیں ——"

"وہ آرہے ہیں ——"

پانچ منٹ بعد ڈاکٹر بوس درانی کو دیکھنے آئے درانی نے مہرافروز اور زبیری سے انکا تعارف کرایا۔ اور جب واپس جانے لگے تو اس نے ان سے کہا۔

"ڈاکٹر بوس! آپ ڈاکٹر زبیری کو دیکھکر ایک نسخہ لکھ دیں۔ آج انکی طبیعت مضمحل ہے"

ڈاکٹر بوس زبیری کی طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ مہرافروز بول اٹھی۔

"ڈاکٹر صاحب! یہ اپنی صحت کی طرف سے بہت لاپرواہ ہیں۔ کبھی سر میں درد بتاتے ہیں اور کبھی آنکھوں میں تکلیف ——"

"بظاہر تو آپ بالکل تندرست ہیں" ڈاکٹر بوس نے زبیری کی آنکھیں دیکھتے ہوئے کہا "آئیے میرے کمرے میں چلئے۔ تاکہ اطمینان کے ساتھ آپ کو دیکھ لوں"

مہرافروز نے دریافت کیا۔ "کیا میں بھی چلوں ——؟"

"آپ کیا کیجئے گا زحمت کر کے ——" ڈاکٹر بوس نے کہا "یہ ابھی واپس آجائیں گے"

"ڈاکٹر صاحب ۔ اچھی طرح سے دیکھکر کوئی ایسی مجرب دوا یا ٹانک لکھ دیجئے کہ انکو درد سر کی شکایت نہ رہے ۔ یہ درد سر سے بہت پریشان رہتے ہیں ـــ"

"آپ اطمینان رکھئے ـــ"

ڈاکٹر بوس نے جواب دیا اور زبیری کے ساتھ چلے گئے ۔ درانی تکیہ پہ سر رکھے خاموش لیٹا ہوا تھا ۔ مہر افروز نے اسکی طرف دیکھکر پوچھا ۔

"رات کو نیند آئی تھی ـــ؟"

"ہاں ـــ بہت گہری نیند ـــ"

"تم کو ایک ہفتہ اسپتال میں رہنا ہوگا" مہر افروز نے کہا "میں تو کل تمھاری حالت دیکھ کر بہت پریشان ہوگئی تھی"

"کل شام کو واقعی میری حالت قابل اطمینان نہیں تھی ۔ اگرچہ میں بظاہر خاموش لیٹا ہوا تھا لیکن میری رگ رگ پھڑک رہی تھی اور ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے کوئی آہستہ آہستہ میرا خون کھینچ رہا ہے ـــ"

"اب تو سکون ہے ـــ؟" مہر افروز نے دریافت کیا ۔

"ہاں اب تو کوئی خاص تکلیف نہیں ہے لیکن کمزوری بہت محسوس کررہا ہوں" ۔

"دو دن میں دور ہو جائے گی ـــ" مہر افروز نے کہا "تم صحتیاب ہوکر یہاں سے تو نکلو ـــ"

"کل تو میں کچھ غنودگی میں پڑا رہا لیکن آج رات کو یہاں طبیعت بہت گھبرانے لگی"

"کیا رات کو نرس اور ڈاکٹر نہیں آتے ہیں ــــ؟"

"آتے ہیں ــــ لیکن آئے اور چلے گئے ــــ" درانی نے کہا۔ "نرس ایلیس گافرے ضرور کچھ دیر کے لئے بیٹھ گئی تھی۔ لیکن میں ایک عجیب عالم میں پڑا ہوا تھا۔"

"میں آج رات کو ٹھہر جاؤں ــــ؟"

"نہیں مہرافروز ــــ" درانی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ "تم زحمت نہ کرو دو چار روز کا معاملہ ہے۔"

"کل رات کو میں بھی بہت دیر تک جاگتی رہی۔"

"کیوں ــــ؟" درانی نے دریافت کیا۔

"میں خود نہیں سمجھ سکی۔ بس یوں ہی طبیعت الجھ رہی تھی ــــ"

درانی نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ زبیری آگیا اور دونوں اسکی طرف متوجہ ہو گئے۔ مہرافروز نے پوچھا۔

"نسخہ لائے ــــ؟"

"ہاں ــــ" زبیری نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد جہانگیر بھی آگیا اور مہرافروز اسکے ساتھ کہیں چلی گئی زبیری بھی کچھ دیر بعد چلا گیا اور چار بجے پھر اسپتال پہونچا۔ مہرافروز اور جہانگیر درانی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک گھنٹہ بعد وہ ہوائی اڈے پر پہونچے اور مغرب سے قبل جزیرہ مہرافروز کے ہوائی اڈے پر انکا طیارہ اتر گیا ڈاکٹر سلیمی وغیرہ اڈے کے قریب ہی جھیل کے کنارے کھڑے ہوئے تھے ڈاکٹر بلائی نے

جہانگیر سے پوچھا۔

"ڈاکٹر درانی اب کیسے ہیں"

"اب خطرے سے دور ہیں ——"

وہ سب بنگلے میں چلے گئے۔ مہرافروز نے اپنے سنگار کے کمرہ میں پہونچکر لباس تبدیل کیا اور کتب خانہ کی طرف چلی۔ راستے میں زبیری نظر آیا مہرافروز نے اسکو دیکھتے ہی پوچھا۔

"تم نے دوا ابھی پی ——"

"چار بجے پی چکا ہوں —— اب کھانے کے بعد پیونگا" زبیری نے جواب دیا اور قریب پہونچکر دریافت کیا "کہاں جا رہی ہو ——؟"

"کتب خانہ تک جا رہی ہوں —— ایک کتاب کی ضرورت ہے"

"کتب خانہ کی کنجی ڈاکٹر سلیمی کے پاس ہے اور وہ دار التجارب میں ڈاکٹر جہانگیر کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں ——"

اس نے آیا کو آواز دی۔ ایک ملازم نے کہا۔

"وہ باورچی خانہ میں ہیں"

"اچھا میں خود جاتی ہوں ——"

"میں بھی اسی طرف چل رہا ہوں"

دونوں باتیں کرتے ہوئے بنگلے سے نکلے اور جھیل کے کنارے پہونچ گئے چاندنی چھٹک رہی تھی۔ زبیری نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایسے مناظر دیکھ کر میری عجیب حالت ہو جاتی ہو"

مہرافروز نے مسکرا کر کہا "۔۔۔لیکن تم شاعر تو ہو نہیں ۔۔۔ تم تو سائنسداں ہو ۔۔۔"

"تو کیا سائنسداں انسان نہیں ہوتا ہے۔ کیا اسکے پہلو میں دل ہی نہیں ہوتا ہے؟"

"دل کا کام خون کو پمپ کر کے جسم کے ہر حصے میں پہونچانا ہے۔ غالباً علم البدن کی ابتدائی کتابیں تم نے ضرور پڑھی ہونگی؟"

زبیری کی رفتار سست ہوتی جا رہی ہے اس نے مہرافروز کی طرف دیکھا اور پھر جھیل کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا سوچ رہے ہو ۔۔۔" مہرافروز نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی کہ ہمارا مقصد حیات کیا ہے؟" زبیری نے فوراً جواب دیا۔

"دوسروں کو فائدہ پہونچانا۔ خدمت خلق ۔۔۔" مہرافروز نے بغیر کسی تمہید کے کہنا شروع کیا "۔۔۔ خدمت خلق بھی عبادت ہے ۔۔۔ لیکن انسان دنیا کی لغوشتوں میں پھنس کر اپنے فرض کو بھول بیٹھا ہے۔ اسی لئے انسانیت تباہ ہو رہی ہے؟"

"تم روز بروز فلسفی ہوتی جا رہی ہو ۔۔۔" زبیری نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "ہم کو خدمت خلق کے ساتھ ہی دیگر مسائل پر بھی غور کرنا چاہئے؟"

"ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے؟" مہرافروز نے اسکو سمجھانے کی کوشش کی۔

دونوں دار التجارب کے قریب پہونچ چکے تھے۔ زبیری نے عمارت کی طرف دیکھکر کہا۔

"مہر افروز! میں اس وقت تم کو سمندر کے کنارے لیجانا چاہتا تھا"

"کیوں ـــــ؟" مہر افروز نے متحیر ہوکر دریافت کیا۔

"سیر و تفریح کے لئے"

"سوامی ناتھن کو لیجاؤ ـــــ" مہر افروز نے کہا" وہ ہر دوسرے تیسرے روز ادھر جاتا رہتا ہے"

"ـــــ اور تم ـــــ؟"

"میں کتب خانہ سے کتاب نکالکر مطالعہ کرونگی"

وہ قدم بڑھاکر دار التجارب کے زینے پر پہونچی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ اور زبیری دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

"اب وہ کھانے کی گھنٹی سے پہلے باہر نہیں آئے گی"

پلائی نے عقب سے آکر اسکے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"زبیری تم سائے کا تعاقب کر رہے ہو"

"میں ہمت ہارنے والا انسان نہیں ہوں پلائی!"

"آؤ جھیل کے کنارے بیٹھکر باتیں کریں"

پلائی اسکو جھیل کی طرف لے گیا۔

(۱۵)

جہانگیر نے نفیس احمد دانی کی صحتیابی کی خوشی میں کلب میں مہر افروز کے

آبائی محل میں اپنے دوستوں۔ سائنسی اکیڈمی کے سائنسدانوں اپنے مددگاروں انکے مخصوص دوستوں اور مہر افروز کی سہیلیوں کو ایک شاندار ڈنر دیا۔ رات کو مہر افروز کی سہیلیوں نے رقص، موسیقی کا مظاہرہ کیا اور نصف شب سے کچھ پہلے مہمان رخصت ہو گئے۔

مہر افروز نے اپنی چند عزیز ترین سہیلیوں کو ٹھہرالیا تھا اور وہ دوسری منزل کے اس کمرے میں چلی گئی تھیں جو انکے سونے کے لئے مہر افروز نے آراستہ کرایا تھا۔ اسے اپنے ہوش میں پہلی بار اپنے آبائی محل میں رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اسلئے وہ بہت خوش تھی۔ خوابگاہ میں پہونچنے کے بعد اس نے نجمہ سے کہا۔

Mark

"اب کل تم ہم لوگوں کی دعوت کرنا ــــ"

"کیوں ــــ؟" نجمہ نے پوچھا۔

"آج میں نے ڈاکٹر عبدالرحمٰن زبیری سے تمہارا تعارف کرادیا ہے۔"
اسکی دیگر سہیلیوں نے قہقہہ لگایا۔ نجمہ نے سب کو خاموش کراتے ہوئے کہا۔

"اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے۔ انھوں نے ڈاکٹر فیض احمد درانی کی صحتیابی پر ڈنر دیا ہے تو کیا میں اس دوستانہ تعارف پر تم لوگوں کو چائے بھی نہ پلاؤں۔"

مہر افروز نے کہا "یہ ڈنر میں نے نہیں ابو نے تمہیں دیا ہے۔"

"خیر تم یا تمھارے ابو، دو تو میں نہیں ــــ"

"اچھا یہی سہی —" مہر افروز نے ہنس کر کہا۔ "اب بچنے کی کوشش نہ کرو۔ ہم لوگ کل جائے پی کر رہیں گے" —

مہر افروز کی ایک سہیلی نے اس سے دریافت کیا۔

"افروز کیا تم کل بھی کلکتہ میں رہو گی —؟"

"ہاں —" مہر افروز نے کہا "بوڑھے بوسے ستره سال بعد دو ہفتے کے لئے دارالتجارب بند کر دیا ہے — وہ بھی یہیں رہیں گے۔ کل وہاں صرف ڈاکٹر شہر یار سلیمی۔ انجن اور تین ملازم واپس جائیں گے —"

بخمہ نے کہا "تو پھر کل شام کو تم سب میرے یہاں چائے پینا — میں صبح تمہارے ابو اور ان کے مددگاروں سے کہہ دونگی —"

"— اور ڈاکٹر زبیری سے —؟" مہر افروز نے مسکرا کر دریافت کیا۔

"ان سے تم کہہ دینا" بخمہ نے فوراً کہا "بلکہ ڈاکٹر درانی سے کہلا دینا — وہ ذرا سمجھا کر کہیں گے"

لڑکیاں ہنسنے لگیں۔ ایک لڑکی نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"ڈیڑھ بج چکے ہیں۔ اب آرام کرو — کل تمام دن سیر و تفریح کرنا ہے"۔

ایک بنگالی لڑکی نے کہا "مجھے نیند نہیں آ رہی ہے۔ میں تو ناچونگی"

"اب ناچوگی اور مہمانوں کی موجودگی میں موت آ رہی تھی"

بخمہ نے بنگالی لڑکی کو اپنی طرف کھینچا اسی وقت دروازے پر کسی نے دستک دی۔ سب خاموش ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔ کسی نے مہر افروز کو پکارا۔

مہرافروز نے جہانگیر کی آواز پہچان لی اور فوراً دروازے پر پہونچی۔

"کہیئے۔ ابو! آپ نے کیسے زحمت کی ——؟"

"بیٹی اب سو جاؤ۔ رات زیادہ آچکی ہے"

"بہت اچھا ابو ——" مہرافروز نے کہا "آپ جاکر آرام کیجئے۔ ہم بھی سونے جارہے ہیں"

جہانگیر چلا گیا۔ مہرافروز نے واپس آکر کہا۔

"اب سو جاؤ ——ابو یہی کہنے آئے تھے"

دوسری صبح جہانگیر کی دستک پر سب سے پہلے مہرافروز بیدار ہوئی اور اس نے اپنی سہیلیوں کو اٹھایا۔ جہانگیر اور انکے مددگار ڈائننگ ہال میں ان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد مہرافروز اور اسکی سہیلیاں بھی آگئیں اور ناشتے کے بعد سیر و تفریح کا پروگرام بنایا گیا۔

ڈاکٹر جہانگیر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میں تم لوگوں کو سیر و تفریح کے لیئے بوٹانیکل گارڈن بھیجنا چاہتا ہوں۔ لیکن ہم وہاں صرف بارہ بجے تک رہیں گے۔ ایک بجے ہم کو کلکتہ میں ہونا چاہیئے"

"کیوں ابو —— آپ اس قدر جلد کیوں واپس آجائیں گے ——؟"

"میں زیادہ سیر و تفریح کو اچھا نہیں سمجھتا" جہانگیر نے مہرافروز کو سمجھاتے ہوئے کہا "لڑکیوں اور لڑکوں کا ایک ساتھ تفریح کرنا مناسب نہیں ——"

ڈیلیا نے مسکرا دیا۔ مہرافروز کی سہیلیاں بھی ہنسنے لگیں۔ اور پندرہ منٹ

بعد سب روانہ ہو گئے۔ بوٹانیکل گارڈن پہونچکر سب ادھر ادھر گھومنے پھرنے لگے۔ مہر افروز کی سہیلیاں مہر افروز ڈاکٹر درانی ڈاکٹر زبیری اور انکے دیگر ساتھی زیادہ تر پودوں اور پھولوں ہی کو دیکھ رہے تھے۔ جہانگیر کبھی کبھی انکو پودوں کی زندگی کے متعلق ضروری باتیں سمجھانے لگتا تھا۔ وہ ایک بجے کلکتہ آ گئے۔ مہر افروز کی کوٹھی پر لنچ کھایا اور شام کے لئے پروگرام بنانے لگے۔

مہر افروز نے جہانگیر کے مددگاروں سے کہا۔

"آپ لوگ خواہ کہیں جائیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ہم کو شام کی چائے مس نجمہ حمید کے یہاں پینا ہے ——"

"مجھے پتہ بتادو ——" ساہنی نے کہا۔ "شاید میں یہاں نہ آسکوں۔"

"زبیدہ کورٹ۔ پارک سرکس۔" مہر افروز نے کہا۔

اسکی سہیلیاں چلی گئیں۔ ڈاکٹر سوامی ناتھن ڈاکٹر زبیری اور ریلائی نے پکچر کا پروگرام بنایا۔ ساہنی، درانی اور ڈلیائی کوٹھی سے کچھ دیر کے لئے گئے اور واپس آ گئے۔ مہر افروز نجمہ کے ساتھ جا چکی تھی۔ جہانگیر ڈاکٹر سلیمی اور ملازموں کو لے کر ہوائی اڈے پر پہونچا ڈاکٹر سلیمی نے اسکے ساتھ رسٹوران میں چائے پی اور دونوں طیارے کے پاس پہونچکر کھڑے ہو گئے۔

ڈاکٹر سلیمی نے پوچھا "جہانگیر! کیا تم نے مہر افروز کو فیض کے ساتھ سیر و تفریح کی اجازت دیدی ہے ——"

"نہیں ——" جہانگیر نے کہا۔ "نہ میں نے اجازت دی ہے اور نہ منع کیا ہے۔"

"میں نے یہ بات تم سے اسلئے دریافت کی ہے تاکہ ان دونوں کو سمجھا سکوں"

"مہرافروز سلجھی ہوئی طبیعت کی لڑکی ہے اور فیض کی طرف سے بھی مجھے اطمینان ہے"

ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔ "لیکن دوسروں کی طرف سے تو اطمینان نہیں ہے۔"

"اس سے تمہارا کیا مطلب ہے ــــ؟"

"اس سے میرا یہ مطلب ہے کہ ــ کہ ــ" ڈاکٹر سلیمی نے قدرے رکتے ہوئے کہا۔ "کہ ڈاکٹر زبیری ان دونوں کے قرب سے متاثر نظر آتا ہے ــ"

"یہ اسکی حماقت ہے۔" جہانگیر نے کہا۔ "میں کسی روز اسکو سمجھاؤنگا۔"

"نہیں ــ" ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔ "تم ان معاملات میں نہ پڑو ــ میں اسکو سمجھاؤنگا ــ"

اس نے جہانگیر سے مصافحہ کیا اور طیارے پر بیٹھ گیا۔

جہانگیر کوٹھی پر آگیا۔ درانی صاحب اور ڈیسائی سبزے پر کرسیاں ڈالے بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جہانگیر بھی ان ہی کے پاس جاکر بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ اور وہ سب ساڑھے تین بجے زبیدہ کورٹ کے پھاٹک میں داخل ہوئے۔ نجمہ کے والد مسٹر حمید اللہ شیخ نے ڈرائنگ روم کے دروازے پر سب کو خوش آمدید کہا اور اندر لیجا کر بٹھایا۔ کچھ دیر بعد نجمہ اور مہرافروز کی دیگر سہیلیاں بھی آگئیں سوامی ناتھن زبیری اور پلائی بھی آ چکے تھے سب نے چائے پی اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے آئے۔

زبیری نے کوٹھی پہونچکر مہرافروز سے کہا۔

"کیا تم میرے ساتھ پکچر دیکھنے چلو گی ——؟"

"نہیں زبیری میں آج تمھارے ساتھ نہ جاسکوں گی" مہرافروز نے لجاجت کے ساتھ کہا۔"میں فیض سے وعدہ کر چکی ہوں اور 'ابو' بھی میرے ساتھ جائیں گے —— اگر وعدہ نہ کر چکی ہوتی تو تمھارے ساتھ ضرور چلتی —— مطلب یہ ہے کہ تم کو بھی اپنے ساتھ لے لیتی۔

زبیری چمن کی طرف دیکھنے لگا۔ مہرافروز نے اسکو دوستانہ طریقہ پر سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ میں 'ابو' کے بغیر پکچر نہیں دیکھتی۔ اور نہ وہ میرے بغیر دیکھتے ہیں —— دراصل ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے پکچر دیکھتے ہیں ورنہ نہ تو مجھکو پکچر سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ 'ابو' کو ——"

"خیر کوئی مضائقہ نہیں ——" زبیری نے مایوسانہ لہجہ میں کہا۔

مہرافروز کا دل مسل کر رہ گیا اور اس نے بہت بے تکلفی کے ساتھ کہا۔

"زبیری۔ کچھ اور نہ خیال کرنا میں فیض سے وعدہ کر چکی ہوں ورنہ تمھارے ہی ساتھ چلتی اگر کل چلو تو میں ضرور چلونگی۔"

دفور مسرت سے زبیری کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اس نے آہستہ سے مہرافروز کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"ہم کل ضرور چلیں گے ——"

مہرافروز مسکراتی ہوئی چلی گئی۔

شام کو جہانگیر چہر اور فیض احمد درانی پکچر دیکھنے گئے۔ چہرافروز دونوں کے درمیان صوفے پر بیٹھی۔ وہ کبھی جہانگیر سے باتیں کرنے لگتی اور کبھی درانی سے ہمکلام ہو جاتی۔ دو ایک بار اس نے پکچر کے مناظر پر ہلکی سی جھرجھری لی اور آنکھوں کے گوشوں سے درانی کی طرف دیکھا۔ وہ سنگین مجسمے کی طرح ساکت و صامت بیٹھا ہوا پردہ سیمیں کی طرف دیکھتا رہا۔

جہانگیر نے چہرافروز کی طرف دیکھا اور پھر پردہ سیمیں کی طرف دیکھنے لگا

پکچر ختم ہونے کے بعد جب وہ باہر نکلے تو زبیری اور ساہنی انکو باہر مل گئے

جہانگیر نے ساہنی سے دریافت کیا۔

"پلانی ـــــ سوامی ناتھن اور ڈیسائی کہاں ہیں"

"آج وہ لوگ بال روم ڈانسنگ میں گئے ہونگے"

"کہاں ـــــ؟" چہرافروز نے دریافت کیا۔

"کماٹی پورا ـــــ" زبیری نے کہا۔

"چھی چھی ـــــ" چہرافروز نے منہ بنا کر کہا "میں نے سنا ہے کہ بڑی گندی جگہ ہے ـــــ ایسی جگہ وہ لوگ کیوں گئے ـــــ؟"

جہانگیر نے مسکرا کر کہا ان سے دریافت کیا "گندی جگہ سے تمہارا کیا مطلب ہے ـــــ؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی ساہو، لیکن میں نے سنا یہی ہے کہ ـــــ"

"چلو آج تم کو وہ جگہ دکھالاؤں ـــــ" جہانگیر نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "انسان کو ہر جگہ جانا چاہئے ـــــ"

"کیوں ــــ ؟" مہر افروز نے سوال کیا۔

جہانگیر نے کہا " یہ تم کو وہاں چلنے کے بعد معلوم ہوگا ــ"

فیض احمد نے جہانگیر سے دریافت کیا۔

"کیا واقعی آپ وہاں چلیں گے ــــ ؟"

"ہاں ــــ ہم اس وقت وہیں جا رہے ہیں ۔" جہانگیر نے اسکو جواب دیا "ایسی ہی جگہوں پر پہونچ کر انسان کو اپنی زندگی اور اپنے کردار کا دوسروں کی زندگی اور دوسرے کے کردار سے موازنہ کرنے کا موقع ملتا ہے ۔"

"ابو ــــ" مہر افروز نے جہانگیر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آپ روز بروز پراسرار ہوتے جا رہے ہیں ــــ"

جہانگیر مسکرا دیا زبیری نے ساہنی سے سرگوشیوں کے لہجے میں کہا۔

"آج ڈاکٹر جہانگیر فلسفہ کے موڈ میں ہیں ــــ"

جہانگیر نے مہر افروز سے کہا "میں بھی بارہا ایسی محفلوں میں شریک ہو چکا ہوں"

مہر افروز نے کہا "ابو ــــ آپ تو ڈانس جانتے ہیں ۔"

"جانتا تھا ۔" جہانگیر نے جواب دیا۔

ساہنی نے کہا ۔" سوامی ناتھن پلائی اور ڈیسائی ۔ تینوں رقص میں ماہر ہیں"۔

"ــــ اور تم ــــ ؟" زبیری نے پوچھا۔

"میں بھی فاکس ٹراٹ کے دو چار قدم نکال لیتا ہوں ــــ"

مہر افروز نے فیض سے دریافت کیا "ــــ اور تم فیض ــــ ؟"

"ــــ میں صرف شیر کی طرح جست لگا سکتا ہوں اور بس ــــ"

سب ہنسنے لگے۔ مہر افروز نے کہا۔
"اگر میں ڈانس جانتی ہوتی تو تم سب کو سکھا دیتی۔ زہرہ موہنی اور نجمہ اس رقص میں بھی ماہر ہیں۔"
وہ سب کسا نودا کے ہال میں داخل ہوئے۔ ڈانس شروع ہو چکا تھا۔
جہانگیر گیلری میں ایک میز کے پاس کھڑا ہو گیا۔ فیض نے کہا۔
"ہاں یہ جگہ مناسب ہے ـــــ"
وہ سب اسی جگہ بیٹھ گئے۔ رقص شروع ہو چکا تھا۔ مہر افروز ناچتے ہوئے جوڑوں کی طرف دیکھنے لگی اور سوامی ناتھن پلائی اور ڈیسائی کو اینگلو انڈین اور یوروپین لڑکیوں کے ساتھ رقص کرتا ہوا دیکھ کر اس طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئی۔
جہانگیر نے کہا "ـــــ ڈیسائی بہت اچھا رقص کرتا ہے۔"
کچھ دیر بعد ارغنوں کی تانیں بند ہوئیں اور ڈیسائی سوامی ناتھن اور پلائی جہانگیر کے پاس آ گئے۔ جہانگیر نے ویٹر کو اشارے سے بلایا اور مینو دیکھ کر کھانے کا آرڈر دیا۔ ان سے کچھ فاصلہ پر چند یوروپین جوڑے بیٹھے ہوئے شراب پی رہے تھے۔
رقص پھر شروع ہوا لیکن پلائی وغیرہ بیٹھے رہے۔ جہانگیر نے کہا۔
"تم لوگ کھانے کے بعد رقص میں شریک ہو سکتے ہو۔"
"جی نہیں ـــــ" پلائی نے کہا "مجھ کو مسٹر اسمتھ نے مدعو کیا تھا اس لئے ڈیسائی اور سوامی ناتھن کے ساتھ چلا آیا ورنہ مجھکو کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔"
مہر افروز نے جہانگیر سے کہا "ابو اس بڈھے کھوسٹ کی طرف دیکھو کس

بری طرح سے شراب پی رہا ہے اپنی پوتی کے ساتھ ۔"

"وہ اسکی پوتی نہیں بلکہ دوست ہے ۔" جہانگیر نے مسکرا کر کہا۔ "دیکھتی نہیں ہو کہ اسکو بھی شراب پلا رہا ہے ۔"

مہر افروز رقص کرنے والے جوڑوں کی طرف دیکھنے لگی ۔ انکی گرفتیں مضبوط اور سخت ہوتی جارہی تھیں اور بے حیائی کے مظاہر ہونے لگے تھے ۔ مہر افروز نے منھ پھیر لیا سامنے وہی بڈھا بیٹھا ہوا نو عمر لڑکی سے باتیں کر رہا تھا ۔ دونوں نشے میں جھوم رہے تھے ۔ یکایک بڈھے نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسکو اٹھا کر بہت بے تمیزی کے ساتھ رقص کرنے لگا ۔

میز پر کھانوں کی پلیٹیں آتے ہی مہر افروز رقص گاہ کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئی ۔ سب نے کھانا کھایا اور مہر افروز کھڑی ہو گئی ۔

"کیوں ــــ ؟" جہانگیر نے اس سے دریافت کیا ۔

"یہاں سے اٹھئے ابو ــــ میں یہاں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتی ۔"

رقص گاہ سے کسی عورت کے چیخنے کی آواز آئی اور اسکے بعد ہی جوڑے بدحواسی کے عالم میں چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگنے لگے ۔ درانی زبیری اور ساہنی مہر افروز اور جہانگیر کے سامنے کھڑے ہو گئے ۔ مہر افروز جہانگیر کے بازو سے لپٹ گئی اور خوفزدہ نگاہوں سے بھاگتے ہوئے مردوں اور عورتوں کو دیکھنے لگی ۔ درانی نے اس سے کہا

"ڈرتی کیوں ہو ۔ ہم لوگ کھڑے ہوئے ہیں اگر ادھر کوئی آیا تو سر توڑ دونگا ۔"

چند نوجوان یوروپین ایک ستون کے پاس کھڑے ہو گئے اور چیخ چیخ کر لوگوں کو

رونے لگے۔

ایک نوجوان یورپین خاتون ایک کرسی سے ٹکرا کر گری لیکن پلاؤ نے بڑھکر اسکو سنبھال لیا اور وہ اس سے لپٹ گئی۔ اسی وقت آٹھ دس فوجی افسر کسی طرف سے دوڑ کر آ گئے اور ان میں سے ایک نے ڈانٹ کر کہا۔

"خبردار جو کوئی بھاگا ــــ شوٹ کر دونگا"

اسکے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر سب ٹھٹک گئے۔ اور ہال میں سناٹا چھا گیا۔

فوجی لوگوں کو ہٹاتے ہوئے ہال میں پہونچ گئے۔ جہانگیر نے زبیری سے پوچھا۔

"آخر معاملہ کیا ہے ــــ؟"

قریب کھڑے ہوئے ایک انگریز نے کہا "ایک فوجی افسر ایک نوجوان لڑکی کو زبردستی اٹھا کر بالکنی کی طرف لے گیا ہے۔"

درانی نے کہا "ــــ اور کسی نے مزاحمت بھی نہیں کی۔"

"اسکے ساتھ تین اور فوجی بھی تھے" اس انگریز نے جواب دیا "وہ ہاتھوں میں ریوالور لئے ہوئے تھے"

مہر افروز نے جہانگیر سے کہا "یہاں ایسی غنڈہ گردی بھی ہوتی ہے۔ مہذب افراد بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔؟"

"شراب اور عورت ــــ" جہانگیر نے کہا "دونوں کی یکجائی کے بعد تہذیب اور اخلاق کا سوال ہی نہیں باقی رہ جاتا ہے۔ ایسی جگہ جو کچھ بھی نہ ہو جائے کم ہے ــ"

گیلری میں کھڑے ہوئے لوگ ادھر ادھر ٹہلنے لگے۔ جہانگیر نے درانی

سے کہا۔

"چلو باہر چلیں ـــ"

وہ دیوار کے قریب سے گزرتے ہوئے کاؤنٹر کے پاس پہونچ گئے جہانگیر نے بل ادا کیا اور وہ لوگ سڑک پر آ گئے۔

مہرافروز بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے جہانگیر سے کہا۔

"ابو ـــ اب واپس چلیے ـــ"

زبیری نے دو ٹیکسیاں بلائیں اور وہ لوگ کوٹھی پہونچ گئے۔ مہرافروز جہانگیر کے کمرے میں صوفے پر بیٹھ گئی اور اس سے کہا۔

"کیا ہر جگہ بال روم ڈانسنگ میں یہی ہوتا ہے"

"ایسا ہنگامہ تو نہیں ہوتا ہے" جہانگیر نے جواب دیا" ـــ لیکن لوگ شراب پی کر ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ شرافت اور انسانیت پناہ مانگتی ہے"

مہرافروز نے سر جھکا لیا اور کچھ سوچنے لگی۔ جہانگیر اپنے کمرے سے نکل کر باہر آیا۔ اور برآمدے میں چاروں طرف دیکھا۔ درانی اور زبیری وغیرہ کمروں میں جا چکے تھے۔ اس نے گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا اور اپنے کمرے میں دو پیالے کافی لانے کو کہا۔

مہرافروز نے دروازے پر آ کر اس سے کہا۔

"ابو ـــ کہدیجیے کہ کریم کافی لائے ـــ"

"میں نے کہدیا ہے ـــ"

جہانگیر نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور کمرے میں پہنچ گیا

مہر افروز پھر صوفے پر بیٹھ گئی۔ جہانگیر نے کہا۔

"افروز! میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں —"

"کہئے ابو — آپ کو اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے"

"تم جانتی ہو کہ دو ماہ بعد میرا تجربہ ختم ہو جائیگا۔"

"جی ہاں — مجھے معلوم ہے" مہر افروز نے کہا "آپ جو مشین تیار کر رہے ہیں وہ بہت جلد پایہ تکمیل کو پہونچ جائیگی —"

"ہاں — اور اسکے بعد ایک معمولی انسان بھی اس مشین کی مدد سے جوہر مفرد کی طاقت کو برانگیختہ کر سکے گا۔"

"جی ہاں آپ نے اسی روز تفصیل کے ساتھ مجھ کو سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"لیکن میرا مقصد حیات ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔"

مہر افروز نے اسکو استفسارانہ نظروں سے دیکھا۔ جہانگیر اس کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا اور اسکے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"بیٹی! میں چاہتا ہوں کہ اسکے بعد تمھاری شادی کر دوں"

"ابو —!"

مہر افروز کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے جہانگیر کا شانہ پکڑ لیا۔

"یہ دنیا کی رسم نہیں بلکہ نظام فطرت ہے اس لئے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو۔ تمھاری پسند میری پسند ہوگی۔ تم سن شعور کو پہونچ چکی ہو اسلئے تمھارا فیصلہ معقول ہی ہوگا۔"

وہ ایک ساعت کے لئے خاموش ہوا اور پھر کہنے لگا۔

"ابھی تم کو سوچنے سمجھنے اور ہر شخص کو پرکھنے کے لئے کافی موقع ہے ــــ"

مہرافروز نے ہلکی سی سسکی لی اور جہانگیر اسکو سمجھانے لگا۔

———(۱۶)———

کیسا اچھا سماں اور کتنا دلکش منظر ہے ـــ"

مہرافروز نے پہاڑی کی چوٹی سے سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے زبیری سے کہا۔ افق مشرق پر کالے بادل چھاتے جا رہے تھے اور ہوا کے جھونکے تیز سے تیز تر ہوتے جا رہے تھے۔

"بارش کا امکان ہے ــــ" زبیری نے مہرافروز کے لابنے سیاہ بالوں کی اڑتی اور رخساروں پہ کھیلتی ہوئی لٹوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

مہرافروز کی نگاہیں بہت دور افق پہ جمی ہوئی تھیں۔ اسکی پلکیں تیزی کے ساتھ جھپک رہی تھیں۔ اور جھونکوں کی شدت کے ساتھ اس کے چہرے پر سرخی کی جھلک بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے ایک ہلکی ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"جی چاہتا ہے کہ خوب ناچوں گاؤں اور جشن مناؤں ــــ"

"اور میرا دل چاہتا ہے کہ ــــ" زبیری اس سے آگے اور کچھ نہ کہہ سکا اور خاموش ہو گیا۔

مہرافروز اسکی طرف متوجہ ہو گئی اور فوراً پوچھا۔

"تمھارا دل کیا چاہتا ہے ــــ؟"

"یہ ضروری نہیں کہ جو دل چاہتا ہے وہی ہو جائے ــــ"

"تم کیا چاہتے ہو ۔۔۔؟" مہرافروز نے قدرے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"یہ کیا کروگی پوچھ کر ۔۔۔" زبیری نے اسکو حسرت کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"زبیری!" مہرافروز نے اسکو بغور دیکھتے ہوئے کہا "تم بعض وقت جذبات کی رو میں بہہ کر بہت دور نکل جاتے ہو ۔۔۔"

"افروز! مجھکو کچھ عرض کرنے کی اجازت دو ۔۔۔"

"کہو ۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو ۔۔۔"

"میں غیرارادی طور پر تم سے بہت قریب ہوگیا ہوں۔"

"لفظ غیرارادی تمہاری کسی کمزوری کی دلیل ہے۔" مہرافروز نے عالمانہ انداز میں کہا "ایک جگہ رہنے اور ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے بہت قریب ہوگئے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ۔۔۔"

"ٹھیک کہتی ہو مہرافروز ۔۔۔" زبیری نے ایک تھکے ہوئے مسافر کی طرح ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"زبیری ۔۔۔! ہم سب اس جزیرے میں ایک خاندان کے افراد کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ اس لئے ہم کو ان رشتوں کے تحفظ کا خیال رکھنا چاہئے جو ہمارے مابین ایک ساتھ رہنے سے خود بخود قائم ہوگئے ہیں ۔۔۔"

زبیری نے کہا "ہر رشتہ کی نوعیت جداگانہ ہوتی ہے۔"

"قطعی ۔۔۔" مہرافروز نے پرجوش لہجہ میں کہا "مثال کے طور پر اپنے

اور سوامی ناتھن ۔ بلائی یا ڈیبائی کے متعلق غور کرو ۔ وہ بھی اسی خاندان کے افراد ہیں۔ لیکن میرے نزدیک انکی وہی حیثیت ہے جو خالہ زاد یا ماموں زاد بھائیوں کی ہوتی ہے ــــ"

زبیری مہرافروز کے چہرے پر نگاہیں جمائے خاموش بیٹھا ہوا اس کو دیکھتا رہا۔ مہرافروز نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"تم کو یاد ہوگا۔ کلکتہ سے واپسی کے بعد بلائی یکایک بیمار ہوگیا تھا اور میں سب کام چھوڑکر اس کی تیمارداری میں مصروف ہوگئی تھی ۔"

"ہاں ــــ ہم سب تمہاری اس ہمدردی کے معترف ہیں ۔"

"زبیری! لفظ ہمدردی سے میرے جذبات اور خلوص کی صحیح ترجمانی نہیں ہوتی ہے ۔"

"تم روز بروز ناقابل فہم ہوتی جارہی ہو ــــ" زبیری نے فوراً کہا "تم کو دیکھکر کوئی بھی یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ الھڑ لڑکی بال کی کھال نکالتی ہوگی ۔"

"ــــ لیکن اسمیں میرا قصور تو نہیں ہے ۔ اگر میں ناقابل فہم ہوتی جارہی ہوں تو یہ دوسروں کی کج فہمی ہے ــــ اور خصوصاً تم جذبات کے دھارے میں بہہ کر فہم وادراک کے ساحل سے دور ہوتے جارہے ہو ــــ"

دونوں فضا اور ماحول کو فراموش کرکے خشک طینت فلسفیوں کی طرح الفاظ کے محل استعمال پر بحث کرنے لگے ۔ مہرافروز نے کہا ۔

"ابھی بلائی کی تیمارداری کے سلسلہ میں تم نے لفظ ہمدردی استعمال کیا میں کہتی ہوں وہ ہمدردی نہیں بلکہ خواہرانہ محبت تھی ۔ انسان کو ہمدردی تو

ایک راہگیر سے بھی ہو سکتی ہے۔ تم کو یاد ہوگا جب فیض اسپتال میں تھے اور ہم لوگ ان کو دیکھنے جاتے تھے تو میں ایک معمر بنگالی کو دیکھنے جاتی تھی۔ وہ اکیلا رہ رہی تھی۔"

"تم مجھ کو الفاظ کی گتھیوں میں الجھا کر وہ سب کچھ کہنے سے باز رکھنا چاہتی ہو جو میں اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں ـــ تمھارا خیال غلط ہے۔" مہرافروز نے کہا "تم بغیر کسی دلیل کے جذبات کی رو میں چند غیر مربوط الفاظ کہہ جانا چاہتے ہو لیکن میں الفاظ کی اہمیت ذہن نشین کرانے کی کوشش کر رہی ہوں ـــ"

"اچھا کہو ـــ" زبیری نے تنگ آکر کہا "کیا کہنا چاہتی ہو ـــ؟"

"تم نے یہ کہا تھا کہ رشتے کی نوعیت جداگانہ ہوتی ہے۔ میں اسی جداگانہ نوعیت کی تشریح کر رہی ہوں۔"

وہ ایک ساعت کے لئے خاموش ہو گئی اور پھر کہنا شروع کیا۔

"اس خاندان میں بلائی سوامی ناتھن اور ڈیسائی۔ خالہ زاد اور ماموں زاد بھائیوں کی حیثیت رکھتے ہیں ـــ تم سمجھ رہے ہو نا ـــ؟" اس نے زبیری سے پوچھا۔

"ہاں ہاں ـــ تم کہے جاؤ ـــ"

"میرے لئے وہ یہی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ساہنی کی حیثیت قدرے جداگانہ ہے۔ وہ انکے مقابلے میں ہم سے زیادہ قریب نظر آتا ہے اس لئے اسکو ایسا چچا زاد یا پھوپی زاد بھائی کہا جا سکتا ہے جو دوسرے چچا زاد بھائیوں

کے مقابلہ میں دور رہا ہو۔"

زبیری نے اسکو خاموش کراتے ہوئے کہا "افروز میں تمھارا مطلب سمجھ گیا۔ مجھے زیادہ نہ الجھاؤ ـــــ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ سن لو ـــــ اور اسکا جواب دیدو ـــــ"

"زبیری!" مہرافروز نے ملتجیانہ لہجہ میں کہا "بچوں کی طرح باتیں نہ کرو میں جانتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ تم بھی جانتے ہو کہ مجھ کو تمھارے خیالات کا علم ہے اور یہ بھی جانتے ہو کہ اسکا جواب کیا ہوگا۔"

زبیری نے مایوسانہ لہجہ میں پوچھا "افروز ـــــ کیا تمھارے دل میں میرے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"زبیری! میں کیسے یقین دلاؤں کہ میں تم کو کیا سمجھتی ہوں ـــــ کچھ دیر کے لئے جذبات کی عینک اتار کر مجھ کو دیکھو تو تم کو میرے صحیح خد وخال نظر آجائیں گے۔ تم ایک نامور سائنس داں ہو۔ حقائق کی تحقیق اور تجسس تمھارا کام ہے ـــــ کیا تم انسان کے خیالات اور رجحانات کا تجزیہ نہیں کرسکتے ہو ـــــ؟"

"مہرافروز! میں ہوش وحواس کھو بیٹھوں گا ـــــ"

"تم میرے خیالات کی توہین کررہے ہو ـــــ" مہرافروز نے بہت سنجیدگی کے ساتھ کہا

ابر چھایا جارہا تھا اور جھونکوں نے شدت اختیار کرلی تھی۔ زبیری نے مشرق کی طرف دیکھا مہرافروز کی نظر بھی اس طرف اُٹھ گئی اور دونوں ایک ساتھ

کھڑے ہو گئے۔ جہاں افروز نے کہا۔

"جلد چلو ـــــ ورنہ ہم بھیگ جائیں گے ـــــ مینھ برسنے ہی والا ہے۔"

دونوں پہاڑی سے اترنے لگے۔ راستہ ناہموار اور بہت ڈھلوان تھا کہیں کہیں پر جہاں افروز زبیری کا ہاتھ پکڑ لیتی تھی۔ بیس منٹ بعد وہ پہاڑی سے اتر کر دامن میں چشمے کے کنارے پہونچ گئے۔ اس چشمے پر جہانگیر نے ایک چھوٹا چوبی پل تعمیر کرادیا تھا۔ پل کے قریب انکو ساہنی اور پلائی نظر آئے وہ بھی جلد جلد قدم اٹھاتے ہوئے بنگلے کی طرف جا رہے تھے۔ جہاں افروز نے پل پر پہونچکر ان کو آواز دی اور وہ ٹھہر گئے اس نے ان کے قریب پہونچکر کہا۔

"تم لوگ کہاں سے گھبرائے ہوئے آرہے ہو ـــــ؟"

"ہم پہاڑی کی چوٹی پر گئے تھے" ساہنی نے کہا۔

"ہم لوگ بھی تو وہیں تھے ـــــ" زبیری نے کہا ـــــ "لیکن تم لوگوں کو نہیں دیکھا۔"

"تم اس چوٹی پر تھے" پلائی نے ایک بلند ترین چوٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اور ہم اس دوسری چوٹی پر تھے۔ وہ قد سے نیچی بھی ہے اور رخ بھی بدلا ہوا اس لئے ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔"

"جلد چلو ـــــ" زبیری نے کہا "بوندیں پڑنے ہی والی ہیں۔"

"تیز چھینٹا پڑے گا" جہاں افروز نے کہا "دس پندرہ منٹ میں جل تھل ایک کر دیگا ـــــ"

وہ جھیل کے مشرقی کنارے پر پہونچ گئے۔ وہاں سے دارالتجارب پورے ایک فرلانگ دور تھا۔ پلاٹی نے کہا۔

"قدم تیز کرو ـــــ ورنہ ہم بُری طرح بھیگ جائیں گے اور ابھی میرے لئے یہ بہت سفر ہوگا ـــــ"

ان کی رفتار اور تیز ہوگئی۔ ہوا کے جھونکے طوفانی صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ ساہنی اور زبیری نے مہرافروز کا ایک ایک ہاتھ پکڑ لیا اور دارالتجارب کی طرف دوڑنے لگے۔ پلاٹی نے انکے ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔

"بونداباندی شروع ہو چکی ہے۔"

"وہ دیکھو پہاڑی کی طرف ـــــ" مہرافروز نے چیخ کر کہا۔

"پہاڑی پر دھواں دھار بارش شروع ہو چکی تھی۔ اور وہ جیسے ہی دارالتجارب کے برآمدے میں پہونچے ویسے ہی بڑی بڑی بوندوں کے بعد دھواں دھار بارش ہونے لگی۔ مہرافروز نے دارالتجارب کے دروازے پر دستک دی اور ورانی نے آکر دروازہ کھولا۔

"ارے تم لوگ ـــــ" اس نے متعجبانہ لہجہ میں کہا "ـــــ کہاں سے آرہے ہو؟ ـــــ بھیگے تو نہیں ـــــ؟"

"بال بال بچ گئے ـــــ" مہرافروز نے کہا۔ "ہم دوڑتے ہوئے آرہے ہیں اور جیسے ہی برآمدے میں پہونچے ہیں ویسے ہی بارش شروع ہوگئی ہے۔"

"ـــــ آؤ ـــــ اندر آجاؤ ـــــ وہاں بوچھار آرہی ہے۔" مہرافروز

نے سب کو اندر بلا لیا۔

دارالتجارب میں ڈاکٹر سواحی ناصر۔ درانی اور جہانگیر سٹین کے چھوٹے چھوٹے پرزوں کو ان کی جگہ پر لگا رہے تھے۔ جہانگیر نے ان سب کو دیکھتے ہی کہا "تم لوگ اسوقت ہمارے کام میں مخل ہوئے ہو اس لئے جرمانہ کے طور پر کام کرو۔"

مہرافروز نے کہا "میں تو دریچے کے پاس بیٹھکر دھواں دھار بارش دیکھوں گی۔"

"میں تم کو ایسا ہی کام بتاتا ہوں کہ دریچے کے پاس بیٹھے جاؤ۔" جہانگیر نے کہا "دوسرے کمرے میں جاکر دریچے کے سامنے ریشمی فیتہ پھیلا کر اسکو اس زرد سیال سے تر کرتی رہو جو کل میں نے تیار کیا ہے۔"

فیض نے اس سے کہا "آؤ میں تم کو سمجھا دوں۔"

وہ اسکو دوسرے کمرے میں لے گیا اور نصف انچ چوڑے ریشمی فیتے کا پیتہ دے کر کہا۔

"پہلے اس کو اسٹینڈ پر پھیلاؤ۔ میں زرد لوشن لاتا ہوں۔"

وہ ایک بغلی دروازے سے دوسرے کمرے میں چلا گیا اور پانچ منٹ بعد ایک بڑی بوتل لایا اس میں زرد لوشن بھرا ہوا تھا اور اسکی ڈاٹ میں برش لگا ہوا تھا۔ اس نے میز پر رکھ کر کہا

"دستانے پہن لو اور برش سے اس لوشن کو فیتے پر لگاتی رہو۔ دریچہ کھول لو۔ جب فیتے پر سرخی آنے لگے تو بوتل بند کر کے رکھ دینا اور

فیتے کو اسی طرح چھوڑ کر میرے پاس آجانا۔ میں دوسرا کام بتاؤنگا۔"

"نہیں اسکے بعد دوسرا کام نہ بتانا۔ میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔"

"کہاں گئی تھیں۔۔۔؟" فیض نے پوچھا۔

"پہاڑی پر۔۔۔ زبیری بھی میرے ساتھ تھے۔ اسوقت وہاں کا منظر قابل دید تھا۔ کاش تم بھی ہوتے۔۔۔"

فیض نے ہنسکر کہا "۔ اگر میں وہاں ہوتا تو پھر یہاں کون ہوتا۔۔"

"ہاں یہ بھی ٹھیک کہتے ہو۔۔۔" مہرافروز نے کہا "ابو جلد سے جلد مشین تیار کرنا چاہتے ہیں۔۔۔"

"اچھا تم اپنا کام شروع کردو۔۔۔"

فیض احمد نے بوتل کی ڈاٹ کھولتے ہوئے کہا۔

"نصف گھنٹہ بعد فیتے کا رنگ بدلنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہ ہو تو مجھ کو بلالینا"

وہ چلا گیا۔ مہرافروز فیتے پر لوشن لگانے لگی۔ دس منٹ بعد زبیری آیا اور مہرافروز کے قریب پہونچکر پوچھا۔

"درانی تم سے کیا باتیں کر رہے تھے۔؟"

مہرافروز نے اسکو استفسارانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس فیتے اور لوشن کے متعلق سمجھا رہے تھے۔۔۔ کیوں۔۔۔ کیا بات ہے۔۔۔؟"

"ان کو یہ نہ بتانا کہ ہم لوگ پہاڑی کی چوٹی پر گئے تھے۔۔۔"

"زبیری میں تمھارا مطلب نہیں سمجھی۔۔۔؟"

"مطلب یہ ہے کہ وہ تم سے یہ ضرور دریافت کریں گے کہ تم کہاں گئی تھیں؟"

مہر افروز نے فیتے پر روشن لگاتے ہوئے کہا "یہی تو میں دریافت کر رہی ہوں کہ وہ کیوں دریافت کریں گے ان کو ایسی کیا غرض پڑی ہے ۔"

زبیری نے گھبرا کر اسکی طرف دیکھا۔ اسکی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔ مہر افروز نے برش بوتل میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"وہ اس قسم کی لغو باتوں میں اپنا وقت نہیں برباد کرتے ہیں ___ میں نے ابھی خود ہی ان سے کہا تھا کہ میں زبیری کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی پر گئی تھی ___"

"پھر انھوں نے کیا کہا ___؟" زبیری نے پوچھا۔

"پوچھتے کیا ___" مہر افروز نے بوتل سے برش نکالکر فیتے پر پھیرتے ہوئے کہا "مجھے کام سمجھانے لگے ۔"

زبیری نے کہا "تعجب ہے کہ میرا نام سن کر بھی انھوں نے تم سے کچھ نہیں دریافت کیا ۔"

"جس شخص کو خود پر اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے وہ اپنے دل میں وسوسے نہیں لاتا ہے"

زبیری کھوئی ہوئی نظروں سے دریچے کے باہر دیکھنے لگا۔ مہر افروز نے کہا۔

"زبیری اپنی روش بدلو۔ یہ باتیں مجھے ناپسند ہیں ۔ تم کو بلا ضرورت اس کمرے میں آنے کی کیا ضرورت تھی ___ دوسرے ہماری نیت پر شک کر سکتے ہیں ۔"

زبیری واپس چلا گیا۔ مہر افروز دریچے سے باہر کی سمت دیکھنے لگی دھواں دھار بارش کی وجہ سے کیلے کے درختوں کا قریب ترین جھنڈ بھی صاف نظر نہیں

آرہا تھا۔ بے خیالی میں اسکا ہاتھ فیتے پر چلتا رہا اور وہ باہر کی سمت دیکھتی رہی فیتے پر ہلکی ہلکی سرخی آنے لگی لیکن وہ اپنے خیالات میں کھوئی ہوئی اسی طرح کھڑی برش پھیرتی رہی۔

"بس افروز! ــــ اب برش نہ پھیرو ــــ"

اس نے فیض کی آواز پر چونک کر دیکھا۔ وہ اسکے بالکل قریب پہونچ چکا تھا اور اسکو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"تم کیا سوچ رہی تھیں ــــ؟"

فیض نے نگاہیں چار ہوتے ہی پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں ــــ" مہر افروز نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"ایک وقت میں ایک ہی کام ہوسکتا ہے۔" فیض نے دوستانہ لہجہ میں کہا "جو کام بھی کرو پوری توجہ کے ساتھ کرو ــــ"

اس نے اسکے ہاتھ سے برش لے کر ٹیبل میں رکھدیا اور ڈانٹ کستے ہوئے کہا "ــــ بس اب اس پر پولش لگانے کی ضرورت نہیں۔ اگر میں ایک منٹ اور نہ آتا تو یہ فیتہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔"

اس نے بڑھکر اسٹینڈ سے فیتہ اتار لیا اور مہر سے کہا۔

"ــــ آؤ ــــ اب اسکو مشین میں لگا کر دیکھیں ــــ"

دونوں اس بڑے کمرے میں آگئے جہاں جہانگیر بابائی اور سوامی ناتھن مشین کے ایک حصے میں بہت باریک تار لگا رہے تھے۔ سامنی اور زبری کسی دوسرے کمرے میں تھے۔ جہانگیر نے فیتہ لیکر دیکھا اور اسکو ایک مشین پر

لگا کر ایک دوسرے آلے سے اس پر بالائے بنفشی شعاعیں ڈالیں اور بٹن دبا کر مشین کا برقی سلسلہ منقطع کرتے ہوئے کہا۔

"ڈگری تو ٹھیک ہے۔ فیض اب تم شیشے کے چھوٹے قمقموں کو ایک بار پھر دیکھ لو۔ اور ان چھوٹے تاروں کو کاٹ دو جو کل تک ریڈیائی لہروں سے گرم کئے گئے ہیں۔"

"مہر افروز! تم میرے ساتھ آؤ اور بالائے بنفشی شعاعوں اور ریڈیائی لہروں میں ہم آہنگی پیدا کرو ۔۔۔" فیض نے مہر افروز کو اپنے ساتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ دونوں اسی کمرے کے ایک گوشے میں پہونچے اور ایک بڑی مشین کا دستہ دبا کر اس کو کھولا۔ اسمیں بارہ چھوٹے قمقمے لگے ہوئے تھے۔ فیض نے ایک قینچی سے چھوٹے تار کاٹ دیئے اور ایک دوسری مشین کی طرف اشارہ کرکے مہر افروز سے کہا "تم اسکے دونوں دستے گھما کر بالائے بنفشی شعاعوں اور ریڈیائی لہروں میں ہم آہنگی پیدا کرو تاکہ میں ایک بار ان قمقموں کی طاقت کا پھر اندازہ لگا لوں ۔۔۔"

مہر افروز اس مشین پر بارہا کام کر چکی تھی۔ دونوں نے قمقموں کی طاقت کا اندازہ لگایا اور مشینیں بند کرکے جہانگیر کے پاس آ گئے۔

"ٹھیک ۔۔۔؟" جہانگیر نے فیض سے دریافت کیا۔

"جی ہاں ۔۔۔"

"بس اب تم دونوں کا کام ختم ہو گیا۔" جہانگیر نے کہا "مہر اب تم دریچے کے پاس بیٹھکر اطمینان کے ساتھ دھواں دھار بارش دیکھ سکتی ہو ۔۔۔"

"آؤ فیض اس دریچے کے پاس بیٹھیں ۔۔۔" مہر افروز نے ایک دریچہ کی طرف

اشارہ کیا۔

دونوں ٹہلتے ہوئے دریچے کے پاس پہونچ گئے۔ برآمدہ کے سامنے پانی کا دھارا بہہ رہا تھا۔ مہرافروز نے کہا۔

" اگر چار پانچ گھنٹوں تک مسلسل بارش ہوتی رہے تو دارالتجارب میں پانی آجائے"

" ہاں ۔۔۔" فیض احمد درانی نے کہا۔" لیکن یہاں کی زمین ایسی نہیں ہے کہ پانی بھرا رہے "

مہرافروز نے ایک کرسی فیض کی طرف بڑھائی اور دوسری کرسی پر خود بیٹھتے ہوئے کہا۔

" اگر ہم لوگ پہاڑی کی چوٹی پر ہوتے تو اس وقت کیا عالم ہوتا۔"

درانی نے کہا" چٹانوں کے نیچے پناہ مل سکتی تھی۔ لیکن ہے وہ خطرناک جگہ ڈاکٹر جہانگیر کہتے ہیں کہ دو سال قبل اسی پہاڑی کا ایک حصہ سمندر کی طرف گر چکا ہے۔"

" زبیری نے کہا آؤ آج اس چٹان پر چلیں اور میں چلی گئی۔۔۔"

" کل میں بھی شام کو اس طرف گیا۔ جب بادل گھر آتے ہیں تو عجیب منظر ہو جاتا ہے"

" کل صبح ہم اسی طرف چلیں گے ۔۔۔" مہرافروز نے کہا" میں آج ہی تم کو لیجاتی لیکن تم دارالتجارب میں تھے اور میں جانتی تھی کہ تم اس وقت کہیں نہیں جاؤ گے۔"

" ڈاکٹر جہانگیر جلد سے جلد مشین تیار کر لینا چاہتے ہیں اسی لئے میں شب و روز انکے ساتھ کام میں لگا رہتا ہوں۔"

مہرافروز نے دریچے سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔" اب بارش کا زور کم ہو رہا ہے"

" ہاں ۔۔۔ لیکن ہم ابھی ایک گھنٹہ تک یہاں سے نہ نکل سکینگے۔"

اٹھتے ہوئے کہا۔ "تم بیٹھو میں چائے تیار کر لوں ــــ"

"یہ کام تو میرا ہے۔" مہرافروز نے ساتھ ہی اٹھتے ہوئے کہا "مجھے میرے حق سے محروم کرنے کی کوشش نہ کرو ــــ"

"ہاں یہ انتہائی بداخلاقی اور زیادتی ہے۔" جہانگیر نے ایک بڑی کشین کے عقب سے نکلتے ہوئے کہا۔ "کیوں مہرافروز ـــ! میں نے تو کبھی ایسا نہیں کیا ہے؟"

مہرافروز کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ فیض نے ہنسکر کہا۔

"میں نے حق غصب کرنے کی کوشش تو نہیں کی بلکہ اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔"

"تم مجھ سے کہتے ـــ" مہرافروز نے کہا "علاوہ ازیں تم ابھی چائے تیار کرنے میں کئی بار ناکام ثابت ہو چکے ہو ـــ"

مہرافروز چلی گئی اور جہانگیر درانی کے پاس پہونچکر کرسی پر بیٹھ گیا۔ بلائی اور سوامی ناتھن دروازے کے پاس کھڑے ہوئے بجلی کے تار جوڑ رہے تھے۔

جہانگیر نے درانی سے کہا۔

"زبیری آجکل بہت پریشان نظر آ رہا ہے۔ تم اسکو سمجھاؤ ـــ"

"کل اس کو کلکتہ لیجا کر کسی ماہر دماغ ڈاکٹر کو دکھائیے ـــ"

"کیا تم یہ مشورہ سنجیدگی کے ساتھ دے رہے ہو ـــ؟"

"جی ہاں ـــ"

جہانگیر نے دریچے کے اس پار بہت دور جھیل کی سطح پر نگاہیں جما دیں اور کچھ سوچنے لگا

———(۱۷)———

"جی ـــ می ـــ"

مہر افروز نے بنگلے کے برآمدے میں آکر مخصوص مغربی لہجہ میں لفظ "می، کو کھینچتے ہوئے آواز دی اور ایک بہت بڑا السیشیں کتا چھلانگیں لگاتا ہوا آ گیا اور قریب پہونچکر دم ہلانے لگا۔ اسی وقت جہانگیر بھی اپنے کمرے سے باہر آگیا۔

"ابو ——" مہر افروز نے اسکی طرف دیکھکر کہا۔ "اسکو بھی کلکتہ لیجا ئیے اور ڈاکٹر باگیچی کو دکھا دیجئے۔"

"ہاں —— آجکل اسکا ہاضمہ خراب ہے" جہانگیر نے کہا۔ "تم تو آج جاؤگی نہیں ؟"

"جی نہیں ——"

"زبیری ——!" جہانگیر نے آواز دی۔

"آرہا ہوں ——"

مہر افروز اپنے کمرے میں چلی گئی۔ چند منٹ بعد زبیری آگیا۔ جہانگیر نے ایک ملازم کو بلاکر کہا۔

"جمی کو طیارے پر بٹھا دو —— آج یہ بھی میرے ساتھ کلکتہ جائیگا ——"

ملازم کتے کو لیکر چلا گیا۔ زبیری نے جہانگیر سے کہا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ میں آجکل دماغی پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔"

"زبیری! تم جانتے ہو کہ میں تم سب کو اپنی اولاد سمجھتا ہوں" جہانگیر نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھکر شفقت آمیز لہجہ میں کہا۔ "کیا میں غلط بیانی سے کام لونگا۔؟"

زبیری نے شرمندہ ہوکر جھیل کی طرف دیکھا اور ایک ساعت بعد کہا۔

"—— میں نے اس وقت آپ سے محض اسلئے دریافت کیا کہ —— اسنے

قدرے جھجکتے ہوئے کہا "ـــ میرا مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر دماغی پریشانیوں کا علاج نہیں کر سکتے ہیں۔ ماہرین نفسیات شاید کچھ بتا سکیں۔"

"ان معاملات میں تمھارے مقابلہ میں میرا تجربہ زیادہ ہے ـــ" جہانگیر نے برآمدے کے زینے سے اترتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے بہتر سمجھتا ہوں کہ کس مرض کے لئے کس سے رجوع کیا جائے۔"

"بیشک ـــ بیشک ـــ"

زبیری نے جہانگیر کے ساتھ جزیرے کے ہوائی اڈے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ جھیل کے کنارے یلائی اور ساہنی کھڑے ہوئے انکی طرف دیکھ رہے تھے۔ یلائی نے دونوں کو طیارے کی طرف جاتا ہوا دیکھکر کہا۔

"میں درانی کی تشخیص کی داد دیتا ہوں۔ اسکا خیال ہے کہ زبیری کے دماغ میں خلل ہے۔"

ساہنی نے ہنسکر کہا۔ "واقعی اس نے ٹھیک ہی کہا ہے ـــ کہتے ہیں جسکو عشق خلل ہے دماغ کا۔"

"ـــ ہاں ـــ" یلائی نے کہا۔ "ورنہ وہ ہوا کا رخ دیکھنے کے بعد حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرتا ـــ"

"اسمیں افروز کی بھی غلطی ہے" ساہنی نے کچھ سوچکر کہا۔ "اسنے اپنے رویہ اور اپنے برتاؤ سے اسکو غلط فہمی میں مبتلا کرا دیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو" یلائی نے کہا۔ "آؤ درانی اور سوامی ناتھن کے پاس چلیں وہ لوگ دارالتجارب میں ہیں۔"

"۔۔۔ڈیسائی کہاں ہے ۔۔۔؟"

"وہ آج صبح سے ستارہ لے کر کہیں گیا ہوا ہے۔"

وہ لوگ باتیں کرتے ہوئے دارالتجارب کے سامنے پہونچ گئے درانی دریچے کے پاس کھڑا ہوا فلم کی ایک باریک دھجی دیکھ رہا تھا۔ساہنی نے باہر ہی سے دریافت کیا۔

"کیا ابھی یہاں دیر تک رہو گے ۔۔۔؟"

"نہیں ۔۔۔ آرہا ہوں ۔۔۔ صرف اس نگلیٹو کو دیکھنا تھا۔"

وہ دریچے سے ہٹ کر اندر گیا اور کچھ دیر بعد سوامی ناتھن کے ساتھ باہر آگیا۔

"کیا پروگرام ہے ۔۔۔؟" سوامی ناتھن نے ساہنی سے دریافت کیا۔

درانی نے ہنس کر کہا۔" شطرنج یا مچھلی کا شکار ۔۔۔ اور مجھے دونوں سے الجھن ہوتی ہے ۔۔۔"

ساہنی نے کہا" دونوں شوق شاہانہ ہیں ۔۔۔"

"۔۔۔لیکن اب جمہوریت کا دور ہے ۔"

درانی نے برجستہ جواب دیا اور سب ہنسنے لگے ۔

اس نے کہا۔" چلو مہرافروز کو بھی بلالیں ۔۔۔ انھوں نے کہا تھا کہ جب دارالتجارب سے نکلنا تو مجکو بلالینا۔"

بلائی نے کہا۔" وہ بھی دو تین روز سے پریشان نظر آرہی ہے۔"

"اسکا متاثر ہونا ایک فطری چیز ہے۔" ساہنی نے کہا۔" اسکو ہم سب سے انسیت ہے ۔۔۔"

"زہری کی دماغی پریشانی کو کوئی اہمیت نہ دو" درانی نے کہا "ورنہ انکی پریشانیوں میں اور اضافہ ہو جائیگا"

"کیوں درانی تمہارا کیا خیال ہے۔؟" سوامی ناتھن نے فیض سے دریافت کیا۔

"اسکی دماغی اُلجھنیں کم ہو جائیں گی۔۔۔؟"

"میں وثوق کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہہ سکتا" فیض نے جواب دیا "لیکن اس قدر ضرور جانتا ہوں کہ یہ سب دماغی کمزوری کا نتیجہ ہے۔۔۔"

وہ چاروں بنگلے کے سامنے پہونچ گئے۔ مہرافروز شاید اپنے کمرے کے دریچے سے انکو آتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ فوراً باہر آگئی ساہنی نے اس سے دریافت کیا۔

"تمہارا کیا پروگرام ہے۔۔۔؟"

"شطرنج اور مچھلی کے شکار کے علاوہ میں تم لوگوں کے ہر پروگرام میں شریک ہوں"

ساہنی نے ہنس کر مہرافروز سے کہا۔

"کیا تم دونوں نے اپنی دماغی لہروں میں ہم آہنگی پیدا کرلی ہے۔ یعنی ابھی پانچ منٹ قبل درانی نے یہی طعنہ دیا تھا اور اب تم کہہ رہی ہو۔۔۔"

مہرافروز ہنسنے لگی۔ درانی نے کہا "آؤ کچھ دیر کشتی پر سیر کریں"

جھیل کے کنارے پہونچکر سب کشتیوں پر بیٹھے۔ ساہنی اور درانی نے پتوار سنبھالے اور کشتی جھیل کی سطح پر ڈوبتی ہوئی کنارے سے ہٹکر آگے بڑھنے لگی۔

پلائی نے کہا "اگر ڈنیبائی ہوتا تو لطف آجاتا۔ وہ ستار لیکر بیٹھ جاتا اور۔۔۔"

"کشتی کنارے کی طرف لے چلو۔۔۔" مہرافروز نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا

وہ دیکھو ڈیسائی آرہا ہے۔ وہ آجکل پہاڑی کے اس طرف ایک چٹان پہ بیٹھکر ستار بجاتا ہے۔"

کشتی ساحل پر پہونچ گئی۔ ڈیسائی بنگلے کی طرف بھاگنا چاہتا تھا لیکن مہرافروز اسکو پکڑ لائی اور دوپہر تک وہ کشتی پر تفریح کرتے رہے۔ ایک بجے سب نے کھانا کھایا اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ڈیسائی اور سوامی ناتھن کچھ دیر بعد اٹھ کر چلے گئے۔ پلائی بھی کسمسا رہا تھا لیکن ساہنی نے کہا۔

" اسکی شرط نہیں ۔۔ ہم دو بجے تک یہاں بیٹھیں گے ۔۔"

مہرافروز نے ساہنی سے کہا " مجھے رہ رہ کر زبیری کا خیال آرہا ہے ۔۔ خدا اسکو جلد شفا دے ۔"

فیض نے کہا " معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی متاثر ہوتی جارہی ہو ۔۔۔ اور یہ سب زیادہ جلنے کا نتیجہ ہے۔ تم چار چھ روز اپنے کمرے سے باہر نہ نکلو۔ صرف اپنی پسندیدہ کتاب پڑھو کھانا کھاؤ ۔۔ کچھ دیر چہل قدمی کرو اور سو جاؤ ۔"

" نہیں فیض ۔۔۔" مہرافروز نے کہا " تمھارا خیال غلط ہے۔ میں قطعی متاثر نہیں ہوں ۔"

" تم پھر غلطی کر رہی ہو ۔۔" درانی نے مہرافروز کو سمجھاتے ہوئے کہا " صحت مند ماحول میں رہتے ہوئے بھی رہ رہ کر زبیری کا خیال آنا دماغی فتور کی علامت ہے ۔"

" نہیں فیض ۔۔ اسقدر زیادتی نہ کرو ۔۔" مہرافروز نے ملتجیانہ لہجہ میں کہا۔ " آخر انسانیت بھی کوئی چیز ہے ۔"

" ان چیزوں کی آڑ نہ لو مہرافروز ۔۔۔" درانی نے دوستانہ لہجہ میں کہا " انسان کو

ہمیشہ عقل کی روشنی میں ہر چیز کا جائزہ لینا چاہئے۔ تمھاری قوت ارادی بھی کمزور ہوتی جا رہی ہے۔"

"اچھا بس اب یہ باتیں ختم کرو ـــــ" مہر افروز نے تنک کر کہا "تم تو ایک بات پکڑ لیتے ہو اور اسی کی رٹ لگا دیتے ہو ـــــ"

"کیا میں اپنے الفاظ واپس لے لوں ـــــ؟" درانی نے سنجیدگی کے ساتھ دریافت کیا۔

"نہیں ـــــ" مہر افروز نے بھی بہت سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا "میں تمھاری ہدایات پر عمل کرونگی اور چار چھ روز کمرے سے باہر نہ نکلوں گی۔"

ساہنی مسکرا دیا۔ مہر افروز نے اس سے کہا۔

"تم ہی بتاؤ ـــــ پھر میں اور کیا کہوں ـــــ؟"

درانی نے ہنس کر کہا "تو گویا میں بیوقوف ہوں ـــ ضدی ہوں ـــ اور تم مجھکو سمجھانے کے لئے یہ سب باتیں کہہ رہی ہو ـــــ"

ساہنی نے درانی سے کہا "یار! تم نے صبح ان خیالات کا اظہار کیوں نہیں کر دیا۔ ڈاکٹر جہانگیر تم کو بھی لئے جاتے اب انکو دوبارہ جانا پڑیگا۔"

سب ایک ساتھ ہنسنے لگے۔ مہر افروز نے کہا۔

"میں اس وقت کسی موضوع پر بحث کرنا چاہتی ہوں ـــــ"

درانی نے مسکرا کر کہا "غالباً اس وقت فلسفہ کے موڈ میں ہو اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے انڈا پیدا ہوا یا مرغی ـــــ"

مہر افروز سنجیدگی کے ساتھ اس پہلو پر غور کرنے لگی۔ پلائی نے مسکرا کر درانی

کی طرف دیکھا۔ ساہنی نے بہت سنجیدگی کے ساتھ مہر افروز سے کہا

"دو چار کتابیں دیکھکر جواب دینا۔"

کتابوں کا نام سنتے ہی مہر افروز نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"میں بھی کتنی بیوقوف ہوں یعنی جانداروں کے ارتقائی دور کے متعلق غور ہی نہیں کیا۔"

درانی نے ہنستے ہوئے کہا "بہر حال اسوقت یہ تسلیم کر رہی ہو کہ بیوقوف ہو۔"

مہر افروز نے ہنسکر کہا "تو گویا تم بحث کا آغاز کر رہے ہو۔"

فیض کے جواب سے قبل بلائی کھڑا ہو گیا اور ساہنی سے کہا۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔ آج رات کو بھی جاگنا ہے۔"

"ہاں —" مہر افروز نے کہا "ورنہ ابو کی طرح پنتالیس سال کی عمر میں سن سفید ہو جاؤ گے۔"

درانی نے کہا "واقعی انھوں نے غیر معمولی محنت کی ہے۔"

"اس تجربہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔" ساہنی نے اپنا خیال ظاہر کیا "دہلی میں انکے نام کا ڈنکا بج رہا ہے اور بالاتفاق رائے ان کو دور حاضرہ کا سب سے بڑا سائنسداں تسلیم کیا جا رہا ہے۔"

"اسمیں کیا کلام ہے۔" فیض احمد درانی نے کہا "وہ نہ صرف ہندستان بلکہ دنیا کی چند عظیم ترین شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔"

"میرے ابو ہم سب کے لئے کتنے اچھے ہیں —" مہر افروز نے بے پناہ مسرت ظاہر کرتے ہوئے کہا "وہ خواہ کتنے ہی تھکے ماندے اور افسردہ ہوں۔

Nelkumer

شکین محبکو دیکھکر مسکرا دیتے ہیں۔"
بلاؤں کے جانے کے پندرہ بیس منٹ بعد ساہنی بھی جمہائیاں لینے لگا۔
درانی نے مہرافروز سے کہا۔
"ادھر طرف سے بھی صبر کرو۔ آؤ چلو۔ چل کر جھیل کے کنارے بیٹھیں۔"
ساہنی مسکراکر انگڑائی لیتا ہوا اٹھا اور اپنے کمرے کی طرف چلا گیا مہرافروز
اور درانی جھیل کے کنارے پہونچے۔ درانی نے اس سے پوچھا۔
"ڈاکٹر جہانگیر جی کو کیوں کلکتہ لے گئے ہیں۔؟"
"وہ آجکل بہت سست رہتا ہے۔" مہرافروز نے کہا۔ "ڈاکٹر بابجی
نے دو ماہ قبل بو سے کہا تھا کہ اپنے کتے کو ڈیڑھ دو ماہ کیلئے کلکتہ بھیج دو ورنہ
بیمار ہو جائیگا۔"
"ہاں۔" درانی نے کہا "ڈاکٹر جہانگیر نے مجھ سے کہا تھا لیکن دراصل
"اسکو اپنے سے دور نہیں رکھنا چاہتے ہیں۔ دیکھتی نہیں ہو کہ ہر وقت اپنے
ساتھ رکھتے ہیں۔"
مہرافروز نے کہا۔ "اور اس کمبخت کو بھی انکے بغیر چین نہیں آتا ہے جس روز وہ
کلکتہ جاتے اس روز ہوائی اڈے ہی پر منڈلاتا رہتا ہے۔"
"کتا بہت وفادار جانور ہوتا ہے۔" فیض نے کہا "میں نے بھی بچپن میں ایک
کتا پالا تھا۔ ہر وقت میرے ساتھ رہتا تھا۔"
"کیا وہ مرگیا۔؟" مہرافروز نے بہت معصومیت کے ساتھ دریافت کیا۔
"ہاں۔" درانی نے کہا "ایک کار کے نیچے دب کر مرگیا۔"

طیارے کی گھگھناہٹ پر دونوں آسمان کی طرف دیکھنے لگے جہانگیر کا چھوٹا طیارہ ابابیل جزیرے کی طرف آرہا تھا اور بتدریج نیچا ہوتا جارہا تھا۔

"ابو آگئے ——" مہرافروز نے نو عمر بچوں کی طرح خوش ہو کر تالی بجاتے ہوئے کہا۔ "اٹھو فیض —— وہ آگئے —— چلو ہوائی اڈے کی طرف چلیں۔"

درانی بھی اسکے ساتھ کھڑا ہو گیا اور وہ دونوں ہوائی اڈے کے قریب پہونچ گئے۔ ابابیل انکے اوپر سے جھپٹتا ہوا نکل گیا۔ کچھ دور جاکر اس نے سطح زمین کو چھوا اور وہ ایک ٹپہ کھاکر زمین پر دوڑتا ہوا اس اونچے شیڈ کے سامنے پہنچ گیا جو اسکے لئے بنایا گیا تھا۔

"یہیں ٹھہر جاؤ ——" مہرافروز نے بانسوں کے ایک جھنڈ کے قریب پہونچکر کہا۔ "وہ لوگ اسی طرف آئیں گے ——"

سب سے پہلے جمی جست لگا کر زمین پر آیا اسکے بعد جہانگیر اترا اور پھر زبیری نظر آیا۔ مہرافروز نے جمی کو آواز دی لیکن وہ دور تھا۔ درانی نے منھ پر ہاتھ رکھ کر اسکو پکارا اور آواز پہچان کر وہ دوڑتا ہوا انکے پاس آگیا۔ جہانگیر نے دوری سے ہاتھ ہلایا۔ اور کچھ دیر بعد وہ دونوں مہرافروز اور درانی کے پاس پہنچ گئے اور چاروں آپس میں باتیں کرتے ہوئے بنگلے کی طرف چلے۔

جہانگیر نے کہا۔ "ڈاکٹر باگچی نے آج بھی یہی کہا کہ میں جمی کو ان کے یہاں چھوڑ دوں انکے یہاں ایسے تین کتے ہیں۔ لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا۔"

"کیوں —— ؟" درانی نے سوال کیا۔

"اسلئے کہ وہ بھی میرے بغیر وہاں نہیں رہ سکتا ہے بھونک بھونک کر

جان دیدیگا۔ Nikhat

مہرافروز نے زبیری سے دریافت کیا۔
"تم لوگوں نے دوپہر کا کھانا بھی کھایا ——؟"
"ہاں —" زبیری نے کہا۔ "ڈاکٹر آئنگر کے یہاں — انکو معلوم تھا کہ ڈاکٹر جہانگیر آج کلکتہ آئیں گے —"
جمی چھلانگیں لگاتا ہوا کبھی انکے پاس آجاتا تھا اور کبھی دوڑتا ہوا بنگلے تک چلا جاتا تھا بنگلے میں پہونچکر زبیری اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اس وقت بہت پریشان نظر آرہا تھا مہرافروز اور درانی جہانگیر کے ساتھ اسکے کمرے میں پہونچے
جہانگیر نے کہا۔ "میں غسل کرتا ہوں۔ تم لوگ بیٹھو —"
وہ چلا گیا۔ مہرافروز نے درانی سے کہا۔
"زبیری اسوقت بہت پریشان نظر آرہا ہے۔"
"ہاں — خدا اس پر رحم کرے۔"
"ہم اسکو ان ذہنی اذیتوں سے کس طرح نجات دلا سکتے ہیں۔؟" مہرافروز نے درانی سے پوچھا۔
"یہ تو صرف ایک ماہر نفسیات ہی بتا سکتا ہے۔" درانی نے جواب دیا "میں نے علم نفسیات کی چند کتابیں ہی دیکھی ہیں بہرحال جہانتک میرا خیال ہے اسکی توجہ کسی دوسری طرف منعطف کرانے کے بعد اسکے خیالات کو اپنے خیالات سے متاثر کیا جا سکتا ہے۔"
مہر افروز خاموش بیٹھی رہی۔ درانی نے ایک منٹ تک کسی پہلو پر غور کرنے

سے کے بعد کہا۔

"بچپن میں اسکو کوئی صدمہ پہونچا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسکا پسندیدہ کھلونا کسی نے اس سے چھین لیا ہو۔ یا کسی وجہ سے ٹوٹ گیا ۔۔۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا چھوٹا بھائی۔ اسکی بہن یا اور کوئی عزیز اس سے بچھڑ گیا ہو اور اسکو اسکا غم ہوا ہو۔ اور حوادث زمانہ سے وہ بظاہر اسکو فراموش کر چکا ہو لیکن اسکے تحت الشعور میں وہ واقعہ ابتک محفوظ ہو اور اب اس صورت میں ابھر رہا ہو۔"

جہرافروز بھی بہت پریشان نظر آرہی تھی۔ کچھ دیر تک کسی خاص پہلو پر غور کرنے کے بعد اس نے کہا۔

"فیض! کیا مجکو کچھ کہنے کی اجازت ہے؟"

"ہاں ہاں ضرور کہو۔" درانی نے کہا۔ "ہر شخص کو اظہار خیال کا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر وہ اس حق کو استعمال نہیں کرتا ہے تو یہ اسکی غلطی ہے"

"تم برا تو نہیں مانو گے۔۔؟" جہرافروز نے بہت لجاجت کے ساتھ دریافت کیا۔

"ابھی تک تو مجھ میں کوئی ایسی کمزوری نہیں واقع ہوئی ہے۔ اور اگر ہوئی بھی ہو تو میں نے اسے محسوس نہیں کیا ہے ۔۔۔"

"زبیری عرصہ سے اس کوشش میں ہے کہ مجھ پر اپنے خیالات ظاہر کر دے ۔۔۔" جہرافروز نے بہت سنجیدگی کے ساتھ کہنا شروع کیا۔ "وہ مجھ سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ اسکو مجھ سے محبت ہے۔ اور میں اس سے شادی کر لوں۔"

"محبت ایک عریاں حقیقت ہوتی ہے۔ یہ کسی کو سمجھائی یا بتائی نہیں جاتی ۔۔۔" درانی نے فلسفیانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔ "جہانتک تمھاری

ذات کا تعلق ہے۔ تم اپنے متعلق خود فیصلہ کر سکتی ہو کہ تم کو کیا کرنا چاہئے۔ تم سن شعور کو پہنچ چکی ہو اور اپنے مستقبل کے متعلق دوسروں سے کہیں زیادہ بہتر مناسب اور معقول فیصلہ کر سکتی ہو۔"

مہر افروز نے سر جھکا لیا اور کچھ سوچنے لگی۔ وہ اسوقت حزن وملال کا مرقع بنی ہوئی تھی۔ درانی نے دو ایک منٹ بعد کہا۔

"مجھے تمہاری زندگی کے کچھ حالات معلوم ہیں۔"

مہر افروز نے اسکی طرف استفسارانہ نظروں سے دیکھا اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہاری قوت ارادی کمزور ہوتی تو تم بھی کسی دماغی مرض کا شکار ہوجاتی۔"

"میرے فیصلے اٹل ہوا کرتے ہیں۔" مہر افروز نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"بچپن میں مجھے خواہ کتنی ہی ذہنی اذیتیں برداشت کرنا پڑی ہوں لیکن ابو کی شفقت اور تربیت نے شعور کو تحت الشعور پر اس حد تک حاوی کر دیا ہے کہ اب ماضی کی کوئی بھی یاد میرے حال اور مستقبل کو متاثر نہیں کر سکتی ہے۔"

دوسرے کمرے سے جہانگیر کے کھنکارنے کی آواز آئی اور مہر افروز خاموش ہو گئی۔ درانی بھی اسی کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ دو منٹ بعد جہانگیر کمرے میں آگیا اور مہر افروز کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں آج ڈاکٹر سعید ہمدانی سے ملا تھا۔ وہ ماہر دماغ بھی ہیں اور نفسیاتی تجزیہ بھی کرتے ہیں۔ انھوں نے زبری سے دو درجن سوالات کئے

اور اس نتیجے پر پہونچے کہ وہ بچپن میں کچھ کھو چکا ہے اور اب اسکو کسی دوسری صورت میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"کیا وہ ٹھیک ہو جائیں گے ——؟" مہرافروز نے دریافت کیا۔

"ہاں —— انھوں نے چند باتیں بتا دی ہیں" جہانگیر نے کہا "اگر ان پر عمل کیا گیا تو اس کی دماغی کمزوری بہت جلد دور ہو جائیگی ——"

درانی نے کہا "یہی میرا بھی خیال تھا۔"

اس نے مہرافروز کی طرف دیکھا۔ وہ اسکا مطلب سمجھ گئی اور اسکی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں —— تم ابھی یہی کہہ رہے تھے —— اور تم نے یہ بھی کہا تھا کہ زہری کو صرف خیالات ہی سے متاثر کیا جا سکتا جسکی قوت ارادی مضبوط ہو —— وہ اسکے تحت الشعور کے نقش کو مٹا سکتا ہے۔"

"درانی ——" جہانگیر نے خوش ہو کر کہا "تم واقعی غیر معمولی دل و دماغ کے انسان ہو —— میں مدت سے ایک ایسے نوجوان کی تلاش میں تھا میرے بعد تم تحقیق اور تجسس کا سلسلہ جاری رکھ سکو گے۔"

"میں اس جزیرہ میں ہمیشہ کے لئے آیا ہوں" درانی نے مسکراتے ہوئے کہا "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر حالت میں تحقیق کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس دارالتجاربہ سے انسان استفادہ حاصل کرتا رہے گا۔"

"میری کوششیں بار آور ہوتی نظر آرہی ہیں" جہانگیر نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا "بیٹی مہرافروز —— اب مجھے صرف تمہارے فیصلے کا انتظار ہے۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

(۱۸)

"مہرافروز ـــ؟"

"ہاں ـــ کہو کیا کہتے ہو ـــ؟" افروز نے برآمدے کے زینے سے اترتے ہوئے کہا۔

زبیری بڑھ کر اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر جہانگیری کی مشین تقریباً پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔"

"ہاں۔ کل ابو نے مجھے بتایا ہے۔ اور شاید پرسوں تک پلانی سوامی ناتھن اور ڈیسائی چلے جائیں گے۔"

"ہاں ـــ" زبیری نے کہا "اور دو چار روز بعد میں بھی چلا جاؤں گا۔ صرف درانی اور ساہنی یہاں رہیں گے ـــ"

مہرافروز خاموشی کے ساتھ چلتی رہی۔ زبیری نے کہا۔

"ـــ لیکن میں نہیں جاؤں گا۔"

مہرافروز نے اسکو استفساریہ نظروں سے دیکھا۔ زبیری نے کہا۔

"میں تم سے دور رہ کر زندہ نہیں رہ سکتا۔"

"تم کو وہم ہو گیا ہے ـــ" مہرافروز نے کہا "اس وقت تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو تم کو آرام کی ضرورت ہے ـــ"

زبیری نے کہا "مجھکو بچوں کی طرح نہ بہلاؤ ـــ"

"بچوں کی طرح ضد نہ کرو ـــ"

دونوں جھیل کے کنارے کیلوں کے درختوں کے جھنڈ کے پاس کھڑے ہو گئے مہرافروز نے اسکو ہمدردانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم احساس کمتری میں مبتلا ہو اور اسکا تمھارے دماغ پر اثر پڑ رہا ہے ـــ میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ تم اس وقت جا کر آرام کرو میں لنچ پر تم کو بلا لوں گی ـــ"

زبیری نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد بنگلہ کی طرف چلا گیا مہرافروز نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ جہانگیر اور ڈاکٹر سلیمی درختوں کے عقب سے نکل کر سامنے آ گئے۔ انکو دیکھتے ہی اسکے قلب کی حرکت تیز ہو گئی اور پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلکنے لگے۔

"تمھاری قوت ارادی بھی کمزور ہے مہرافروز ـــ" جہانگیر نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "ابا نے تمکو حتماً وجود سوسائٹی سے دور رکھا ہے لیکن اسکے باوجود تم نے سوسائٹی کے بعض معائب کو محاسن سمجھ کر اپنا لیا ہے۔"

"ـــ ابو ـــ !" مہرافروز نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔

"گھبراؤ نہیں ـــ" اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسکو اپنے ساتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اخلاق اور مروت بھی کمزوری کے دوسرے نام ہیں جب انسان میں تردید اور صاف گوئی کی جراءت نہیں ہوتی ہے تو وہ اسکو اخلاق اور مروت پر محمول کرتا ہے ـــ"

جہانگیر خاموش ہو گیا اور وہ تینوں جھیل کے کنارے بغیر کسی ارادے کے چلتے رہے۔ ڈاکٹر سلیمی کے لئے خاموشی سوہان روح ہوتی جا رہی تھی۔ اسنے کہا۔ "جہانگیر! مہرافروز کو تمھاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"منور شاہراہ سامنے ہے۔" جہانگیر نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ مجھ ہی کو یہ شاہراہ منور نظر آ رہی ہو ۔۔۔ پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی۔"

"ایسا ہو ۔۔۔" مہرافروز نے ہمت کر کے کہا "میں اپنے خیالات آپ پر کس طرح واضح کروں۔"

"مجھ پر واضح کرنے کی ضرورت نہیں ۔۔۔" جہانگیر نے کہا "میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ گزشتہ واقعات نہ دہرائے جائیں ۔۔۔"

"جہانگیر!" ڈاکٹر شہریار سلیمی نے کہا "مہرافروز کا دماغ نہ خراب کرو۔ گفتگو کا موضوع بدلو۔"

"ہاں ۔۔۔ تم ٹھیک کہتے ہو ۔۔۔" جہانگیر نے کہا "میرا خیال تھا کہ صرف زبیری ہی کے دماغ میں فتور ہے لیکن میں اب یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہم سب اسی میں مبتلا ہیں ۔۔۔"

وہ پھر خاموشی کے ساتھ چلنے لگے۔ دارالتجارب کے قریب پہونچکر جہانگیر نے کہا۔

"تم شاید اس وقت درانی کے پاس جا رہی تھیں۔"

"جی ہاں ۔۔۔"

"وہ دارالتجارب میں ہیں۔ ڈاکٹر سامی بھی وہیں ہیں ۔۔۔ اگر کسی خاص موضوع پر گفتگو نہ کرنا ہو تو انکا ہاتھ بٹاؤ۔"

مہرافروز دارالتجارب میں چلی گئی۔ جہانگیر نے ڈاکٹر سلیمی سے کہا۔

"چلو چشمے کے کنارے چل کر بیٹھیں۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ جسے میں نے جنت ارضی بنانے کی کوشش کی تھی میرے لیے جہنم بنتا جا رہا ہے۔"

"تم بھی دماغی الجھنوں میں مبتلا ہو ۔۔۔"

"بہت زیادہ ۔۔۔" جہانگیر نے کہا "فیض مہرافروز کیلئے ایک مثالی شوہر ثابت ہو سکتا ہے"

وہ میرے بعد یہاں تحقیقی سلسلہ بھی جاری رکھ سکتا ہے وہ عجیب وغریب دل و دماغ کا انسان ہے۔ خود مہرافروز کے دل و دماغ پر بھی وہی غیر محسوس طریقہ پر چھا چکا ہے لیکن اسکے اخلاق اسکی مروت اور اسکے برتاؤنے زبیری کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے اور اب خود مہرافروز بھی اسکی پریشانی سے متاثر ہے۔"

"۔۔۔ ایسا کیوں ہوا ۔۔۔؟" ڈاکٹر سلیمی نے دریافت کیا۔

"مہرافروز کی ماں نے بھی یہی غلطی کی تھی۔ اور اسکے نتیجے میں دو جانیں ضائع ہوئیں۔ وہی غلطی مہرافروز بھی کر رہی ہے۔"

"اسکو اسوقت تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"محبت رہنمائی کی محتاج نہیں ہوتی ۔۔۔"

"پھر آخر اسکا انجام کیا ہوگا ۔۔۔؟" ڈاکٹر شہریار نے دریافت کیا۔

"ایک المیہ ۔۔۔" جہانگیر نے جواب دیا "خواہ وہ کسی صورت میں ظہور پذیر ہو ۔۔۔"

ڈاکٹر سلیمی نے پوچھا "۔۔۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ یہ سب تمہاری غلطیوں کا نتیجہ ہے ۔۔۔؟"

"ہاں ۔۔۔" میں نے متعدد غلطیاں کی ہیں ۔۔۔ انہیں سے بعض کا تم کو احساس ہے۔"

"انکا کفارہ کس صورت میں ادا ہوگا ۔۔۔؟"

"یہ میں خود سمجھنے سے قاصر ہوں ۔۔۔" جہانگیر نے کہا "میں مہرافروز کو آلام و مصائب اور ذہنی الجھنوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرونگا اسکا مستقبل روشن اور تابناک بنانے کیلئے اگر مجھے کسی کو قتل بھی کرنا پڑیگا تو میں اس سے بھی دریغ نہ کرونگا۔"

ڈاکٹر سلیمی نے کچھ سوچکر کہا "تو گویا اسکا روشن مستقبل تمہاری قوت ارادی پر منحصر ہے ۔"

"تم میرے عزائم کو پختہ کر رہے ہو شہریار ۔۔۔!" جہانگیر نے خوش ہو کر کہا "میں نے

تم سے ہمیشہ ایسی ہی امیدیں وابستہ رکھی ہیں ۔۔۔ میں خوش ہوں کہ تم اب تک میرے ہم خیال ہو۔"

دونوں چشمے کے کنارے پہونچکر ایک درخت کے نیچے ایک پتھر پر بیٹھ گئے اور چشمے کی روانی کو دیکھنے لگے دونوں کی نگاہیں بہتے ہوئے پانی پر جمی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔

"تم نے جوہر مفرد کی طاقت کو برانگیختہ کرنے کا راز معلوم کر لیا ہے اور اسکے لئے ایک مشین بھی تیار کر لی ہے ۔۔۔ صرف چند پرزے اور لگانا ہیں۔"

جہانگیر نے اسکو تھکی ہوئی نظروں سے دیکھکر اثبات میں سر ہلایا۔

"اسکے بعد غالباً فی الحال تمھارا کوئی پروگرام نہیں ہے؟"

"نہیں ۔۔۔" جہانگیر نے کہا "اگر حالات نے اجازت دی تو میں فیض کے تجربات میں انکی مدد کرتا رہونگا ۔۔۔ ورنہ ۔۔۔ جہانتک میرے پروگرام کا تعلق ہے میرا مقصد حیات پورا ہو چکا ہے۔ میرے ذمے دو کام تھے پہلا ذاتی تجربہ اور دوسرا مہر افروز کی پرورش و پرداخت ۔۔۔ اور وہ دونوں پایہ تکمیل کو پہونچ چکے ہیں۔"

ڈاکٹر شہریار نے کہا "۔۔۔ اور غالباً اسی لئے تم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مہر افروز کے مستقبل کو روشن بنانے کیلئے کسی کی جان لینے سے بھی دریغ نہ کروگے ۔۔۔"

"ہاں ۔۔۔ تم اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہو۔" جہانگیر نے اسکو سمجھاتے ہوئے کہا "۔۔۔ لیکن میرے لئے یہ کام معمولی نہیں ہے میرے لئے کسی کی جان لینا آسان کام نہیں ہے اگر تم نظام عالم کے متعلق ٹھنڈے دل سے غور کرو تو انسان کی زندگی تمکو حاصل کائنات نظر آئیگی۔"

"جہانگیر! ۔۔۔ ابھی دنیا کو تمہاری ضرورت ہے ۔۔۔" ڈاکٹر شہریار نے پرجوش لہجہ میں کہا "تم ابھی انسان کو بہت کچھ بتا سکتے ہو ۔۔۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ابھی اس دنیا کو تمہاری ضرورت ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو ـــ" جہانگیر نے بہت دور پہاڑی کے دامن میں کسی غیر مرئی نقطہ پر نگاہیں جما کر اس آواز میں کہا گویا وہ بہت دور سے بول رہا ہے ـــ "لیکن اگر مجھے اپنی بہن فروزہ کا مستقبل خطرے میں نظر آیا تو میں اس دنیا ہی کے وجود کو ضروری نہ سمجھونگا۔"

"جہانگیر ـــ" معمر ڈاکٹر شہریار تقریباً چیخ اٹھا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو ـــ؟"

"میں جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں اسکا مطلب صرف تم یا میرے مددگار نوجوان ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

ڈاکٹر شہریار نے سر جھکا لیا اور کچھ سوچنے لگا۔ دونوں بہت دیر تک اپنے اپنے خیالات میں کھوئے ہوئے اسی جگہ بیٹھے رہے۔ بارہ بجے ڈیسائی ادھر سے گزرا اور انکو دیکھ کر ان کے پاس پہونچا۔

"ـــ اوہ ڈیسائی ـــ" جہانگیر نے چونک کر کہا "غالباً تم پہاڑی کی طرف سے آرہے ہو؟"

"جی ہاں ـــ" ڈیسائی نے جواب دیا۔

جہانگیر اور سلمی کھڑے ہو گئے۔ ڈیسائی نے کہا۔

"بارہ بج چکے ہیں ـــ"

وہ تینوں بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔

تیسرے روز پلائی سوامی ناتھن اور ڈیسائی جانے کیلئے تیار ہوئے لیکن جہانگیر نے انکو مزید ایک ماہ کے لئے روک لیا اور ڈاکٹر آئنگر کو مطلع کر دیا اسی روز شام کو پلائی نے ساہنی سے کہا۔

"زبیری کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ واقعی اسکی الجھنیں اسکی دماغی کمزوری کا نتیجہ تھیں۔"

"درانی کے اس نظریہ نے مجکو الجھن میں مبتلا کر دیا ہے ـــ"

پلائی نے ہنس کر کہا "یہ درانی کے نظریہ کا نہیں بلکہ دماغی لہروں کی ہم آہنگی کا نتیجہ

ہے۔ اس جزیرہ کا ماحول، آب و ہوا، اور غذائیں ہماری دماغی لہروں میں ہم آہنگی پیدا کر دی ہے
دونوں ہنستے ہوئے دار التجارب میں چلے گئے۔ جہانگیر اور فیض احمد درانی مشینوں کو تجربہ کے لئے درست کر رہے تھے اور مشین میں لگے ہوئے برقی قمقمے تسلسل کے ساتھ روشن اور گل ہو رہے تھے۔ سوامی ناتھن زبیری اور مہر افروز ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے برقی تاروں کے لچھے پھیلے ہوئے تھے۔ جہانگیر نے ان کو دیکھتے ہی کہا۔

"میں تم لوگوں کو بلانے ہی والا تھا۔ آؤ بیٹھ جاؤ ـــــ میں کچھ دیر بعد مختصر طور پر تم کو بتاؤنگا کہ جوہری طاقت کو برانگیختہ کرنے کے بعد ہم اسکو کس طرح کام میں لا سکتے ہیں اور کس طرح ضائع کر سکتے ہیں ـــ"

وہ دونوں مشین کے قریب پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ایک گھنٹہ بعد جہانگیر نے مہر کو مشین کے پاس بلایا اور میز پر رکھی ہوئی ایک بڑی خوردبین کے پاس پہونچکر کہا

"مہر ـــ آؤ اور دیکھو ـــ تم کو کیا نظر آتا ہے۔؟"

مہر نے خوردبین کے سوراخ پر آنکھ رکھکر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک خلیہ ـــ جسمیں کوئی چیز پیوست ہے ـــ"

اس نے یکے بعد دیگرے سب کو خلیہ دکھاکر کہا یہ ایک ذرہ ہے جسے تم دس کروڑ گنا بڑا دیکھ رہے ہو ـــ اسکے اندر جو چیز پیوست ہے وہ دراصل اسی کا ایک حصہ ہے اگر ہم کسی چیز سے ضرب لگا کر اسکو اس ذرہ سے نکالدیں تو قدرت کا وہ برقی خزانہ جو اسمیں پوشیدہ ہے اسمیں سے خارج ہو جائیگا۔"

وہ ہٹ کر مشین کے پاس آیا اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اسکی لامحدود برقی طاقت کا تم سب کو علم ہے۔ اب اس مشین کو دیکھو ــــــ یہ وہ مشین ہے جو تم لوگوں نے اس دارالتجارب میں میری نگرانی میں تیار کی ہے ــــــ"

جہانگیر نے ایک دستہ نیچے کی طرف دبایا اور شیشے کی ایک چھوٹی نلکی سامنے آگئی

"یہ ہے وہ نلکی جسمیں وہ عنصر رکھا جاتا ہے جسکے ذرہ کی طاقت کو برانگیختہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔"

وہ سب خاموش کھڑے ہوئے اسکی طرف دیکھتے رہے۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"چند عناصر میں سے میں نے صرف ایک کو منتخب کیا ہے۔ فرض کرلو کہ اسکا نام الف ہے اسکا ایک ٹکڑا اس نلکی میں رکھ دو ــــــ"

درانی نے کسی عنصر کا ایک ٹکڑا نلکی میں رکھا۔ جہانگیر نے دستہ اٹھایا۔ نلکی غائب ہوئی اور بیک وقت چار سرخ قمقمے روشن ہوگئے اس نے ایک ڈھکنا کھولکر سب سے کہا۔

"یہ دیکھو یہاں سوئی کے برابر ہزاروں نلکیاں لگی ہوئی ہیں وہ ٹکڑا ریزہ ریزہ ہوکر انمیں آگیا ہے۔ ان نلکیوں کا صرف یہ کام ہے کہ عنصر کو جوہر مفرد میں تقسیم کردیں اور یہ کام ان طاقتور برقی لہروں سے لیا جاتا ہے جو اس مشین سے پیدا ہورہی ہے۔"

جہانگیر نے ڈھکنا بند کردیا ڈاکٹر سلیمی نے ایک دوسرا دستہ گھمایا اور مشین کا موٹر ہلکی گھگھاہٹ کے ساتھ چلنے لگا۔ جہانگیر نے کہا۔

"لہریں عنصر کو جوہر مفرد میں تقسیم کررہی ہیں ــــــ یہ دیکھو ــــــ"

اس نے ایک بٹن دبایا اور ایک شیشے کے خانے میں سرخ زرد اور نیلگوں رنگ کی چنگاریاں پانی کی ہلکی پھوار کی صورت میں بہت باریک نلکیوں سے گزرتی ہوئی نظر آئیں۔

"یہ ذرات ہیں جن کی بیرونی سطح برقی لہروں سے چمک اٹھی ہے اور اسی لئے یہ ہکو لاکھوں گنا بڑے نظر آنے لگے ہیں اور اب یہ ان نلکیوں میں جمع ہو رہے ہیں جو بہت باریک ہیں اور پلاٹینیم سے تیار کی گئی ہیں —"

اس نے بٹن دبایا اور شیشے کے خانے پر کسی دھات کا ایک سیاہ غلاف آگیا ڈاکٹر شہریار سلیمی نے دستے کو دوبارہ گھمایا اور وہ اپنی جگہ پر آگیا۔ مشین پر لگے ہوئے برقی قمقمے جلد جلد جل اور بجھ رہے تھے۔ جہانگیر نے ایک بٹن دبا کر ایک بڑا چوکور خانہ کھولا اس میں دودھیا رنگ کا ایک شیشہ لگا ہوا تھا۔

"اب تم لوگ اسکو غور سے دیکھو" اسنے اپنے مددگاروں اور مہرافروز کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "یہ ذرے نلکیوں میں اس طرح تلے اوپر جمع ہو چکے ہیں کہ اگر ایک ذرے کے چوٹ پڑے تو خلیہ کا درمیانی حصہ نکلکر دوسرے ذرے پر ضرب لگائیگا اور وہ تیسرے پر اور اسطرح ذراتی طاقت برانگیختہ ہوتی جائیگی؟"

مہرافروز نے پوچھا "لیکن وہ طاقت جائیگی کہاں —؟"

"ایک پلیٹ میں جذب ہو کر ان ہزاروں تاروں میں پھیل جائیگی جو اس مشین میں لگے ہوئے ہیں انمیں کا ہر تار اسکو دوسرے ہزاروں تاروں میں تقسیم کردیگا اور اس طرح ہم اس طاقت سے جو کام چاہیں گے لے سکیں گے —— اچھا اب اس پردہ کی طرف دیکھو اسکے قریب لگی ہوئی نلکی میں ایک ذرہ ٹوٹے گا اور اسمیں سے خارج ہونے والی برقی طاقت تم کو پہلے ایک چنگاری کی شکل میں نظر آئیگی اسکے بعد وہ تین چنگاریوں میں تقسیم ہوگی پھر نو میں پھر ستائیس میں اور اسی طرح جاذب سطح تک پہونچتے پہونچتے انکی تعداد کروڑوں تک پہونچ جائیگی — اب میں ایک ذرہ کو توڑتا ہوں —"

جہانگیر نے ایک دستہ دبا کر دوسرا اوپر کی جانب اٹھایا اور شیشے کے پردے پر

ایک نیلگوں چنگاری رقص کرتی ہوئی نظر آئی وہ تین زرد چنگاریوں میں تقسیم ہوئی اور ہر زرد چنگاری سے تین تین سرخ چنگاریاں پیدا ہوئی اور وہ شیشے کے پردے پر جھاڑو کے باریک تنکوں کی صورت میں پھیلتی چلی گئیں۔ اس نے فوراً ہی دوسرا دستہ دبایا اور وہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

"اب میں تمکو یہ بتاؤنگا کہ اس طاقت کو کس طرح کام میں لایا جاسکتا ہے۔" جہانگیر نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ہیں وہ تار جن کے ذریعہ ہم اس بے پناہ طاقت کو کام میں لاسکتے ہیں۔ ہم اس سے دنیا کے کارخانوں کو برقی طاقت فراہم کرسکتے ہیں۔ ریلیں۔ طیارے بحری جہاز اور آبدوزیں بھی اس سے چلائی جاسکتی ہیں ——— اور ———"

وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا لیکن زبیری فوراً بول اٹھا۔

"اسی بے پناہ ذراتی قوت سے دنیا کو تباہ بھی کیا جاسکتا ہے۔"

"ہاں ———" جہانگیر نے کہا۔ "ہماری صلاحیتیں ہم کو تعمیر کی طرف بھی لے جاسکتی ہیں اور تخریب کی طرف بھی ———"

وہ مشین کے پاس سے ہٹکر انکے قریب پہونچ گیا اور اپنی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے آج پلائی سوامی ناتھن اور ڈیسائی کو اسی لئے مزید ایک ماہ کے لئے روک لیا ہے کہ تم سب کو ایک ساتھ عملی طور پر دکھادوں کہ اس طاقت کو کس طرح کام میں لایا جاسکتا ہے ———"

پلائی نے پوچھا "کیا ابھی مشین پایہ تکمیل کو نہیں پہونچی ہے ——— ؟"

"مشین مکمل ہوچکی ہے۔ اسمیں صرف چند ایسے پرزے لگانا ہیں جو اس طاقت کو حسب منشاء ہر طرف تقسیم کرسکیں ——— اور یہ پرزے ایک ہفتہ میں تیار ہو جائیں گے۔"

"کھانے کا وقت ہوچکا ہے۔" ڈاکٹر سلیمی نے جہانگیر کے قریب پہونچکر کہا۔ "چلو اب کھانے کے کمرے میں باتیں ہونگی۔"

جہانگیر نے ہنستے ہوئے کہا "اب تم کھانے کے سلسلہ میں وقت کے بہت زیادہ پابند ہو گئے ہو۔"
وہ سب ہنستے ہوئے باہر آگئے۔

دسویں روز مشین مکمل ہو گئی۔ اور اسکا پہلا تجربہ بھی بہت کامیاب رہا جہانگیر اور اس کے مددگاروں نے اسی برقی طاقت سے پورے جزیرے کو منور کیا اسی طاقت سے جھیل میں ایک کشتی چلائی گئی اور ساحل تک راستہ بنانے کے لئے اسی طاقت سے چشم زدن میں پہاڑی کا ایک حصہ اور چٹانیں اڑادی گئیں۔

اس کامیاب تجربے کے بعد جہانگیر نے ڈاکٹر ڈانگر اور دیگر سائنسدانوں کی موجودگی میں اس

طاقت کے مظاہرے کے لئے ایک ہفتہ بعد کی تاریخ مقرر کردی اور سب جزیرہ کو دلہن کی طرح آراستہ کرنے لگے اور تین روز کی قلیل مدت میں جزیرے کے گوشے گوشے میں برقی قمقمے لگا دیئے گئے اور ڈاکٹر ساہنی زبیری اور درانی نے چند برقی عجائبات بھی تیار کر لیئے۔

مظاہرہ سے ایک روز قبل دوپہر کے کھانے کے بعد جہانگیر نے مہرافروز کو اپنے کمرے میں بلا کر کہا۔

"مہرافروز! کل میری اس تحقیق اور تجربہ کی کامیابی کا پہلا مظاہرہ ہوگا۔ اس خوشی میں تم لوگوں نے جزیرہ کو آراستہ کیا ہے۔ مہمان دس بجے یہاں آجائیں گے ——— میں چاہتا ہوں کہ کل ہی میں تمہارے مستقبل کے متعلق بھی اعلان کردوں ——— اس لئے تم آج شام تک اپنے دل میں فیصلہ کرلو کہ تم کس کے ساتھ خوش رہ سکتی ہو ———"

"——— ابو ———" مہرافروز نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔

اس نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش کراتے ہوئے کہا۔

"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں پہلے وہ سن لو ——— پھر کچھ کہنا۔ میں جانتا ہوں کہ اسوقت تم ایک ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو ——— تمہارے پیش نظر دو نوجوان ہیں۔ فیض احمد درانی اور عبدالرحمٰن زبیری ——— ان میں سے ایک کو منتخب کرلو اور کھانے سے پہلے مجکو اپنے فیصلہ سے آگاہ کردو تمہارے اس فیصلہ پر دنیا کے مستقبل کا انحصار ہے ——— بیٹی ———!" جہانگیر نے پرجوش لہجہ میں کہا "یہ تمہارے ابو کا آخری فیصلہ ہے۔ اس شخص کا آخری فیصلہ جس نے قدرت کے ایک اہم راز کو معلوم کرلیا ہے۔ جو ایک بے پناہ اور لامحدود برقی ذخیرہ کو برانگیختہ کرکے کرہ ارض کو چشم زدن میں بارود کے ایک ذخیرہ کی طرح اڑا سکتا ہے۔"

مہرافروز سفید پڑگئی۔ اور قریب ترین صوفے پر بیٹھنے کے بجائے گر پڑی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اسکی قوت گویائی سلب ہوچکی تھی۔ جہانگیر نے اسی پرجوش لہجہ میں سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"مہرافروز! اگر تمہارا مستقبل نہ روشن ہوسکا تو فضائے بسیط میں تیرتا ہوا وہ روشن نقطہ بھی جسے کرہ ارض کہا جاتا ہے ہمیشہ کے لئے تاریک ہوجائیگا ——— آج ٹھیک آٹھ بجے شب کو میرا ہاتھ دستے کو دبا دیگا اور کرہ ارض ایک خیرہ کن چنگاری کی طرح بھڑک کر گھنے سیاہ دھوئیں میں منتقل ہوجائیگا اور ——— پھر دو صال کے جھگڑے ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائیں گے ———"

مہرافروز سسکیاں لینے لگی۔ جہانگیر نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور اب اسکو تمہارا ہی آخری فیصلہ بدل سکتا ہے۔"

وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔

چائے کے وقت ڈاکٹر شہریار سلیمی کمرے میں آیا اور مہرافروز کو اٹھا کر اس کے کمرے میں پہونچایا۔ شدت گریہ سے اسکی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ مہرافروز نے منہ ہاتھ دھویا۔ بال سنوار اور شام کا لباس پہن کر ڈرائنگ روم میں پہونچی۔ جہانگیر غائب تھا۔ ڈاکٹر سلیمی نے کہا۔

"وہ دار التجارب میں ہیں اور آٹھ بجے تک وہیں رہیں گے ——"

پلائی۔ سوامی ناتھن۔ ڈیسائی۔ ساہنی۔ زبیری اور درانی سب خاموش بیٹھے ہوئے مہرافروزہ کو دیکھ رہے تھے۔ کسی میں اسقدر جرأت نہ تھی کہ اس سے رونے کا سبب دریافت کرتا۔ سب نے چائے پی اور جھیل کے کنارے آ گئے۔ ہر شخص مغموم اور پریشان نظر آ رہا تھا۔ مہرافروز جھیل کے کنارے تاڑ کے درختوں کے پاس بیٹھ گئی اور جھیل کی سطح پر نگاہیں جما کر کچھ سوچنے لگی۔ پلائی اور ساہنی آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ درانی ٹہلتا ہوا مہرافروز کے پاس پہنچ گیا اور وہ اس سے باتیں کرنے لگی۔

نصف گھنٹہ بعد زبیری بھی بنگلے سے نکل کر آیا اور مہرافروز کو تلاش کرتا ہوا اسکے پاس پہونچا۔ اسوقت وہ دار التجارب کے قریب ایک پتھر پر خاموش بیٹھی ہوئی پہاڑی کی اوٹ میں چھپتے ہوئے سورج کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی اسکے پاس بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔

وقت تیزی کے ساتھ گزر رہا تھا اور اسی مناسبت سے مہرافروز کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ پلائی اور ساہنی بھی اسکے پاس آ کر بیٹھ چکے تھے۔ وہ ٹھیک سات بجے اٹھی اور بنگلے کی طرف چلی۔ راستے میں اسکو درانی اور ڈاکٹر سلیمی نظر آئے۔ وہ ایک درخت کے قریب کھڑے ہوئے آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ مہرافروز کو دیکھتے ہی ڈاکٹر سلیمی نے درانی سے کچھ کہا اور اس نے آواز دیکر مہرافروز کو ٹھہرالیا۔ ڈاکٹر سلیمی دار التجارب کی طرف چلے گئے۔

درانی نے مہرافروز سے کہا۔ "مہرافروزہ ڈاکٹر جہانگیر نے تم سے جو کچھ بھی کہا مجھے اسکا علم ہے —— میں نے آجتک تمہارے مستقبل کے متعلق تم سے کچھ نہیں کہا ہے اور نہ اس وقت کچھ کہونگا لیکن یہ مشورہ ضرور دونگا کہ تم فوراً کوئی فیصلہ کر لو اور آٹھ بجے سے پہلے انکو آگاہ کر دو —— میرا قطعی خیال ہے کہ تم اپنے دل کی آواز پر لبیک کہو ——"

اس نے گھڑی دیکھ کر کہا۔ "سات بجکر پندرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ صرف چالیس منٹ اور باقی ہیں۔ پینتالیسواں منٹ فیصلہ کن ہوگا ——"

مہرافروز نے ڈاکٹر فیض احمد درانی کو اس طرح دیکھا گویا وہ انکو کوئی قصہ یا کہانی سنا رہا ہے۔

پیوست کیے ہوئے اسکو جھٹکے دے رہا تھا۔

"درانی نے زمین سے طمنچہ اٹھا کر جمی کو نشانہ بنا دیا اور اسی وقت ڈاکٹر سلیمی ساہنی پلائی سوامی ناتھن اور ڈیسائی آ گئے ۔۔۔

مہرافروز جہانگیر کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی اور اسکا سر ڈھلکا جا رہا تھا گولی اسکے سینے پر پڑی تھی اور خون کی ہلکی پھوار نکل کر اسکی سفید قمیص کو تر کر رہی تھی۔ درانی بھی دوڑ کر جہانگیر کے پاس پہونچ گیا اور دونوں نے مل کر اس کو سنبھالنے کی کوشش

جہانگیر نے آنکھیں کھولکر دونوں کو دیکھا اور مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے رک رک کر کہا "افسوس ۔۔۔ مہرافروز ۔۔۔ میری بیٹی ۔۔۔ افروز ۔۔۔ میں خوش ہوں کہ ۔۔۔ تیرا مستقبل روشن ہو گیا ۔۔۔ میں نے ۔۔۔ کہا تھا اور ۔۔۔ تیر ۔۔۔ مر رہا ہوں ۔۔۔ اف ۔۔۔ آہ ۔۔۔ میری ۔۔۔"

اسکی سانس اکھڑنے لگی۔

"ابو ۔۔۔" مہرافروز چیخ اٹھی۔

ساہنی اور ڈیسائی وغیرہ بھی دوڑ کر آ گئے۔ جہانگیر نے آخری بار کوشش کر کے اپنے مرتعش ہاتھوں سے مہرافروز اور درانی کے ہاتھوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھا اسی وقت اسکی آنکھوں کے پپوٹے تیزی کے ساتھ تھرتھرائے اور ہمیشہ کیلئے بند ہو گئے۔

مہرافروز چیخ کر جہانگیر کی لاش سے لپٹ گئی۔ ساہنی اور درانی اسکو سنبھالنے لگے ڈاکٹر فائیجی (سلیمی) نے اسی وقت ڈاکٹر آئنگر سے لاسلکی ٹیلیفون کا سلسلہ ملایا اور انکو اس المیہ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"دونوں چل بسے ۔۔۔ ڈاکٹر جہانگیر زبیری کے طمنچہ سے گولی سے ہلاک ہو گئے اور زبیری کو ڈاکٹر جہانگیر کے وفادار کتے جمی نے جھنجھوڑ کر ہلاک کر دیا ۔۔۔"

ڈاکٹر جہانگیر کی موت کی خبر اسی وقت ہندوستان کے ہر ریڈیو اسٹیشن سے نشر کر دی گئی اور دوسرے روز پورے اعزاز کے ساتھ جہانگیر اور زبیری کو اسی جزیرے میں سپرد خاک کر دیا تھا۔ اسی روز مہرافروز اور ڈاکٹر فیض احمد درانی نے مشین کو توڑ کر اس کے پرزوں کو سمندر میں پھینک دیا۔۔

اسی ماہ ڈاکٹر سلیمی نے جزیرہ مہرافروز میں چند مشہور ڈاکٹروں کی موجودگی میں مہرافروز اور ڈاکٹر فیض احمد درانی کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔

ختم شد

خان محبوب طرزی
لکھنؤ ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء

3h Rem... 14-6-7...

very Intresting Novel.
Read by. Sh. Ab.
Hamid. Khan.
session. 1976
M.A. Final
Romantic as well as
Scientific novel.
Of course

Dr ...

3422

Abdullah.

Abdul Hai

Lucknow.

عبدالحی

لکھنؤ

Mohd. Asad